مفتی بہ مسائل کا مدلل مجموعہ

خزینۃ الفقہ

فی مسائل

الطلاق

جلد دوم

تالیف

مفتی محمد کوثر علی سبحانی مظاہری

شیخ الحدیث جامعہ اشرف العلوم الور

شائع کردہ

جامعۃ الفلاح دار العلوم الاسلامیہ

بائی پاس روڈ فاربس گنج، ارریہ (بہار) الہند

نام کتاب	:	خزینۃ الفقہ فی مسائل الطلاق
مصنف	:	مولانا مفتی محمد کوثر علی سبحانی
کمپیوٹر کتابت	:	بشریٰ کمپوزنگ سینٹر، دہلی 09811389611
سن طباعت	:	۲۰۰۵ء بمطابق ۱۴۲۶ھ
صفحات	:	۳۵۱
قیمت	:	مبلغ ایک سو پچاس روپے
ناشر	:	جامعۃ الفلاح دار العلوم الاسلامیہ بائی پاس روڈ، فاربس گنج ضلع ارریا بہار (الہند)
طباعت	:	جید پریس، بلیماران، دہلی

ملنے کے پتے

مدرسہ اشرف العلوم داؤد پور الور، راجستھان فون: 0144-2371652
مدرسہ حمیدیہ انجمن حمایت ملت پانولی بھروچ گجرات، فون 02646-274151
مکتبہ رشیدیہ متصل مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
سنابل کتاب گھر، نزد چھتہ مسجد دیوبند
کتب خانہ عزیزیہ اردو بازار جامع مسجد دہلی
کتب خانہ رشیدیہ اردو بازار جامع مسجد دہلی
مکتبہ حجاز اردو بازار، جامع مسجد، دیوبند
کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند

فہرست خزینۃ الفقہ

مضامین	صفحہ

مضامین	صفحہ

مضامین	صفحہ

مضامین	صفحہ

صفحہ	مضامین

مضامین	صفحہ

مضامین	صفحہ
مشیت طلاق کی بحث	۲۰۶
مرد نے جتنی اور جس قسم کی طلاق کا اختیار دیا ہے اسی کا وقوع ہوگا	۲۰۷
مشیت کے ہم معنی الفاظ سے تفویض طلاق	۲۰۹
مجلس کی قید ختم کرنے کی بعض صورتیں	۲۰۹
وکیل کے ذریعہ تفویض	۲۱۰
خط یا ٹیلیفون وغیرہ کے ذریعہ اختیار دینا	۲۱۱
مرد نے عورت سے کہا تم خود بھی اور اپنی سوتن کی بھی طلاق لے لو	۲۱۲
دو آدمی کو طلاق کا وکیل بنانے کی مختلف صورتیں	۲۱۲
ایک ساتھ دو سوتن کو طلاق کا اختیار دینے کی مختلف صورتیں	۲۱۳
عورت کے اولیاء کا مرد سے طلاق کے مطالبہ کی ایک صورت	۲۱۴
وکیل کو کئی زوجہ میں سے ایک کو طلاق کا اختیار دینے کی صورتیں	۲۱۵
بچہ اور غلام کو وکیل بالطلاق بنانا درست ہے	۲۱۶
وکیل اگر نشہ کی حالت میں بھی طلاق دے تو درست ہے	۲۱۶
وکیل کا عورت یا مرد کے مرتد ہونے کے بعد طلاق دینا	۲۱۶
تفویض یا توکیل سے شوہر کا حق طلاق ختم نہیں ہوتا	۲۱۶
تعلیق طلاق	۲۱۷
طلاق معلق کا حکم	۲۱۷
طلاق معلق کے واقع ہونے کی شرطیں	۲۱۷
غیر متعین مدت پر طلاق کو معلق کرنا	۲۲۰
صیغۂ استقبال کے ساتھ تعلیق	۲۲۰
شرط پائے جانے پر طلاق واقع ہو جائے گی	۲۲۰
شرط کا اعتبار عرف و حالات کے لحاظ سے محدود ہوگا	۲۲۱

مضامین	صفحہ

مضامین	صفحہ

مضامین	صفحہ
نسب کا بیان	۳۳۵

تقریظ

فقیہ وقت حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی

صدر مفتی دارالعلوم دیوبند (ہند)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه اجمعين. امابعد!

نکاح اللہ تعالیٰ کی عجیب نعمت ہے۔اس کے ذریعہ میاں بیوی کے درمیان باہم الفت ومحبت قائم ہوتی ہے۔اور ایک دوسرے کو راحت نصیب ہوتی ہے۔اس کے برخلاف طلاق ایسی مذموم اور ناپسندیدہ چیز ہے کہ اس سے اللہ کی ناشکری ہوتی ہے طلاق کے ذریعہ ایک دوسرے کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔عداوت اور بغض کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔اور طلاق کی نحوست سے مدتوں کی محبت والی زندگی ہمیشہ کے لئے عداوت اور قطع تعلق کی شکل میں تبدیل ہوجاتی ہے۔

حدیث شریف میں طلاق کو سب سے زیادہ مبغوض اور سب سے زیادہ بری چیز بتایا گیا ہے۔ابوداؤد شریف اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عمر سے مرفوعاً مروی ہے۔ أبغض الحلال الى الله الطلاق۔یعنی حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ابلیس روزانہ اپنے تخت کو پانی پر بچھاتا ہے پھر اپنے لشکروں کو لوگوں کے بہکانے کے لئے بھیجتا ہے جب وہ واپس آکر اپنی اپنی کارگذاری سناتے ہیں تو ان سے خوش نہیں ہوتا اور ہر ایک سے کہتا ہے کہ تم نے کوئی بڑا کام نہیں کیا۔لیکن جو کوئی یہ کارگذاری سناتا ہے کہ میں نے فلاں میاں بیوی کے درمیان تفریق کرادی اور طلاق دلوادی تو ابلیس اس شرارت پر اس درجہ خوش ہوتا ہے کہ اپنے گلے لگالیتا ہے اور شاباشی دیتا ہے کہ تو نے بڑا کام کیا۔اور اسے اپنا مقرب بنالیتا ہے۔

آج کل جہالت کا یہ عالم ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیدیتا ہے بلکہ بیوی کی طرف سے کوئی بات نہیں شوہر کی کسی اور سے لڑائی ہوئی بیوی سے لڑائی کا کوئی تعلق نہیں بلا وجہ اور بلاقصور بیوی کو طلاق دیدیتا ہے۔

ستم بالائے ستم یہ ہے کہ طلاق دیتے ہیں طلاق کے سنت طریقے سے واقف نہیں۔ کہ کس طرح۔ کس حالت میں اور کتنی مرتبہ طلاق دینی چاہئے۔ حیض کی حالت ہو۔ پاکی کی حالت ہو۔ ہر حال میں اندھا دھند ایک ہی مرتبہ تینوں طلاق دیدیتے ہیں۔ اور پھر یہ سوچتے ہیں کہ ہمارا گھر برباد ہو جائے گا۔ بچے ویران ہو جائیں گے۔ بیوی کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ مولوی مفتی کے پاس دوڑتے ہیں اور کہتے ہیں۔ مولانا صاحب! کوئی صورت ایسی نکال دو جس سے ہمارا گھر آباد ہو جائے۔

پھر کتنے لوگ ایسے ہیں کہ اپنی جہالت و ناواقفیت میں تینوں طلاقیں دیکر اپنی بیوی کو اپنے ساتھ رکھے ہوئے ہیں اور بدکاری کے گناہ کماتے رہتے ہیں۔ کبھی خلاف واقعہ غلط سوال کر کے مفتی سے پوچھتے ہیں غرض مختلف تاویلیں اور تدبیریں اختیار کرتے ہیں جس سے طلاق واقع نہ ہو۔ غرض اس کی وجہ سے سوال کی نوعیت اور طلاق کی نوعیت بھی بدلتی رہتی ہے اور طلاق کے احکام اور مسائل بھی بدل جاتے ہیں۔

عزیزم محترم مولانا مفتی کوثر علی صاحب کو اللہ تعالی بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے کہ انھوں نے طلاق کے مسائل کو نہایت مفصل طریقے پر یکجا تحریر فرمادیا ہے اور بڑی خوبی کی بات یہ ہے کہ ہر مسئلہ کی سند میں فقہ وفتاوی کی عربی عبارات معہ صفحات وجلد کے لکھدی ہیں۔ جس سے کتاب کی ثقاہت دوبالا ہوگئی اور اس کی افادیت دوچند ہوگئی۔ اتنے مفصل اور مدلل انداز میں آج تک کسی نے بھی طلاق کے مسائل کو یکجا نہیں کیا۔ اللہ سے دعاء ہے کہ وہ مفتی کوثر علی صاحب کی کاوشوں اور محنتوں کو قبول فرمائے۔ اس کتاب کو اہل علم اور عوام ہر دو کے لئے مفید بنائے اور مؤلف کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے آمین۔

حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ
مفتی دار العلوم دیوبند
۵/ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مدظلہ العالی

مرتب فتاوی دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

آج سے پہلے مصنف نے خزینۃ الفقہ کی پہلی جلد کتاب النکاح کے احکام ومسائل پر لکھی تھی، الحمدللہ وہ چھپ کر شائع ہوگئی۔ اب مولانا مفتی محمد کوثر علی سبحانی مظاہری نے کتاب الطلاق کے احکام ومسائل پر یہ دوسری جلد لکھی ہے ماشاء اللہ اس جلد پر بھی موصوف نے کافی محنت کی ہے، کوشش کی ہے کہ قابل ذکر کوئی مسئلہ رہنے نہ پائے۔ اور جو کچھ لکھا ہے مستند کتابوں کے حوالہ جات سے لکھا ہے۔

امید ہے کہ اہل علم اس حصہ کو بھی پڑھ کر دلی مسرت محسوس کریں گے اور خواص وعوام برابر استفادہ کریں گے۔ دعا ہے کہ رب العالمین مولانا محترم کی یہ علمی محنت قبول فرمائے اور ان کے لئے زاد آخرت بنائے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

طالب دعاء

محمد ظفیر الدین مفتی دارالعلوم دیوبند

یکم رجب ۱۴۲۵ھ

تقریظ

محدث عصر حضرت مولانا انظر شاہ صاحب مسعودی کشمیری دامت برکاتہم
شیخ الحدیث دار العلوم وقف دیوبند

باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد!

حق جل مجدہ نے (نَحنُ نَزَّلنَا الذِکرَ وَاِنَّا لَہُ لَحَافِظُونَ) نازل فرما کر اس دین متین اور شریعت محمدیہ کی صیانت کا وعدہ فرمایا ہے اور ہر زمانہ میں ایسے افراد پیدا فرماتے رہے ہیں جو اس کی بقا واشاعت کے لئے ہر ممکن کوششیں کیں اور کر رہے ہیں، اکابر کے بعد اصاغر اس کی جگہ لے لیتے ہیں امت مسلمہ کے کارندہ افراد میں سے ابھرتے ہوئے ہمارے نوجوان عزیز محترم مفتی محمد کوثر علی سبحانی مظاہری کی اسم بامسمیٰ کتاب خزینۃ الفقہ کو دیکھ کر بایں معنیٰ خوشی ہوئی کہ یہ مجموعہ قرآن وحدیث سے مدلل وفقہی عبارتوں سے مستند اور معتبر علماء کرام ومفتیان عظام کی توثیقات سے مؤید علم کا انمول خزانہ ہے۔

مطالعہ کے دوران محسوس ہوا کہ یقیناً مولانا سبحانی نے کثیر وضخیم کتابوں کی تہہ میں پہنچ کر اس موضوع سے متعلق تمام تر مفتیٰ بہ مسائل کو ضبط تحریر میں لایا ہے اپنی صلاحیت کے بقدر خوب محنت کی ہے۔ میری دلی دعاء ہے کہ اللہ رب العزت مؤلف کی عمر میں برکت تحقیقی وتخلیقی خدمات کی توفیق اور خوب خوب مواقع وسہولتیں عطا فرمائے اور اس کتاب کو امت مسلمہ کے لئے نفع بخش اور مؤلف کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔

آمین ثم آمین۔ وما توفیقی الا باللہ

وانا الاحقر الاواہ محمد انظر شاہ المسعودی الکشمیری

خادم التدریس بدار العلوم وقف دیوبند

۲ر محرم الحرام ۱۴۲۶ھ

تقریظ

بقیۃ السلف حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ العالی
صدر مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محب مکرم ومحترم جناب مولانا مفتی محمد کوثر علی صاحب مظاہری مدت فیوضہم نے اپنی تازہ تصنیف خزینۃ الفقہ ازراہ محبت احقر کو بطور ہدیہ عنایت فرما کر اس کے تعلق سے چند سطریں لکھنے کی فرمائش کی ۔ مجھے اپنی مشغولیتوں اور عوارض کی بنا پر اتنا وقت نہیں ملا کہ کتاب کا مکمل مطالعہ کرسکوں، سرسری طور پر ابتدائی چند صفحات پر نظر ڈالنے کا موقعہ ملا، یہ دیکھ کر بہت مسرت ہوئی کہ مولانا موصوف نے بڑی جانفشانی اور محنت سے مسائل کا یہ مجموعہ تیار فرمایا ہے اور اس موضوع پر لکھے گئے علمی ذخیرہ میں ایک گراں قدر مجموعہ کا اضافہ فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس مبارک سعی کو حسن قبول عطا فرما کر اہل علم اور مستفیدین کو اس کتاب سے بیش از بیش استفادہ کی توفیق عطا فرمائے ۔ فقط

والسلام

املاہ: احمد خانپوری

۱۴ر جمادی الاولی ۱۴۲۵ھ

مکتوب گرامی القدر

فقیہ وقت حضرت مولانا مفتی مقصود احمد صاحب مدظلہ العالی

صدر مفتی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

باسمہ سبحانہ وتعالی

محترمی مفتی محمد کوثر علی صاحب مظاہری زید احترامکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شوال المکرم ۱۴۲۵ھ کے دوسرے عشرہ میں ارسال کردہ ہدیہ مبارکہ یعنی آپ کی تالیف کردہ خزینۃ الفقہ نامی کتاب موصول ہوگئی جو نکاح اور اس سے متعلق بہت سی جزئیات پر مشتمل ہے، مہر، ولایت، کفاءت، رضاعت اور حضانت کے مفتی بہ مسائل کے ساتھ ساتھ زوجین میں سے ہر ایک کے دوسرے پر عائد ہونے والے حقوق مثلا نفقہ وغیرہ کے مسائل حتی کہ جماع اور صحبت کرنے کے طریقہ سے متعلق بھی معلومات فراہم کی گئی ہیں، نکاح کے متعلق غلط رسومات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

دوسری جلد میں طلاق، ظہار، لعان، خلع، فسخ نکاح، عدت، نسب وغیرہ سے متعلق اصول وفروغ پر سیر حاصل، مرتب اور مدلل بحث کی گئی ہے۔

الغرض خزینۃ الفقہ اپنے موضوع پر لکھی جانے والی بہت ہی جامع اور سہل تالیف ہے جس سے عوام کیلئے بھی استفادہ کرنا آسان ہے، اللہ پاک آپ کی اس محنت کو قبول فرمائے اور اس مجموعہ کو امت کے لئے مفید اور نافع فرمائے اور مزید دینی خدمت کے لئے آپ کو قبول فرمائے۔ آمین

والسلام

العبد مقصود انبھوی

خادم دارالافتاء مظاہر علوم سہارنپور

۲۹/۱۱/۱۴۲۵ھ

تقریظ

مفکر ملت حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب دامت برکاتہم

بانی ومہتمم جامعہ علوم القرآن جمبوسر وناظم مجلس تحفظ مدارس گجرات

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

نکاح ایمان کے بعد ایسی عبادت ہے، جو عہد آدم سے لے کر آج تک ہر امت میں مسلسل جاری ہے، جس کی اہمیت وافادیت جتانے کیلئے یہ ارشاد نبوی کافی ووافی ہے۔ اربع من سنن المرسلین الحیاء والتعطر والسواک والنکاح. (جامع ترمذی ۲۹۸/۴ مطبوعہ بیروت)
چار چیزیں انبیاء ومرسلین کی سنت میں سے ہیں (۱) حیا کرنا (۲) عطر لگانا (۳) مسواک کرنا (۴) نکاح کرنا۔

شریعت اسلامیہ کا یہ دستور ہمیشہ رہا ہے کہ جو عبادت مہتم بالشان اور زیادہ اہمیت کی حامل ہو اس کے انجام دینے کے جملہ مناہج اور طور وطریق بوجہ احسن بیان کردیتی ہے، تاکہ مکلفین صحیح شرعی نہج کے مطابق اس کو انجام دے سکیں۔ نکاح بھی من جملہ ان عبادات کے ہے، لہٰذا اس سے متعلق مسائل واحکام قرآن وحدیث نے تفصیل سے بیان کردیے ہیں۔ اس کے بعد فقہاء امت نے اپنے اپنے زمانہ میں ان مسائل کو قابل اعتناء سمجھ کر اپنی تصنیفات کی زینت بنایا۔

زیر نظر کتاب ''خزینۃ الفقہ'' جو مفتی محمد کوثر علی سبحانی مظاہری (شیخ الحدیث جامعہ عربیہ اشرف العلوم الور، راجستھان) کی جدوجہد کا نتیجہ ہے، اسی روشن سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جو تقریباً ۳۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں طلاق، عدت وغیرہ کے مسائل واحکام مستند کتب فقہیہ سے جمع کیے گئے ہیں، اس سے قبل اس کتاب کی پہلی جلد منظر عام پر آچکی ہے، جس میں مؤلف محترم نے بڑی تفصیل سے نکاح اور اس سے متعلق مسائل واحکام اور اصول وآداب کو بہ کمال خوبی جدید وقدیم فقہی مراجع سے مدلل، باحوالہ نقل فرمائے ہیں، جس پر ملک کے بعض نامور اکابر مفتیان کرام کی تصدیقات بھی موجود ہیں۔ امید ہے کہ جلد مذکور بھی سابقہ جلد کی طرح اکابرین کی تصدیقات سے آراستہ ہوگی۔ مؤلف اس علمی کاوش پر بصد تبریک کے مستحق ہیں۔

ہم بارگاہ ایزدی میں دعاگو ہیں کہ باری تعالیٰ مؤلف کی اس علمی سعی کو قبولیت سے نواز کر دارین میں ان کی سرخروئی کا ذریعہ بنائے۔ اور امت مسلمہ کو اس سے مزید سے مزید تر منتفع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

العبد احمد دیولوی
جامعہ علوم القرآن جمبوسر ۲۷ ردسمبر ۱۴۲۴ھ

رائے گرامی

حضرت مولانا انیس الرحمٰن صاحب قاسمی زید مجدہ

ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام انسانی زندگی کے مختلف شعبوں پر حاوی ہے اللہ نے عبادات، معاملات، اور معاشرت ومعیشت کے لئے اصول حیات کو منظم طریقے پر بیان کیا ہے۔ خاص کر عائلی زندگی میں پیش آنے والے مسائل ومعاملات کو مثالوں سے وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور ہمارے بزرگوں نے ان مسائل کو موجودہ حالات کے تناظر میں مختلف پیرائے اسلوب وزبان میں مرتب کر کے عام انسانوں تک پہونچایا۔ انہیں کتابوں میں ایک کتاب ''خزینۃ الفقہ'' بھی ہے جس کو ہمارے محترم مولانا مفتی محمد کوثر علی صاحب سبحانی مظاہری شیخ الحدیث جامعہ اشرف العلوم الور نے مستند کتب فقہ کی روشنی میں لکھا ہے اس کتاب میں طلاق وتفویض کے مسائل اور عدت ونسب کے شرعی احکام کو دلنشیں انداز میں بیان کیا ہے، میں نے سرسری طور پر کتاب کے مسودہ کو دیکھا اور محسوس کیا کہ فاضل مرتب صحیح سمت میں چل رہے ہیں، زبان وبیان عام فہم اور سادہ ہے متبدی ومتوسط طلبہ کے علاوہ اصحاب علم وفضل اور مفتیان کرام بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔ اللہ مصنف کو جزاء خیر دے اور ان کے اس علمی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے۔

ایں دعا از من وجملہ جہاں آمین باد

محتاج دعاء وکرم

انیس الرحمٰن قاسمی

ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

کلمات تحسین

حضرت مولانا مفتی محمد اسماعیل صاحب بھڈ کودروی مدظلہ العالی

صدر مفتی دارالعلوم کنتھاریہ بھروچ وشیخ الحدیث جامعہ علوم القرآن جمبوسر گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذی علّم بالقلم والصلوة والسلام علی محمد النبی بلّغ العلم وعمّم بالنعم وعلی آله وصحبه الذین حصلوا علم الفقه ومشوا به علی السبیل الاقوم.

اما بعد! طبقہ اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اصلاحِ عقائد کے بعد اصلاح اعمال کا درجہ ہے اور اس کے لئے علم فقہ کی شدید ضرورت ہے۔ قرآن وحدیث سے احکام فقہیہ فرعیہ حاصل کرنے کے لئے قرآن وحدیث کی نصوص احکام کے ناسخ ومنسوخ کی تعیین، نصوص متعارضہ ومتقابلہ میں تطبیق وترجیح، نصوص کے معانی محتملہ ومطالب متعددہ کی تعیین وتوضیح اور نصوص کی تعلیل جیسے امور میں مہارت ضروری ہے اور یہ ایسے امور ہیں کہ ہر مسلمان کا براہِ راست قرآن وحدیث سے تمام احکام عملیہ معلوم کرنا نہایت مشکل ومتعذر ہے۔ لہٰذا خیر القرون کے قرآن وحدیث کے متبحرین وماہرین حضرات فقہاء کرامؒ نے ان مذکورہ تمام مراحل کو طے کر کے علم فقہ کی تدوین فرمائی اور علم فقہ کے نام سے قرآن وحدیث کا خلاصہ اور لب لباب امت کے سامنے آگیا اور قرآن حدیث کے احکام عملیہ کی تدوین وترتیب سے امت مسلمہ کے لئے علم وعمل کا حصول اور دین پر چلنا آسان ہوگیا۔ (**فشکر الله تعالی سعیهم وجزاهم احسن الجزاء عن جمیع الامة**)۔

علم فقہ کی ترتیب، تسہیل وتعمیم کا سلسلہ عہد قدیم سے جاری اور باقی ہے اور اس کے نتیجہ میں اس فن کی بے شمار کتابیں مختلف زبانوں میں تالیف ہوئیں اور ہورہی ہیں اور اس کی ضرورت جیسے پہلے تھی آج بھی ہے، اسی مبارک ومسعود موضوع کی ایک کتاب یہ 'خزینۃ الفقہ' بھی ہے جس کو محترم مولانا مفتی محمد کوثر علی سبحانی مظاہری صاحب زیدت معالیہم نے تالیف فرمایا ہے، اس کی جلد اول پہلے شائع ہوچکی ہے اور جلد ثانی عنقریب شائع ہونے والی ہے، اس کتاب میں مؤلف محترم زید مجدہم نے خاص مصالح کی بناء پر نکاح اور اس کے

متعلقات اور طلاق، ظہار، لعان، خلع، فسخ نکاح، عدت، نسب سے متعلق مسائل کو حسن ترتیب کے ساتھ جمع فرمایا ہے، جس کو معاشرتی مسائل کہا جاتا ہے۔ مؤلف محترم نے تمام مسائل تفسیر، حدیث وفقہ کی مستند ومعتبر قدیم وجدید، کثیر وضخیم کتابوں کے مطالعہ کے بعد جمع فرمائے ہیں اور اس شعبہ کے مسائل کا مفتی بہ مجموعہ تیار کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ حاصل یہ کہ محترم مفتی صاحب نے مشقت شدیدہ ومدیدہ سے یہ مجموعہ تیار فرمایا ہے جو قابل تحسین ومبارک باد ہے اور فن فقہ میں ایک اچھا اور مفید اضافہ ہے۔

اللہ تعالی امت مسلمہ کے لئے اس مجموعہ کو نافع بنائیں اور محترم مفتی محمد کوثر علی صاحب زید مجدہم کی مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر ان کے حق میں صدقہ جاریہ فرمائیں اور دارین میں بہترین بدلہ عنایت فرمائیں۔ آمین یارب العالمین

والسلام

(محمد اسماعیل غفرلہ بھڈکودروی)

خادم حدیث جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

خادم افتاء دار العلوم، کنتھاریہ بھروچ

۲۰/ جمادی الاولی ۱۴۲۵ھ

9/7/2004

کلمات تبریک

حضرت مولانا مفتی جمال الدین صاحب قاسمی مدت فیوضہم

مہتمم جامعہ اشرف العلوم الور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم امابعد!

حضرت مولانا مفتی محمد کوثر علی صاحب سبحانی مظاہری نے بڑی عمدہ اور جامع کتاب خزینۃ الفقہ تصنیف فرمائی ہے۔ پہلی جلد نکاح سے متعلق تمام مفتی بہ مسائل پر حاوی ہے نکاح کے ارکان وشرائط اور واجبات جن پر نکاح کے انعقاد اور جائز ونا جائز کا انحصار ہے نیز نکاح کی سنتیں، کفو، مہر، نفقہ، رسومات نکاح وغیرہ تمام مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔ پھر پیرایۂ بیان بڑا دلکش، سہل وآسان اور ایسا واضح ہے کہ متعلقہ مسائل کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہا، بڑی خوبی کی بات ہے کہ مسائل کو قرآن وحدیث کے دلائل اور کتب فقہ کے حوالہ جات سے بھی مرصع کیا گیا ہے گویا یہ معاشرتی مسائل کا ایک حسین مرقع ہے اس سے علماء کرام ومفتیان عظام کے علاوہ ہر طبقہ اہل علم استفادہ کرسکتا ہے یہ کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے بہترین رہنما ہے اس کا نکاح خواں حضرات کے مطالعہ میں رہنا بہت ضروری ہے کیونکہ یہ نکاح سے متعلق مسائل پر بڑی بصیرت کی حامل ہے۔

پہلی جلد طبع ہوکر منظر عام پر آچکی ہے جس کو علماء کرام نے بیحد قبول اور پسند کیا ہے اب دوسری جلد مرتب ومدون ہوکر طباعت کو جارہی ہے جس میں طلاق، ظہار، لعان، خلع، فسخ نکاح، عدت، نسب وغیرہ کے مسائل بڑے شرح وبسط سے بیان کئے گئے ہیں۔ یہ جلد بھی اپنی جامعیت کے اعتبار سے نادر، گرانقدر اور مایہ ناز تحفہ ہے جو انشاء اللہ جلد ہی زیر طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آنے والی ہے۔

مفتی صاحب موصوف کی کاوش ومحنت کو اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے۔ اور خدا کرے یہ نقش ضیا بخش بھی زیادہ نفع مند، مفید اور فیض رساں ثابت ہو۔ آمین

محمد جمال الدین قاسمی
خادم جامعہ اشرف العلوم الور

سخنہائے گفتنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين المنفرد بوضع الشرائع والاحكام والصلوة والسلام على محمد خير خلقه الذى بعثه الله حجة على الجاحدين وختم به باب النبوة على المرسلين وعلى آله الكرام واصحابه العظام وائمة الهدى خصوصاً على ابى حنيفة المبشر بحديث لوكان العلم بالثريا لتناوله رجال من ابناء فارس.

امابعد! ہم اپنے رب ذوالجلال حنان ومنان کے سامنے سجدہ ریز ہیں جس نے مجھ جیسے سطحی اور خام عقل والے کو(قرآن وحدیث کے بحر بیکراں کی تہہ سے نکالا ہوا انمول موتی اور خلاصۂ شریعت)علم فقہ کے چند ابواب پر قلم اٹھانے کی توفیق دی۔ دوران ترتیب یہ درماندۂ قلم جب اس کی پیچیدگی اور مشکلات کی دلدل میں پھنس جاتا تو بے چینی کے ساتھ قدیم وجدید، کثیر وضخیم کتابوں کی ورق گردانی کرتا ہوا گھنٹوں لگادیتا رات کا اکثر حصہ گزر جاتا مگر مجھ کوتاہ فہم سے بعض الجھا ہوا مسئلہ حل نہ ہوتا، ہمت ٹوٹ جاتی تو پھر قسام ازل کے حضور دست بدعا کرتے ہوئے عاجزی کرتا یارب کریم میرے اندر اہلیت نہیں، مگر تیرے دین کے لئے کچھ کرگزرنے کا جذبہ ہے اگر تیری رضا کے لئے یہ محنت ہے تو میری مدد فرما، اس پر میرے رب حلیم وشکور کی طرف سے روشنی ملتی اور مسئلہ حل ہوتا چلا جاتا۔

بہر کیف اللہ کے فضل اور اس کے توفیق سے مسلسل کوششوں اور پوری دیانت داری کے ساتھ فقہ وفتاویٰ کا یہ مجموعہ ہمدردان ملت کے سامنے پیش کیا جارہا ہے، پہلی جلد نکاح سے متعلق ہے نتیجہ وثمرہ کے اعتبار سے نکاح وطلاق کے مابین تضاد ہے نکاح دو اجنبی مرد وعورت اوران کے خاندانوں کے جڑنے اور آپسی محبت وموافقت اور موانست کا سبب ہے اور طلاق اس انقلابی تعلقات کے لئے سم قاتل ہے اس کی نحوست سے مدتوں کی موافقت اور دوستی والے تعلقات منٹوں میں عداوت ودشمنی میں تبدیل ہوجاتے ہیں اس دائمی محبت والی نعمت عظمیٰ کے خاتمہ کو شریعت حقہ نے پسند نہیں کیا اس لئے اس کو زائل ہونے سے بچاتے ہوئے بیحد مجبوری میں اجازت دینے کے بعد بھی فرمایا (**ابغض الحلال الى الله عز وجل**

الطلاق) کہ اللہ کے نزدیک تمام حلال چیزوں میں مبغوض اور خراب طلاق ہے۔

مگر المیہ یہ ہے کہ آج طلاق کا بہت زیادہ بیجا استعمال ہورہا ہے اس وقت کے شرعی ادارے اور دارالافتاء میں آنے والے پچاس فیصد استفتائیں طلاق سے متعلق ہیں اس کا اصل سبب شرعی احکام ومسائل سے ناواقفیت ہے اس لئے ضرورت تھی کہ طلاق سے متعلق تمام کلیات اور اس کے تحت پیش آنے والی جزئیات کو قرآن وحدیث اور فقہ وفتاویٰ کی عبارتوں سے مستند کرکے واضح طور پر سہل انداز میں مرتب کیا جائے۔

چنانچہ زیر نظر کتاب خزینۃ الفقہ جلد ثانی کی ترتیب اسی غرض اور اسی نہج پر ہوئی ہے اس میں طلاق کی حقیقت، دیگر مذاہب سے اسلامی طریقۂ طلاق کا موازنہ، طلاق کے ارکان وشرائط، طلاق سکران، اضافت طلاق اور طلاق کی قسمیں، ایک مجلس کی تین طلاقیں، حلالہ کی شرعی صورتیں، تحریری طلاق، تفویض طلاق، مشیت طلاق اور تعلیق طلاق کی مفصل بحثیں ان کے علاوہ خلع، ایلاء، ظہار، لعان، فسخ نکاح، قاضی شرعی وحاکم شرعی اور شرعی پنچایت کے ضروری شرائط وصفات اور عدت ونسب وغیرہ کے اصول وفروع کو نہایت ہی سلیقہ کے ساتھ پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ جگہ جگہ قرآن وحدیث سے طلاق سے متعلق وعیدیں وترھیبات کثرت طلاق کے اسباب اور اکثر مسائل کی حکمتیں ومصلحتیں، اسلام کے اصولی ہدایات اور شریعت کے عمومی مزاج ومذاق پر بھی کافی شرح وبسط کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ غرض کتاب کو ہر اعتبار سے جامع بنانے کی کوشش کی گئی ہے، اس موضوع پر اردو زبان میں اور بھی کتابیں ہیں مگر اتنی مدلل ومفصل کتاب جو تمام گوشہ کو حاوی ہو مفقود ہے۔

حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی صدر مفتی دارالعلوم دیوبند نے اپنے توثیقی کلمات میں خود اس کا اعتراف کیا ہے۔

بس اللہ رب العزت سے دعاء ہے کہ میری اس حقیری محنت کو امت مسلمہ کیلئے نافع اور عبادت وخدمت سے عاری اس تہی دامن کے لئے آخرت کی ہلاکت وبربادی سے نجات اور دونوں جہان میں سعادت کا ذریعہ بنائے آمین یارب العالمین

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

العبد محمد کوثر علی سبحانی مظاہری

الحمدلله رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسوله الامین سیدنا محمد وآله وصحبه اجمعین ومن تبعهم باحسان الی یوم الدین اما بعد! اللهم انّی احمدك واستعینك علی هذا الجمع والتالیف

طلاق کے معنیٰ

طلاق (باب نصر سے) مصدر ہے اس کے لغوی معنیٰ ہیں قید اٹھانا، آزاد کردینا، جدائی اختیار کرلینا، شرعی معنیٰ ہیں فی الحال نکاح کی بندش کا دور کرنا، حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی ہدایہ کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

فالطلاق فی اللغة عبارة عن رفع القید وفی عرف الفقهاء عبارة عن حکم شرعی یرفع القید النکاحی بالفاظ مخصوصة [1]

طلاق لغت میں قید کے اٹھادینے کا نام ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں نکاح کے ایک خاص عقد ومعاہدہ کو (جو ایجاب وقبول کے ذریعہ زوجین کے مابین ہوا تھا) مخصوص الفاظ کے ذریعہ اٹھادینے اور رشتہ نکاح کو ختم کردینے کا نام طلاق ہے۔

طلاق کی حقیقت

طلاق حقیقت میں زوجین کے باہمی تعلق کا قاتل اور ایجاب وقبول کے صرف ایک کلمہ کے ذریعہ دو اجنبی مرد وعورت کے مابین جو یگانگت والفت اور محبت کا ایک عظیم انقلاب پیدا ہوا تھا اس کا خاتمہ ہے۔ اس کے ذریعہ ایک جان دو قالب کی بہترین وخوبصورت تصویر وتعبیر کو پارہ پارہ کردیا جاتا ہے، نکاح کے انقلابی تعلق کو ختم کرنے کا ذریعہ یہی طلاق ہے جو کسی نہ کسی درجہ میں ہر مذہب اور ہر قوم وملت میں رائج ہے۔ مگر ہماری شریعت اسلامیہ کا پاکیزہ نظام حیات

---

[1] هدایه صفحه ۳۵٤ جلد ۲ حاشیه ٦

اوروں سے ممتاز اور جداگانہ ہے۔ اسلام میں طلاق کا جو نظام و دستور مقرر ہے اس کی حکمتوں کا کسی قدر اندازہ دوسرے مذاہب و ملل کے ساتھ موازنہ سے ہو سکتا ہے۔ اس لئے دستور اسلامی کے پیش کرنے سے قبل دیگر مذاہب کی جھلکیاں دکھا دینا موقع کے مناسب ہے۔

طلاق دین یہود میں

طلاق حضرت موسیٰؑ کی شریعت (یعنی دین یہود) میں ایک مباح چیز تھی جس کی پوری اجازت شوہر کو حاصل تھی عورت کو اس سلسلے میں کچھ اختیار نہیں تھا اگر کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کرتا اور اس عورت کے اندر کوئی خوبی نہ پاتا، یا کوئی عیب نظر آتا تو بلا کسی تامل کے ایک طلاق نامہ لکھ کر عورت کے ہاتھ میں تھما دیتا اور گھر سے باہر کر دیتا پھر وہ عورت شوہر اول کے گھر سے نکل کر کسی دوسرے مرد کی ہو جاتی۔ اور یہ عورت اپنے شوہر اول کے پاس کسی صورت میں بھی نہیں لوٹ سکتی تھی (حلالہ کی بھی کوئی صورت نہیں تھی) نیز یہ طلاق ان کے یہاں صرف تحریراً ہی واقع ہوتی تھی ان کے یہاں شوہر پر طلاق دینے کی کوئی پابندی عائد نہیں تھی مگر بعد میں یہودیوں نے بہت ساری پابندیاں عائد کر دیں۔[1]

طلاق دین نصاریٰ میں

یہود کے برخلاف اصل عیسائی مذہب میں میاں بیوی میں سے کسی کو طلاق کا اختیار نہیں تھا طلاق دینا حرام اور سخت گناہ سمجھا جاتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ علماء یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ کیا کسی مرد کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی عورت کو کسی سبب سے طلاق دے تو حضرت عیسیٰؑ نے جواب میں فرمایا کہ کیا تم نے نہیں پڑھا ہے (ان الذی خلق من البدء خلقھما ذکرا

---

[1] تکملہ فتح الملہم صفحہ ۱۳۰ جلد ۱

وانثی) یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان مرد و عورت دونوں کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے اور پھر فرمایا کہ اسی وجہ سے مرد اپنے والدین کو چھوڑ کر بیوی کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگتا ہے ان دونوں میں اسقدر محبت ہوتی ہے کہ دونوں ایک جسم کے مانند ہو جاتے ہیں لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے دونوں کو جمع کیا ہے تو پھر انسان کیلئے جائز نہیں کہ وہ اس کو جدا کرے انہوں نے دوبارہ سوال کیا کہ پھر حضرت موسیٰؑ نے کیوں تحریری طلاق کی وصیت کی تھی تو اس کے جواب میں حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ تمہاری قساوت قلبی کیوجہ سے موسیٰؑ نے یہ حکم دیا تھا کہ تم اپنی بیویوں کو طلاق دیدو مگر شروع میں یہ حکم نہیں تھا فتح الملہم میں انجیل کے حوالہ سے حضرت عیسیٰؑ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دیکر کسی عورت سے نکاح کیا تو اس نے زنا کیا اور کسی عورت نے اپنے شوہر کو طلاق دیکر دوسرے مرد سے نکاح کیا تو اس نے زنا کا ارتکاب کیا اور جس شخص نے کسی کی مطلقہ سے نکاح کیا تو اس نے بھی زنا کا ارتکاب کیا بہر حال طلاق دین نصاریٰ میں شجرۂ ممنوعہ تھی دوسری طرف تعدد ازواج بھی ممنوع تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ اگر دو ناموافق انسانوں میں نکاح کا رشتہ قائم ہو جاتا تو دونوں کی زندگی مستقل جہنم بنی رہتی تھی جس سے خلاصی کی کوئی صورت نہیں تھی، جب اسلام نے طلاق کی اجازت دی تو بعض نصاریٰ نے اس پر اعتراض کیا کہ یہ عورت پر ظلم ہے مگر یہ کب تک چلنے والی تھی کیونکہ طلاق کی اجازت نہ دینا غیر فطری حکم تھا جس پر خود نصاریٰ بھی عمل نہ کر پائے بعد میں رفتہ رفتہ طلاق پر عائد پابندیاں ڈھیلی ہونی شروع ہوگئیں اور زنا کے علاوہ دیگر خرابیوں کی بناء پر طلاق کی اجازت خود کلیسا نے دیدی پھر عوام کے دباؤ میں آکر کلیسا نے طلاق دینے کے اعذار جو تھوڑے تھے رفتہ رفتہ زیادہ کر دیا پھر بھی وہ اعذار محدود رہ گئے تھے اور طلاق دینے کا اختیار صرف کلیسا کی عدالتوں کو تھا، زوجین کو کچھ بھی اختیار نہیں تھا، لوگ ضرورت پڑنے پر کلیسا کی طرف رجوع کرتے تھے کلیسا تحقیق کر کے

اپنے صوابدید پر طلاق کا حکم جاری کرتا تھا۔ لیکن چونکہ کلیسا کی عدالتیں حتی الامکان بائبل کی ہدایات پر عمل کرتی تھیں اس لئے ان کی طرف سے طلاق کے فیصلے کم ہوتے تھے مگر یورپ کی نشاۃ ثانیہ کے بعد عوامی تحریک پیدا ہوئی کہ طلاق کی ان ناروا پابندیوں کو اٹھا دیا جائے بالآخر ایک انقلابی قدم اٹھایا گیا اور طلاق کا اختیار کلیسا کی عدالت سے ختم کر کے عام ملکی عدالتوں کی طرف منتقل کر دیا گیا اور طلاق کے اعذار کی فہرست انتہائی طویل بنادی گئی اور طرہ یہ ہوا کہ مرد کے علاوہ عورتوں کو بھی عدالت سے رجوع کر کے طلاق کا اختیار دیدیا گیا اور فریقین کیلئے محض ناپسندیدگی بھی طلاق کا قانونی جواز قرار پاگئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب یورپ میں طلاق کی جتنی کثرت ہے اس کا مشرقی ممالک کے لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے اور رشتۂ نکاح ہر وقت علی شرف الزوال رہتا ہے۔[1]

طلاق دین ہنود میں

ہندو مذہب میں بھی طلاق ممنوع رہی ہے حتی کہ عورت زنا کا ارتکاب کرتی تو اس کو اپنے سے خارج شمار کیا جاتا تھا مگر طلاق کی کوئی صورت نہیں تھی لیکن جب ہندوؤں نے اس حکم میں تنگی محسوس کی تو بعض ہندو قوم نے اس بات کی اجازت دی کہ ضرورت پڑنے پر شوہر علماء ہنود یعنی اپنے پنڈت پروہت وغیرہ سے طلاق کیلئے رجوع کرسکتا ہے چنانچہ جنوبی ہندوستان میں اب اکثر ہندو فرقہ کے یہاں طلاق کا طریقہ یہی ہے لیکن شمالی ہند میں اب بھی ہندوؤں کی پسماندہ اقوام کے نزدیک طلاق کو ناجائز سمجھا جاتا ہے۔[2]

طلاق زمانۂ جاہلیت میں

اسلام سے قبل جاہلیت کا دستور تھا کہ مرد اپنی بیوی کو سو طلاق تک دیدیتا

---

[1] تکملہ فتح الملہم صفحہ ۱۳۱، ۱۳۲ جلد ۱ [2] تکملہ فتح الملہم صفحہ ۱۳۲ جلد ۱

اور پھر رجعت کر لیتا چنانچہ قاضی ثناء اللہ صاحبؒ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں امام بغوی کے حوالہ سے حضرت عروۃ ابن زبیر کی ایک روایت نقل کی ہے کہ ابتداء اسلام میں لوگوں کی یہ حالت تھی کہ وہ بیحد و حساب طلاقیں دیدیتے تھے بعض لوگ اس طرح کرتے کہ بیوی کو طلاق دیدیتے اور جب اس کی عدت ختم ہونے پر آتی تو اس سے رجعت کر لیتے پھر اسی طرح طلاق دیدیتے اور اس کو پریشان کرنے کے ارادہ سے پھر رجعت کر لیتے (اس طرح عورتوں کو ذاتی رنجش کی وجہ سے بغیر نکاح اور طلاق کے معلق رکھا جاتا مگر اسلام نے اس ظلم کو ختم کر دیا) اور اس سلسلے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی (اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ) کہ وہ طلاق جس کے بعد رجعت جائز ہے وہ کل دو ہے اور اگر کسی نے اس کے بعد تیسری طلاق دیدی تو (اب رجعت تو کیا) حلالہ کئے بغیر یہ عورت اس کیلئے نکاح کے ذریعہ بھی حلال نہیں ہو سکتی۔[1]

دین اسلام میں نکاح اور طلاق کا حکیمانہ نظام

اسلام نے نکاح اور طلاق کا جو عادلانہ و منصفانہ اور حکیمانہ نظام مقرر کیا ہے وہ اس افراط و تفریط سے پاک ہے جو دوسرے مذاہب میں پایا جاتا ہے، قانون شریعت نے طلاق کو نہ تو بالکل حرام قرار دیا ہے اور نہ بلا وجہ اس کی عام اجازت دی ہے بلکہ اجازت دیتے ہوئے صاف لفظوں میں (ابغض الحلال الی اللہ عزوجل الطلاق) فرمایا گیا ہے یعنی اللہ کے نزدیک تمام حلال چیزوں میں سے سب سے مبغوض اور خراب طلاق ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سوچ سمجھ کر انتہائی مجبوری کی حالت میں قدم اٹھانا چاہئے کیونکہ طلاق اس عظیم انقلابی تعلق کا خاتمہ ہے جو نکاح کے ذریعہ وجود میں آتا ہے اسلئے نکاح جیسی نعمت کو یوں ہی ختم کر دینا کوئی معمولی بات نہیں کیونکہ نکاح دیگر معاملہ و معاہدہ کی طرح صرف ایک معاملہ

[1] التفسیر المظہری صفحہ ۳۰۰ جلد ۱

ومعاہدہ ہی نہیں بلکہ وہ شرعی عبادت اور سنت انبیاء ہونے کی بھی حیثیت رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ نکاح کے منعقد ہونے کے لئے جو شرائط ہیں وہ دیگر معاملات میں نہیں ہیں اس کے علاوہ ایک مستقل شرعی قانون یہ بھی ہے کہ بعض مردوں کا نکاح بعض عورتوں سے نہیں ہو سکتا دوسرے معاملات کے منعقد ہونے کے لئے گواہی شرط نہیں مگر نکاح کے انعقاد کیلئے گواہی شرط ہے، جب تک دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول نہ ہو تو وہ نکاح باطل اور کالعدم ہے اسی کے ساتھ برسر عام نکاح کرنے کو سنت قرار دیا گیا ہے، نکاح چونکہ پوری زندگی کا ایک سودا ہے نیز یہ قدرت کا عجیب کرشمہ اور عظیم نشانی ہے کہ ایجاب وقبول کے دو بول کے بعد زوجین کے اندر ایک انقلاب عظیم پیدا ہو جاتا ہے اور اس پر طرہ یہ کہ دو خاندانوں کے جڑنے کا یہ واحد ذریعہ ہے، اس لئے اس تعلق کو شروع ہی سے پائیدار اور ٹھوس بنایا گیا ہے چنانچہ ازدواجی تعلق کو خوشگوار بنانے اور مضبوط کرنے کے لئے شروع ہی سے کئی ہدایتیں دی گئی ہیں اور متعدد مراحل پر اس کو زائل ہونے سے بچاتے ہوئے آخری مرحلہ میں طلاق کی اجازت دی گئی ہے۔

ازدواجی رشتے کو مستحکم رکھنے کے طریقے

میاں بیوی کے تعلقات کو ٹھوس اور مستحکم رکھنے کیلئے شریعت نے بہت سی ہدایتیں دی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں

پہلا مرحلہ: نکاح سے قبل کا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے حالات واطوار کا پتہ لگالیں، گھریلو ماحول اور لڑکا لڑکی کے مزاج کو پرکھ لیں پھر ایک دوسرے کو دیکھ کر اطمینان حاصل کرلیں اور باہمی مشورہ کے ساتھ استخارہ بھی کرلیں تاکہ بعد میں نااتفاقی اور کشیدگی کی نوبت نہ آئے۔

دوسرا مرحلہ: نکاح کے بعد کا ہے، کہ ایک طرف تو شوہر کو یہ تاکید کی گئی ہے۔

کہ اللہ رب العزت کے دست کرم سے جو رشتہ قائم ہو چکا اسی میں خیر اور بھلائی سمجھ کر بیوی کیساتھ خوشگوار معاملہ کرے اس کی خامی کو خوبی پر محمول کر کے اس کے ساتھ نرمی اور ملاطفت کا برتاؤ کرے چنانچہ ایک حدیث میں حضورؐ نے نہایت ہی مؤثر نفسیاتی ہدایت فرمائی ہے کہ (**لايفرك مؤمن مؤمنة ان كره منها خلقا رضي منها آخرا**) یعنی کوئی مومن اپنی بیوی سے دشمنی نہ رکھے کیونکہ اگر اس کو اس کی کوئی خصلت ناپسند ہے تو دوسری عادت پسند ہو گی لہٰذا نباہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی بری عادتوں کو نظر انداز کر کے اچھائی کو مد نظر رکھے۔ خود قرآن نے بھی اس کو بیان کیا ہے (**عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوا شَيْأً وَيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْراً كَثِيْراً**) کہ پسندیدہ طریقہ سے بیویوں کیساتھ زندگی گزارو کیونکہ اگر وہ تمہیں کسی نازیبا بات کی وجہ سے ناپسند ہوں تو بہت ممکن ہے کہ جس چیز کو تم ناپسند کر رہے ہو اسی میں اللہ تعالیٰ خیر کثیر مقدر فرمادے ہوں۔[۱]

اسی طرح عورتوں کو بھی شوہروں کی اطاعت کا بڑا تاکیدی حکم دیا گیا ہے۔ حضورؐ نے بڑے بلیغ انداز میں فرمایا ہے کہ (**لو كنت آمر احدا ان يسجد لاحد لامرت امرأة ان تسجد لزوجها من عظم حقه عليها**[۲]) یعنی اگر میں کسی کو بالفرض حکم کرتا کہ وہ غیر اللہ کو سجدہ کرے تو میں یقیناً عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کیونکہ شوہر کا اس پر عظیم حق ہے اور قرآن نے بھی نیک اور صالح عورت کی تعریف میں سب سے پہلے اطاعت والی صفت کو بیان کیا ہے ارشاد ہے (**فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ**) یعنی نیک عورتیں وہ ہیں جو مردوں کی قوامیت اور حاکمیت کو تسلیم کر کے ان کی اطاعت اور فرمابرداری کرتی ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو عورت اپنے شوہر کی تابعدار اور مطیع ہو تو اس کیلئے پرندے ہوا میں اور مچھلیاں دریا میں اور فرشتے آسمانوں میں اور درندے جنگلوں میں استغفار کرتے ہیں۔[۳]

---

[۱] مشکوۃ صفحہ ۲۸۰ جلد ۲ [۲] تفسیر ابن کثیر ص ۶۴۲ ج ۱ [۳] بحر محیط بحوالہ معارف القرآن ص ۳۹۹ ج ۲

بہرحال زوجین کے ازدواجی تعلق سے متعلق قرآن وحدیث میں جو ہدایتیں مذکور ہیں ان سب کا حاصل یہی ہے کہ یہ رشتہ زیادہ سے زیادہ مستحکم ہوتا چلا جائے اور ہمیشہ برقرار رہے اسی لئے معمولی معمولی باتوں پر طلاق کو پسند نہیں کیا گیا ہے۔ اوپر رشتۂ نکاح کو قائم کرنے اور پھر اس کو باقی رکھنے کیلئے جو قانونی حقوق اور اخلاقی ہدایتیں دی گئیں ہیں اگر زوجین یا ان میں سے کوئی ایک ان کا لحاظ نہ کرے یا ان کو ادا کرنے میں کوتاہی کرے جس کی وجہ سے دونوں کے مابین ناچاقی اور کشیدگی پیدا ہو جائے تو شریعت نے دونوں کو باہمی صلح ومصالحت کے ذریعہ اپنے آپسی اختلاف کو ختم کرنے کا حکم دیا ہے اور قرآن میں اس کے چار طریقے بتلائے گئے ہیں جن میں سے تین طریقے تو مرد ہی کو بتلائے گئے۔ چنانچہ مرد کو خطاب ربانی ہے۔

وَالّٰتِی تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا [۱]

یعنی عورتوں کی طرف سے نافرمانی کا صدور یا بدخوئی کا اندیشہ ہو تو پہلا درجہ اصلاح کا یہ ہے کہ نرمی سے ان کو سمجھاؤ اگر محض سمجھانے سے باز نہ آئے تو دوسرا درجہ یہ ہے کہ ان کا بستر اپنے سے علیحدہ کردو تاکہ وہ اس علیحدگی سے شوہر کی ناراضگی کا احساس کرکے اپنے فعل پر نادم ہو جائے اور اگر یہ نفسیاتی تنبیہ بھی غیر مؤثر ثابت ہو اور اس شریفانہ سزا کے باوجود عورت اپنی بددماغی اور کجروی سے باز نہ آئے تو پھر بدرجۂ مجبوری تیسرا طریقہ یہ بتلایا گیا ہے کہ بغرض اصلاح ایسی معمولی مار مارو کہ ہڈی نہ ٹوٹے اور نہ بدن پر اس کا نشان پڑے۔ اور چہرہ پر تو بالکل نہ مارو کیونکہ یہ مرکز محاسن ہے۔[۲] لیکن مارنے پیٹنے کی سزا آخری ہے

---

[۱] سورۃ النساء آیت ۳۴ [۲] قال الفقہا هو ان یجرحها ولا یکسرلها عظما ولایؤثر شیئا ویجتنب الوجه لانه مجمع المحاسن ویکون مفرقا علی بدنها ولا یوالی به فی موضع واحد لئلا یعظم ضرره ومنهم من قال ینبغی ان یکون الضرب بمندیل ملفوف او بیده لا بسوط ولا عصا قال عطا ضرب بالسواك (تفسیر القاسمی المسمی محاسن التاویل ص ۲۸۷ ج ۵

سرسری اور معمولی قصور پر مارنا پیٹنا مناسب نہیں۔ بلاضرورت یا ضرورت سے زائد مارنے والے کے متعلق حضورؐ نے فرمایا (لیس اولئك بخیارکم) کہ یہ لوگ تمہارے اچھے افراد نہیں ہیں۔ بہر حال اس آخری سرزنش کے بعد وہ راہ راست پر آجائے تو مقصد پورا ہوگیا درستگی معاملات کے بعد بھی خواہ مخواہ اس کے پیچھے پڑا رہنا درست نہیں۔ یہ وہ طریقے ہیں جن کو اختیار کرنے سے گھر کے جھگڑے گھر میں پر ختم ہو جاتے ہیں مگر بسااوقات زوجین کی باہمی کشمکش اور نزاع اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اصلاح حال کی مذکورہ صورتیں کارگر نہیں ہوتیں۔ اس وقت گھر کی بات کا باہر نکلنا لازمی امر ہے جس سے فریقین مشتعل اور برانگیختہ ہو جاتے ہیں الزام تراشی کے راستے کھل جاتے ہیں تو اس وقت بھی قرآن کریم نے رشتۂ نکاح کو توڑنے کے بجائے اصلاح حال کا چوتھا طریقہ یہ بتلایا ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِھِمَا فَابْعَثُوْا حَکَماً مِّنْ اَھْلِہٖ وَحَکَماً مِّنْ اَھْلِھَا اِنْ یُّرِیْدَا اِصْلَاحاً یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا [۱]

کہ اگر تم لوگوں کو ان دونوں میں شدید اختلاف اور نزاع کا خوف ہو (اور وہ اپنے باہمی نزاع کو خود نہ سلجھا سکیں تو اسکو ختم کرنے کی صورت یہ ہے کہ) ایک منصف پنچ کی حیثیت سے مرد کے متعلقین کی طرف سے اور ایک عورت کے عزیزوں میں سے (زوجین کے پاس) بھیجو اگر یہ دونوں پنچ میاں بیوی کے درمیان اصلاح کے ارادے سے کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ (ان کے حسن نیت وسعی سے) دونوں میں ضرور اتفاق پیدا کردیگا۔

فائدہ: قرآن کریم کا یہ ایسا پاکیزہ اور شریفانہ طریقۂ اصلاح ہے کہ جس سے کوچہ وبازار میں جھگڑا پھیلنے کے بجائے خاندان ہی میں یہ اختلاف ختم ہو کر رہ جاتا ہے اعزہ واقارب کے جذبۂ خیر خواہی سے مصالحت وموافقت کی صورت پیدا ہو جاتی

---

[۱] سورۃ النساء آیت ۳۵

ہے۔ بہر حال قرآن کریم کی اس آیت سے کئی فوائد معلوم ہوتے ہیں۔ (۱) قرآن نے دونوں کے رشتہ داروں کو حَکَم سے تعبیر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں جھگڑا سلجھانے اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت موجود ہونی چاہئے اور یہ صلاحیت ظاہر ہے کہ اس شخص میں ہو سکتی ہے جو ذی علم اور دیندار بھی ہو۔ (۲) دوسری بات یہ معلوم ہو رہی ہے کہ دونوں حَکَم کو بھیجنے کا مقصد صرف میاں بیوی کے درمیان صلح کرانا ہے ہاں اگر میاں بیوی دونوں ملکر ان دونوں حکموں کو اپنا وکیل مختار یا ثالث بنالیں اور یہ تسلیم کرلیں کہ دونوں ملکر جو فیصلہ کریں گے ہمیں منظور ہے تو یہ دونوں کلی طور پر معاملہ کا فیصلہ کرنے میں مختار ہوں گے اگر وہ دونوں طلاق پر متفق ہو جائیں تو طلاق پڑ جائے گی اور اگر خلع وغیرہ کی صورت طے کرادیں تو زوجین کو ماننا پڑیگا۔ حسن بصریؒ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کا یہی مذہب ہے۔ (۳) تیسری بات اس سے یہ معلوم ہوئی کہ اگر دونوں حَکَم نیک نیتی اور دل سے چاہیں گے کہ باہم صلح ہو جائے تو اللہ کی غیبی مدد شامل ہو گی اور انشاء اللہ مقصد میں کامیابی ہوگی۔ آیت کریمہ (اِنْ یُّرِیْدَا اِصْلَاحاً یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا) میں اسی کی طرف اشارہ ہے اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اگر دونوں میں مصالحت نہیں ہوئی تو دونوں حَکَم میں سے کسی کے اندر صلح کی کوشش میں اخلاص کی کمی ہے۔[۱]

(۴) اصلاح کی یہ تمام تر کوششیں بار آور نہ ہو سکیں تو اسکا مطلب یہ ہے کہ دونوں کی طبیعتوں میں کافی تضاد ہے کہ عداوت بڑھتی جارہی ہے اور رشتۂ نکاح کے مطلوب ثمرات وفوائد حاصل ہونے کے بجائے زوجین کا ایک ساتھ رہنا عذاب کی صورت اختیار کر گیا ہے لہٰذا ایسی صورت میں رشتۂ نکاح کو ان پر مسلط رکھنا بھی ظلم ہے اس وقت ازدواجی تعلق کو ختم کردینا ہی میاں بیوی اور ان کے خاندان کیلئے راحت وسلامتی کی راہ ہے، کسی نے خوب کہا ہے۔

وہ افسانہ جسے انجام تک پہنچانا نہ ہو ممکن ÷ اسے ایک خوبصورت موڑ دیکر چھوڑنا اچھا

(۱) روح المعانی صفحہ ۳۹ تا ۴۱ جلد ۴

بہر حال ایسے سنگین مرحلہ پر پہنچنے کے بعد مرد کو طلاق کی اجازت دی گئی ہے مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہہ دیا گیا ہے کہ (ابغض الحلال الی اللہ عزوجل الطلاق) یعنی حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ خراب و مبغوض چیز اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔[1]

بلاوجہ طلاق دینے پر وعیدیں اور اس کے غلط نتائج

اوپر کی ہدایتوں سے معلوم ہوا کہ شریعت اسلامیہ نے طلاق کی اجازت اس وقت دی ہے جبکہ ناقابل برداشت صورت حال سامنے آجائے اور زوجین کا باہمی نباہ بہت ہی مشکل ہو جائے ورنہ رشتہ نکاح کا ٹوٹنا اللہ رب العزت کو بیحد ناپسند ہے اس لئے جہاں تک ہو سکے اس سے بچنا ہی چاہئے کیونکہ طلاق کے ذریعہ صرف بیوی کے شیشۂ دل کو توڑنا اور میاں بیوی کے وقار کو مجروح کرنا ہی نہیں بلکہ نسل و اولاد کی تباہی و بربادی اور پورے نظام خانگی کو بکھیرنا ہے اس قدر قابل احترام تعلق کے ٹوٹنے کا اثر صرف زوجین پر ہی نہیں پڑتا بلکہ دونوں کے خاندانوں اور قبیلوں کے مابین فتنہ و فساد برپا ہونے کا سبب بھی ہوتا ہے اس کے جراثیم بڑھتے بڑھتے خون خرابا اور کیس مقدمات تک کی نوبت آجاتی ہے۔ اسی لئے جو اسباب وذرائع اس رشتہ کو منقطع کرنے کی بنیاد بن سکتے تھے شریعت اسلامیہ نے پرزور انداز میں اس پر لگام لگانے کا پورا انتظام کیا ہے اور بلاوجہ طلاق لینے اور دینے پر بڑی سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں چنانچہ چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تزوجوا ولا تطلقوا فان الطلاق یھتز منه عرش الرحمن[2] کہ نکاح کرو اور طلاق نہ دو کیونکہ طلاق سے عرش رحمٰن ہل جاتا ہے۔

اسی طرح حضرت معاذؓ سے منقول ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) فی القھستانی عن شرح الطحاوی السنة اذا وقع بین الزوجین اختلاف ان یجتمع اھلھما لیصلحوا بینھما فان لم یصطلحا جاز الطلاق والخلع وھذا ھوا الحکم المذکور فی الآیة (شامی صفحہ ۸۷ جلد ۵) زکریا (۲) معارف القرآن صفحہ ۴۷۷ جلد ۸

یا معاذ ما خلق اللہ شیئا علی وجہ الارض احبّ الیہ من العتاق ولا خلق اللہ شیئا علی وجہ الارض ابغض الیہ من الطلاق[۱]

کہ اے معاذؓ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کوئی چیز ایسی پیدا نہیں کی جو غلام اور باندیوں کو آزاد کرنے سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب وپسندیدہ ہو اور روئے زمین پر کوئی چیز ایسی پیدا نہیں کی جو طلاق دینے سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو مبغوض اور ناپسند ہو۔

نیز حضرت ثوبانؓ سے منقول ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

ایما امرأۃ سألت زوجھا طلاقا فی غیر باس فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ[۲]

کہ جو عورت اپنے شوہر سے کسی سخت تکلیف کے بغیر طلاق کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے منقول ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

لا تطلقوا النساء الا من ریبۃ ان اللہ تعالی لا یحب الذوّاقین والذواقات[۳]

کہ عورتوں کو طلاق نہیں دینی چاہئے الا یہ کہ ان کا چال چلن مشتبہ ہو اللہ تعالیٰ ان مردوں اور عورتوں کو پسند نہیں کرتے (جو مرد اپنی پہلی بیوی کو چھوڑ کر دوسری بیوی سے اور جو عورت اپنے شوہر سے طلاق لیکر دوسرے مرد سے) ذائقہ چکھنے کے شوقین اور خوگر ہوں۔

کثرت طلاق کے اسباب

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آج طلاق کا بہت زیادہ بیجا استعمال ہو رہا ہے اس ملک میں جو شرعی ادارے اور دار الافتاء قائم ہیں ان میں آنے والے پچاس فیصد استفتائیں طلاق سے متعلق ہوتے ہیں۔ اس قدر کثرت طلاق کے بہت سارے

---

(۱) دار قطنی بحوالہ معارف الحدیث (۲) ترمذی شریف ص ۲۲۶ ج ۱
(۳) بزار وطبرانی بحوالہ معارف الحدیث

اسباب ہیں جن میں سے چند پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) طلاق دینے کا سب سے بڑا سبب تو دین سے دوری، اسلامی آداب سے لاعلمی اور ازدواجی تعلق کی اہمیت اور اس کے حقوق و فرائض سے ناواقفیت ہے بالفاظ دیگر طلاق کی کثرت دینی، اخلاقی اور روحانی انحطاط کے باعث ہو رہی ہے اس لئے ہم مسلمانوں پر اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ دین سے نابلد لوگوں کو سمجھائیں اور ان کو ازدواجی تعلق کی اہمیت اور طلاق دینے کے نقصانات اور اس پر جو وعیدیں وارد ہیں ان سے روشناس کرائیں۔

(۲) دوسرا سبب: طلاق دینے والے کا ناتجربہ کار اور جذباتی ہونا ہے اسی طرح اس کا وقتی جوش اور غیض و غضب سے مغلوب العقل ہو جانا ہے۔ چنانچہ وہ بے سوچے سمجھے منہ سے فر فر طلاق طلاق بکتا چلا جاتا ہے اور بعد میں پچھتاتا اور افسوس کرتا ہے حالانکہ حضورؐ نے فرمایا ہے (لاطلاق ولا عتاق فی غلاق[۱]) کہ غصہ کی حالت میں طلاق نہیں یہ خبر بمعنی انشاء ہے یعنی اسی طرح حدیث میں غصہ کو دبانے کا حکم آیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرۃؓ سے منقول ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

ليس الشديد بالصرعة انما الشديد الذى يملك نفسه عند الغضب[۲] — کہ زیادہ طاقتور اور پہلوان وہ شخص نہیں جو دوسرے کو پچھاڑدے بلکہ طاقتور اور پہلوان وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو پچھاڑدے (یعنی اپنے نفس کو قابو میں رکھے)۔

ایک حدیث میں غصہ کا سبب اور اس کا نفسیاتی علاج بتلاتے ہوئے آپؐ نے فرمایا:

ان الغضب من الشيطان وان الشيطان خلق من النار وانما يطفاء النار بالماء فاذا غضب احدكم فليتوضأ[۳] — کہ (ناحق غصہ) شیطانی اثر ہے، (کیونکہ انسان کو شیطان مشتعل کر دیتا ہے) اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے، اور آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے

(۱) ابوداؤد ص ۲۹۸ ج۲ (۲) مشکوۃ شریف ص ۴۳۳ جلد ۲ (۳) مشکوۃ شریف ج ۴۳۴ جلد ۲

اس لیے اگر تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو چاہئے کہ فوراً وضو کرے۔

(۳) طلاق کا تیسرا سبب شراب نوشی ہے آج زیادہ تر طلاقیں شراب اور نشہ آور چیزوں کے استعمال سے حواس باختہ ہونے کی حالت میں دی جاتی ہیں طلاق کے سلسلہ میں جو استفتاءات آتے ہیں اکثر ان کا سبب شراب نوشی اور نشہ آور چیزوں کا استعمال ہوتا ہے اگر ہمارا مسلم معاشرہ صرف شراب نوشی سے پرہیز کر لے جس کے بے شمار دینی و دنیاوی نقصانات ہیں تو پچاس فی صد اصلاح صرف اس ترکیب سے ہو سکتی ہے۔

(۴) طلاق کا چوتھا سبب خانگی نزاع اور گھریلو جھگڑے ہیں۔ میاں بیوی کے علاوہ ساس خسر نند بھاوج کے مابین ناچاقی اور جھگڑے سے زیادہ فساد برپا ہوتا ہے اور یہ سارے فساد چولہے ایک ساتھ ہونے کی وجہ سے ہوتے ہیں خزینۃ الفقہ کی پہلی جلد میں اس پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے حضرت تھانویؒ کا مقولہ نقل کر دیا گیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ چولہا تو الگ ہونا ہی چاہئے کیونکہ ساری آگ اسی چولہے سے نکلتی ہے۔ بہر کیف والدین یا دیگر رشتہ دار عورت سے اپنی ذاتی عداوت کی بناء پر شوہر کو طلاق دینے پر مجبور کرے جبکہ مرد کو بیوی سے کوئی تکلیف نہیں تو شوہر پر طلاق دینا ضروری نہیں کسی کے کہنے پر بلاوجہ طلاق دینا خلاف شریعت ہے حدیث میں ہے (**لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق**) کہ گناہ کے کام میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

بلاوجہ طلاق دینے کا حکم

اوپر طلاق کے نقصانات اور اس کے اسباب بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ طلاق حلال تو ہے مگر اچھی چیز نہیں محققین علماء نے بلاوجہ طلاق دینا ممنوع اور ناجائز قرار دیا ہے چنانچہ علامہ ابن ہمام تحریر فرماتے ہیں۔

ولایخفی أن کلامھم فیما سیأتی من التعالیل یصرح بأنه محظورلما فیه من کفران نعمة النکاح[1]

کہ فقہاء کے کلام سے صاف اور صریح طریقہ پر معلوم ہوتا ہے کہ (بلاوجہ) طلاق دینا ممنوع اور ناجائز ہے اس لئے کہ اس میں نعمت نکاح کی ناقدری اور ناشکری پائی جاتی ہے۔ نیز صاحب درمختار فرماتے ہیں۔

الاصح حظره ای منعه الالحاجة[2]

کہ طلاق بلاضرورت صحیح قول کے مطابق ممنوع ہے اور علامہ شامی نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

لیکن علامہ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

اتفقوا علی ان الطلاق مکروه فی حالة استقامةالزوجین بل قال ابو حنیفة بتحریمه[3]

کہ تمام علماء شریعت اس پر متفق ہیں کہ میاں بیوی کی استقامت اور نباہ کے باوجود (بلاوجہ) طلاق دینا مکروہ ہے بلکہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ تو اس کو حرام کہتے ہیں۔

بددین، نافرمان اور بدکار عورت کو طلاق

اگر کوئی عورت غیر متبع شریعت ہو، اپنے اعمال واخلاق کو درست نہ کرتی ہو کفر وشرک کی رسومات سے احتراز نہ کرتی ہو اور خرافات وبدعات میں مبتلا ہو اسی طرح شوہر کی اطاعت نہ کرتی ہو نماز روزہ کی پابندی نہ کرتی ہو تو ایسی عورت کو بھی طلاق دینا واجب نہیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس کو سمجھائے۔ ہاں اگر نافرمانی حد سے زیادہ بڑھ جائے، شوہر اپنی بیوی سے جس قدر محبت کرتا ہے بیوی نہیں کرتی نفرت بڑھتی ہی جارہی ہے اور نباہ مشکل ہو رہا ہے تو طلاق دے سکتا ہے (کمامر)

(۱) فتح القدیر ص ۳۲۷ جلد ۳ (۲) درمختار مع الشامی ص ۴۲۷ جلد ۴
(۳) المیزان للشعرانی ص ۱۳۵ ج ۲ ماخوذ معاشرتی مسائل

اسی طرح اگر عورت شوہر کے والدین کی عزت نہ کرتی ہو بلکہ بیحد پریشان کرتی ہو اور والدین شوہر کو مجبور کریں کہ تم اس کو طلاق دیدو تو ایسی حالت میں طلاق دیدینا مناسب ہے۔[1]

اسی طرح اگر عورت بدکار ہے اور اس پر صرف شبہ ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ غیر مرد سے احتراز نہیں کرتی اور بے پرواہ غیر محرم سے اختلاط کر لیتی ہے تو اس کو طلاق دینا گناہ نہیں بلکہ غیرت کا تقاضہ یہ ہے کہ طلاق دیدی جائے، ہاں اگر عورت سے بہت ہی زیادہ محبت ہو طلاق پر دل گوارہ نہ کرتا ہو یا طلاق دینے سے بچوں کی پرورش اور نظم و نسق میں انتشار کا امکان ہو تو طلاق نہ دے عورت کو سمجھائے اور سدھار کی ہر ممکن کوشش کرے خود سے نہ ہو تو اس کے رشتہ داروں کے ذریعہ سمجھائے اور ازدواجی تعلق برقرار رکھے اس حال میں طلاق دینا واجب نہیں[2]

چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے ایک حدیث منقول ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

ان لی امرأة لاترد ید لا مس فقال النبی صلی الله علیه وسلم طلقها قال انی احبها قال فامسکها اذا [3]

کہ میری بیوی کسی چھونے والے ہاتھ کو جھٹکتی نہیں (یعنی جو بھی شخص اس سے بدکاری کا ارادہ کرتا ہے اس کو وہ منع نہیں کرتی) تو آپؐ نے فرمایا پھر اس کو طلاق دیدو اس نے عرض کیا (یہ ممکن نہیں) کیونکہ میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا پھر اس کی نگہبانی کرو تاکہ وہ بدکاری میں مبتلا نہ ہو سکے۔

(۱) الاصح حظره ای منعه الالحاجة .... بل یستحب لو مؤذیه او تارکة صلاة غایة ومفاده ان لا اثم بمعاشرة من لاتصلی (درمختار) قوله لو موذیه اطلقه فشمل الموذیه له او لغیره بقولها او بفعلها (درمختار مع الشامی ص ۴۲۷، ۴۲۸ جلد ٤ زکریا

(۲) لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرة (درمختار مع الشامی ص ۱٤۳ ج ٤)

(۳) مشکوة شریف ص ۲۸۷ جلد ۲

طلاق دینے کا حق مرد ہی کو ہے

طلاق دینے کا اختیار شریعت نے مرد ہی کو دیا ہے عورت کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ مرد کو طلاق دیدے اور شرعاً وہ طلاق واقع بھی ہو جائے یہ مسئلہ قیاسی اور اجتہادی نہیں بلکہ نص قطعی سے اس کا ثبوت ہے اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے۔ کیونکہ طلاق سے متعلق تمام آیتوں میں اس کا فاعل (یعنی طلاق دینے والا) مرد ہی کو قرار دیا گیا ہے۔ جیسے سورۂ بقرہ میں ہے کہ

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلاَّ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَ الَّذِىْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ [1]

(اے لوگو) اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پیشتر طلاق دیدی ہو لیکن (اس سے پہلے) تم نے ان کے لئے مہر مقرر کر دی تھی تو اس صورت میں ان عورتوں کیلئے مقررہ مہر کا نصف ہوگا ہاں اگر عورت نرمی برتے اور مہر معاف کردے یا وہ مرد جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے احسان کر کے (پورا مہر دیدے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں)۔

(فائدہ) مذکورہ آیت میں اولاً طلقتموہن میں طلاق کی نسبت مرد ہی کی طرف کی گئی ہے بعدہ (بیدہ عقدۃ النکاح) کہہ کر بے غبار کر دیا گیا ہے کہ نکاح کی گرہ اور بندھن مرد کے ہاتھ میں ہے چاہے تو طلاق دیکر اس گرہ کو کھول سکتا ہے ورنہ عورت بغیر طلاق کے آزاد نہیں ہو سکتی اس کے علاوہ متعدد مقامات پر طلاق کی نسبت مرد ہی کی طرف کی گئی ہے مثلاً:

اذا طلقتم النساء [2] فان طلقها [3] وان عزموا الطلاق [4] اس کے علاوہ کسی بھی آیت میں طلاق دینے کی نسبت عورت کی طرف نہیں کی گئی ہے۔

(۱) سورہ البقرہ آیت ۲۳۷ (۲) سورہ البقرۃ آیت ۲۲۳ (۳) سورۃ البقرہ آیت ۲۳۰
(٤) سورہ البقرہ آیت ۲۲۷

اسی طرح احادیث میں بھی طلاق کا اختیار مرد ہی کو دیا گیا ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ میں عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے حضورؐ سے اپنے آقا کی شکایت کی کہ میرے آقا نے اپنی باندی کا نکاح مجھ سے کردیا تھا اب وہ میری بیوی کو مجھ سے جدا کرنا چاہتا ہے اس پر آپؐ نے ممبر پر چڑھ کر ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

یا ایھا الناس ما بال احدکم یزوج عبدہ امتہ ثم یرید ان یفرق بینھما انما الطلاق لمن اخذ بالساق[1]

کہ اے لوگو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے غلام سے اپنی باندی کا نکاح کردیتا ہے اور پھر دونوں کو جدا کردینا چاہتا ہے (یاد رکھو ایسا کرنا صحیح نہیں کہ بغیر شوہر کے طلاق دیئے ہوئے اس کی بیوی کو اس سے جدا کرے) کیونکہ طلاق کا اختیار صرف مرد ہی کو ہے۔

عورتوں کو طلاق کا اختیار نہ دینے کی حکمتیں

شریعت مطہرہ نے طلاق کا اختیار عورتوں کے بجائے صرف مردوں کو دیا ہے اس میں بہت سی مصلحتیں اور حکمتیں مضمر ہیں (جن کا صحیح علم صرف خداوند قدوس کو ہے) مگر علماء نے اپنی بساط کے مطابق کچھ حکمتیں بیان کی ہیں منجملہ ان حکمتوں اور مصلحتوں کے ایک یہ ہے کہ رشتۂ نکاح کے بعد مرد عورت پر قوام اور حاکم ہوتا ہے اس لئے یہ اختیار اسی کو ملنا چاہئے کیونکہ مرد عورت کے مقابلہ میں زیادہ حقیقت پسند، معتدل مزاج اور ٹھنڈا دل ہوتا ہے، تفکر و تدبر کا مادہ اس کے اندر زیادہ ہوتا ہے، صبر و تحمل اور برداشت کرنے کی صلاحیت اس کے اندر عورتوں کے بالمقابل زیادہ ہوتی ہے۔ پھر خاندانی اور گھریلو امور کے ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے اس کے سامنے خاندان اور گھر کا وسیع مفاد ہوتا ہے۔ وہ اپنی بیوی بچے اور مستقبل میں

(۱) ابن ماجہ ص ۱۵۱ جلد ۱

نسل کی فکر رکھتا ہے۔ وہ اپنی محنت کا بہت بڑا سرمایہ خرچ کر کے اور اپنی بہت بڑی رقم کا صرفہ برداشت کر کے شادی کرتا ہے اور اپنی بیوی کا مہر ادا کر کے اپنا گھر بساتا ہے اور اس رشتہ کے ٹوٹ جانے میں اس کا بھاری نقصان ہوتا ہے تو پھر وہ بغیر کسی وجہ اور سبب کے طلاق کی بات کیسے سوچ سکتا ہے اس کے برخلاف عورتیں غیر مستقل مزاج ذرا سی ناگواری پیش آنے پر برانگیختہ ہونے والی اور بہت جلد طیش میں آکر آخری قدم اٹھا لینے والی فطرت وطبیعت رکھتی ہیں اسی بناء پر اس عقد نکاح کی بندش کو اتار پھینکنے کا شرعی حق عورت کو نہیں ملا ورنہ یہ مقدس رشتہ آئے دن ٹوٹتا رہتا اور بچوں کا کھیل بن کر رہ جاتا۔ چنانچہ اسی حقیقت کو کسی قدر وضاحت کے ساتھ مسلک حنفی کے مشہور امام علامہ ابن ہمام نے بیان کیا ہے۔

جعله بيد الرجال دون النساء لاختصاصهن بنقصان العقل وغلبة الهواء وعن ذلك ساء اختيارهن وسرع اغترارهن ونقصان الدين وعنه كان اكثر شغلهن بالدنيا وترتيب المكائد وافشاء سر الازواج وغير ذلك (۱)	کہ طلاق کا اختیار مردوں کو دیا گیا ہے نہ کہ عورتوں کو اس کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ عورتیں ناقص العقل ہونے کے ساتھ خواہشات نفس پر زیادہ عمل کرنے والی ہوتی ہیں جس کی وجہ سے اپنے اختیارات کا غلط استعمال کرنے لگتی ہیں اور جلد فریب کا شکار ہو جاتی ہیں

اور دینی حیثیت سے کمزور ہونے کی وجہ سے دنیاوی مشغلہ (بناؤ سنگار فیشن بازی) میں زیادہ منہمک رہتی ہیں (دوسرے کو بہکانے کے ساتھ خود بھی مقصد حاصل کرنے کے لئے) طرح طرح کی تدبیریں کرنے لگتی ہیں اور شوہر کے رازوں کو بھی سہیلیوں کے درمیان فاش کر دیتی ہیں۔

(۱) فتح القدیر ص ۳۲۷ جلد ۳

عورت کو طلاق کا اختیار نہ دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ شوہر کو بیوی کے نان ونفقہ اور دیگر اخراجات کے ساتھ اس کا مہر بھی ادا کرنا پڑتا ہے اور عام طور پر وہ ایک خطیر رقم ہوتی ہے۔ وقتی طور پر مرد جب اس کے ادا کرنے سے قاصر ہوتا ہے تو عورت سے مہلت مانگ لیتا ہے عورت بھی مہلت دیدیا کرتی ہے مگر طلاق کی صورت میں عورت سر چڑھ کر فوراً وصول کرنے پر آمادہ ہوجاتی ہے اس وجہ سے بھی مرد طلاق سے باز رہتا ہے، اس کے برخلاف اس میں عورت کے نفع کا پہلو سامنے ہونے کی وجہ سے وہ طلاق کو پسند کرسکتی تھی لہٰذا اگر طلاق کا اختیار عورت کو بھی دیدیا جاتا تو بعض عورت نکاح اور طلاق کو ایک پیشہ بنالیتی اور نکاح کرکے مہر وصول کرلیتی اور پھر طلاق دیکر چھٹکارا حاصل کرلیتی۔

بہر حال انہیں حکمتوں اور مصلحتوں کی وجہ سے اس عظیم انقلابی تعلق کے بندھن کو عورت کے حوالہ نہیں کیا گیا ورنہ اس کا بہت برا نتیجہ برآمد ہوتا اس کی صداقت مغربی ملکوں میں ہونے والے تماشوں سے عیاں ہے کہ جب سے انہوں نے عورتوں کو طلاق کا اختیار دیا ہے تب سے چالیس فی صد شادیاں طلاق پر منتہی ہوتی ہیں آج مغربی ممالک کی رپورٹ ہے کہ طلاق کی تعداد وہاں بڑھتی جارہی ہے جس کا اکثر وقوع عورت کی طرف سے ہورہا ہے (دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو)

نکاح ختم کرانے میں عورت کا اختیار

شریعت نے عورت کو طلاق کا اختیار تو نہیں دیا ہے مگر اس کو یکسر محروم ومجبور بھی نہیں کیا ہے کہ وہ (کالمیت فی ید الغسال) ہوکر رہ جائے اور ہمیشہ شوہر کے ظلم وزیادتی کو سہتی رہے اور اس سے چھٹکارا کیلئے کچھ نہ کرسکے بلکہ شریعت نے اسے بھی یہ گنجائش دی ہے کہ وہ اپنی رہائی اور ظالم شوہر سے گلو خلاصی کیلئے مہر معاف کرکے خلع کرلے اگر اس پر بھی شوہر راضی نہ ہو تو وہ حاکم شرعی کی عدالت میں یا قاضی شریعت کے سامنے اپنا معاملہ پیش کرکے قانون کے مطابق طلاق

حاصل کر سکتی ہے اور نکاح کو فسخ کرا سکتی ہے۔

رکن طلاق

ایسے مخصوص الفاظ کا زبان سے ادا کرنا جن میں طلاق کا مفہوم پایا جاتا ہو یا ایسی چیز پر لفظ طلاق کا لکھ دینا جس پر تحریر واضح اور باقی رہتی ہو رکن طلاق ہے۔[۱] (تحریری طلاق کی تفصیل آگے آئے گی)

لہٰذا اگر دل و دماغ میں طلاق کا خیال آیا یا طلاق کا وسوسہ پیدا ہوا یا طلاق دینے کا وہم پیدا ہوا یا دل ہی دل میں طلاق دیدیا اور زبان سے طلاق کے الفاظ استعمال نہ کئے گئے تو طلاق واقع نہیں ہوگی چنانچہ ابوہریرہؓ سے ایک حدیث منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ تجاوز عن امتی ما وسوست بہ صدرھا مالم تعمل بہ او تتکلم (متفق علیہ)[۲]

کہ اللہ تعالی نے میری امت کے قلبی خیالات اور وسوسے معاف فرمادئے ہیں جب تک ان پر عمل نہ ہو یا زبان سے ادا نہ ہو۔

وقوع طلاق کے شرائط

وقوع طلاق کی چھ شرطیں ہیں۔ طالق کا بالغ، عاقل، بیدار اور حالت ہوش میں ہونا، مطلقہ کا شرعاً منکوحہ ہونا اور ظاہراً یا دلالۃً طلاق کی نسبت اپنی منکوحہ کی طرف کرنا۔ اسی کو قدرے تفصیل کیساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

وقوع طلاق کی پہلی شرط بلوغ

طلاق دیتے وقت طلاق دینے والے کا بالغ ہونا شرط ہے۔ لہٰذا اگر نابالغ لڑکے

(۱) ورکنہ لفظ مخصوص خال عن الاستثناء (قولہ ورکنہ لفظ مخصوص) ھو ماجعل دلالۃ علی معنی الطلاق من صریح او کنایۃ (شامی ص ۴۳۱ جلد ۴) زکریا

(۲) مشکوۃ ص ۱۸ جلد ۱

نے اپنی بیوی کو طلاق دیدیا تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی ایک روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

لایجوز طلاق الصبی[۱] کہ بچے کی طلاق جائز نہیں (یعنی واقع نہیں ہو گی)۔

کیونکہ طلاق کی اہلیت کے لئے ایسی عقل کا ہونا ضروری ہے جو اچھے اور برے میں فرق کر سکے وہ نابالغ اور مجنون میں مفقود ہے۔[۲]

مراہق کی طلاق

بالغ ہونے سے قبل مراہق کی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی ہے اگرچہ مراہق کو خوب عقل وتمیز پیدا ہو گئی ہو اگر لڑکے کے اندر علامات بلوغ (انزال، احتلام، اس سے کسی عورت کا حاملہ ہونا میں سے کوئی علامت) نہ پائی جائے تو پورے پندرہ سال مکمل ہونے کے بعد بالغ شمار ہو گا اس سے قبل اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہو گی۔[۳]

نابالغ کے باپ یا کسی بھی ولی کو طلاق کا اختیار نہیں

نکاح کے اندر تو نابالغ کی طرف سے اس کے اولیاء ایجاب وقبول کر کے نکاح کرا سکتے ہیں مگر طلاق کے معاملہ میں اس کی نیابت کوئی نہیں کر سکتا لہٰذا نابالغ کی طرف سے اس کا باپ یا کوئی اور ولی اس کی بیوی کو طلاق دیدے تو طلاق واقع نہیں ہو گی طلاق دینے کا حق شریعت نے صرف شوہر کو ہی دیا ہے بشرطیکہ اس کے اندر اہلیت طلاق یعنی شرائط طلاق پائی جائیں ورنہ اہلیت یعنی بلوغ کا انتظار کیا

(۱) مصنف ابن شیبه بحواله الدرایة فی تخریج احادیث هدایه علی هامش هدایه ص ۳۵۸ جلد۲

(۲) لقوله علیه السلام کل طلاق جائز الا طلاق الصبی والمجنون ولان الاهلیة بالعقل الممیز وهما عدیم العقل .(هدایه ص ۳۵۸ جلد ۲)

(۳) لایقع طلاق المولی علی امرأة عبده الخ والصبی ولو مراهقا (درمختار علی هامش شامی ص ۴۵۱ جلد ۴ زکریا)

جائے گا۔[۱]

ہاں اگر بیحد مجبوری ہو کہ لڑکی جوان اور شوہر بچہ ہو اور لڑکی کے زنا میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو اور اسکی پاکدامنی اور عصمت پر بد نما دھبہ لگنے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں امام احمد علیہ الرحمہ کے مذہب پر عمل کر لینے کی گنجائش ہے ان کے نزدیک ممیز کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔[۲] اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ لڑکی شرعی قاضی کے پاس معاملہ پیش کر کے نکاح کو فسخ کرالے۔ جس طرح مجبوب عنین وغیرہ کی بیویوں کو تفریق قاضی کے ذریعہ دوسرے نکاح کی اجازت ہوتی ہے اسی طرح یہاں بھی نابالغ کی بیوی کو تفریق قاضی کے ذریعہ دوسرے سے نکاح کی اجازت ہو گی۔

لڑکے کی عمر میں قمری تاریخ معتبر ہو گی یا عیسوی تاریخ

لڑکے کی عمر میں اولاً علامات بلوغ کا اعتبار ہے ان کے مفقود ہونے کی صورت میں پندرہ سال کی مدت بالغ ہونے کی ہے اگر قمری تاریخ پیدائش گھر میں محفوظ نہیں اور سرکاری دفتر میں انگریزی تاریخ کے حساب سے پندرہ سال ہونے میں کمی ہے تو اسی انگریزی تاریخ کو قمری تاریخوں سے ملا کر حساب لگایا جائے گا پھر اگر قمری تاریخ کا اعتبار کرنے میں پندرہ سال یا اس سے زیادہ ہو جاتا ہے تو اس میں قمری تاریخ کا اعتبار کر کے ایسے لڑکے کی طلاق کا اعتبار کر لیا جائے گا۔[۳]

عدم بلوغ کی حالت میں دی ہوئی طلاق کا اقرار بلوغ کے بعد

عدم بلوغ کی حالت میں دی ہوئی طلاق کا اعتبار نہیں ہوتا اس لئے اگر لڑکا بالغ ہونے کے بعد اسی طلاق کو جائز قرار دیکر نافذ کرنا چاہے تو بھی وہ طلاق نافذ نہیں

(۱) ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل الخ ولا یقع طلاق الصبی ولو مراهقا لحدیث ابن ماجه الطلاق لمن اخذ بالساق (درمختار علی هامش شامی صفحه ۴۳۸ تا ۴۵۱ جلد ۵

(۲) کفایة المفتی صفحه ۳۴ جلد ۶ (۳) مستفاد فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۷۱ جلد ۹

ہو گی ہاں اگر وہ اس طرح کہے کہ میں اسی عدم بلوغ کی حالت میں دی ہوئی طلاق کو واقع کر رہا ہوں تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی مگر یہ طلاق اسی وقت کے جملے سے واقع ہو گی جو فی الحال استعمال کر رہا ہے نہ کہ عدم بلوغ کی حالت میں استعمال کئے ہوئے جملہ سے گویا اس کی بات کا محمل یہ ہو گا کہ میں اس وقت طلاق کو واقع کر رہا ہوں۔

اور اگر وہ بالغ ہونے کے بعد یوں کہتا ہے کہ میں اسی طلاق کو واقع کر رہا ہوں جس کا میں نے عدم بلوغ کی حالت میں تلفظ کیا تھا تو پھر طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ وہ اس وقت اس طلاق کی طرف اشارہ کر رہا ہے جس کے اوپر باطل ہونے کا حکم پہلے لگ چکا ہے۔[1]

بچے کی بیوی کو کوئی دوسرا طلاق دے پھر بچہ بالغ ہونے کے بعد اس کا اعتبار کرے

نابالغ بچے کی بیوی کو اس کے ولی یا کسی اور نے طلاق دیدی اور بچہ نے بالغ ہونے کے بعد اس کا اعتبار کر لیا تو یہ طلاق واقع ہو گی یا نہیں تو اس کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ بچہ بالغ ہونے کے بعد یوں کہتا ہو کہ میں نے اسی طلاق کو واقع کیا جس کو فلاں شخص نے واقع کیا تھا تو یہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ دوم یہ کہ بچہ نے بالغ ہونے کے بعد یوں کہا کہ میں فلاں شخص کی دی ہوئی طلاق کو جائز مانتا ہوں تو اس کا اعتبار نہیں ہو گا اس سے اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہو گی۔[2]

(۱) لایقع طلاق المولی علی امراۃ عبدہ الخ والصبی ولو مراھقا او اجازہ بعد البلوغ اما لو قال اوقعتہ وقع لانہ ابتداء ایقاع (درمختار) (قولہ او اجلز بعد البلوغ) لانہ حین وقوعہ وقع باطلا والباطل لایجلز قولہ لانہ ابتداء ایقاع لان الضمیر فی اوقعتہ راجع الی جنس الطلاق ومثلہ مالو قال اوقعت ذلک الطلاق بخلاف قولہ اوقعت الذی تلفظتہ فلنہ اشارۃ الی المعین الذی حکم ببطلانہ (شامی ص ۴۵۱ جد۴

(۲) ولو ان رجلا طلق امرأۃ الصبی فقال الصبی بعد بلوغہ او قعت الطلاق الذی اوقعہ فلان یقع ولو قال اجزت ذلک لایقع شی (عالم گیری ص ۳۵۲ جلد ۱

نابالغ بچہ کو کسی نے طلاق دینے کا وکیل بنایا

اگر کسی نے نابالغ بچہ کو وکیل بنایا کہ تم میری بیوی کو طلاق دیدو اور بچہ نے وکیل بالطلاق بن کر طلاق دیدی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ [1]

وقوع طلاق کی دوسری شرط عقل ہے

وقوع طلاق کے لئے طلاق دینے والے کا عقلمند ہونا شرط ہے لہٰذا پاگل کی طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ اس کے اندر کسی معاملہ میں تصرف کرنے کی اہلیت نہیں ہے۔ [2]

جنون کی تعریف

جنون اس دماغی قوت کے خلل اور خراب ہو جانے کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ انسان اچھی اور بری چیزوں کے درمیان تمیز کرتا ہے اور اس قوت مدرکہ کے مفقود ہو جانے کی وجہ سے انسان کی نگاہ اپنے عمل کے نتائج پر نہیں رہتی۔ پھر اس کے اسباب مختلف ہوتے ہیں۔ کبھی تو انسان پیدائشی پاگل ہوتا ہے اور کبھی دماغی توازن کثرت اختلاط یا کسی مصیبت کی وجہ سے راہ اعتدال سے ہٹ جاتا ہے، یا کبھی شیطانی تسلط اور خیالات فاسدہ کے بار بار اس کے دل میں آنے کی وجہ سے وہ بلا وجہ کبھی ہنستا ہے اور کبھی گھبراتا ہے۔ [3]

---

(۱) ولو کان الصبی وکیلا بالتطلیق من قبل رجل فطلق الصبی صح (عالمگیری ص۳۵۳ ج۶

(۲) لقوله علیه السلام کل طلاق جائز الاطلاق الصبی والمجنون ولان الاهلیة بالعقل الممیز وهما عدیم العقل (هدایه صفحه ۳۵۸ جلد ۲

(۳) المجنون قال فی التلویح الجنون اختلاط القوة الممیز بین الامور الحسنة والقبیحة المدرکة للعواقب بان لا تظهر اثارها وتتعطل افعالها اما لنقصان جبل علیه دماغه فی اصل الخلقة واما لخروج مزاج الدماغ عن الاعتدال بسبب خلط او افة واما لا ستیلاء ا الشیطان علیه والقاء الخیالات الفاسده الیه بحیث یفرح ویفزع من غیر ما یصلح سببا (شامی ص ۴۵۱ جلد ۴

معتوہ کی طلاق

عتاہت بھی جنون کی ایک قسم ہے اس سے بھی عقل مختل ہو جاتی ہے اور آدمی صحیح انداز فکر سے محروم ہو جاتا ہے ہوش وحواس قابو میں نہیں رہتے۔ ایسے شخص کی بھی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ اس کا تصرف شعور سے خالی ہے البتہ اگر افاقہ کے بعد طلاق دیگا تو واقع ہو جائے گی۔ [1]

برسام میں مبتلا کی طلاق

برسام بھی جنون ہی کی ایک قسم ہے علامہ شامیؒ کتب طب سے نقل کرتے ہیں کہ برسام ایک قسم کا گرم پھوڑا ہوتا ہے جو جگر کے پاس اندرون پہلو میں نکلتا ہے پھر آہستہ آہستہ دماغ تک پہنچ کر عقل کو مختل کر دیتا ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کی دی ہوئی طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔ [2]

حالت برسام میں دی ہوئی طلاق کا اظہار اس سے صحت کے بعد

مبتلائے برسام نے حالت برسام میں طلاق دی پھر صحت پاکر اس نے طلاق کا اظہار بایں طور کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے پھر اس کے بعد یوں کہتا ہے کہ میں نے یہ اسلئے کہا کہ مجھے وہم ہو گیا ہے اس طلاق کے متعلق جو میں نے بحالت برسام دی تھی تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ اظہار صرف حکایۃً اور نقلاً ہے تو اس کا اعتبار کرلیا جائے گا اور اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی اور اگر حکایت اظہار نہیں بلکہ اقرار ہے تو پھر طلاق واقع ہو جائے گی۔ [3]

(۱) ولا یقع طلاق الصبی الخ وکذلک المعتوہ لایقع طلاقه ایضا وهذا اذا کان فی حالة العته اما فی حالة الافاقة فالصحیح انه واقع (عالمگیری ص ۳۵۳ جلد ۱)

(۲) لایقع طلاق المولی علی امرأة عبده الخ والمبرسم (درمختار) وفی بعض کتب الطب انه ورم حار یعرض للحجاب الذی بین الکبد والامعاء ثم یتصل بالدماغ (شامی ص ۴۵۲ ج ۴

(۱) طلق المبرسم فلما صحا قال قد طلقت امرأتی ثم قال انما قلته لانی توهمت وقوع الطلاق الذی تکلمت به فی البرسام ان کان فی ذکره وحکایته صدق والا لا کذا فی الوجیز الکردی (عالمگیری ص ۳۵۳ جلد ۱

مجنون کسی وقت ہوش میں آکر طلاق دے

مجنون اگر کسی وقت ہوش میں آکر طلاق دیدے تو اس کا حکم ممیز لڑکے کی طرح ہے یعنی اس کے بعض تصرفات کو ولی جائز رکھے تو صحیح ورنہ نہیں یعنی اگر ولی نے اس مجنون کی طلاق کا اعتبار کر لیا تو طلاق واقع ہو جائے گی ورنہ نہیں مگر طلاق کی اجازت ولی بھی نہیں دے سکتا۔[1]

مجنون کی طرف سے کسی کو طلاق دینے کا حق نہیں

مجنون کی طرف سے باپ بھائی اور دیگر اولیاء وغیرہ کسی کو بھی طلاق دینے کا حق نہیں کیونکہ طلاق دینے کا حق صرف شوہر کا ہے (لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الطلاق لمن اخذ بالساق) البتہ امام محمد کا یہ مذہب ہے کہ جنون کی حالت میں مجنون کو ایک سال کی مہلت دی جائے اگر اچھا نہ ہو تو قاضی تفریق کرادے اسی پر فتویٰ ہے قاضی کا مسلمان ہونا شرط ہے۔[2] (باب التفریق میں اس کی تفصیل آرہی ہے)

وقوع طلاق کی تیسری شرط ہوش وحواس کا ہونا ہے

طلاق دینے والے کا ہوش وحواس میں ہونا بھی شرط ہے بیہوش کی طلاق واقع نہیں ہوتی خواہ بے ہوشی سرسام یا کسی بیماری یا دوا کے استعمال کرنے یا کسی اور وجہ سے ہو چنانچہ حضرت ابوہرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:

---

(۱) وان ضار کالطلاق الخ لا وان اذن بہ ولیھما (الدرالمختار علی ھامش ردالمختار کتاب الماذون صفحہ ۱۵۰ جلد ۵) واما الذی یجن ویفیق فحکمہ کممیز نھا یہ کتاب الحجر ۱۲۳ جلد ٦ بحوالہ فتاوی دارالعلوم دیوبند نعمانیہ ص ۱۳۷ جلد ۹

(۲) ولا یقع طلاق المولی علی امرأۃ عبدہ الخ المجنون والصبی (درمختار علی ھامش شامی صفحہ ٤٥۱ جلد ٤) ولا یتخیر احدھما ای الزوجین بعیب الاخر فاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن وخالف الائمۃ الثلاث فی الخمسۃ لو بالزوج ولو قضی بالرد صح (درمختار) ومحمد فی الثلاثۃ الاول لو بالزوج کما یفھم من البحر (شامی ص ۱۷۵ جلد ۵

کل طلاق جائز الاطلاق المعتوۃ والمغلوب علی عقلہ[۱] کہ ہر طلاق جائز (اور واقع ہے) مگر بے ہوش آدمی کی طلاق اور جس کا دماغ خراب ہو گیا ہو (یعنی جس کے حواس قائم نہ ہوں اس کی طلاق واقع نہیں ہو گی۔

غشی کی تعریف اور ایسی حالت میں دی ہوئی طلاق کا حکم

غشی دل و دماغ میں ایسی دہشت اور خوف کی کیفیت کا سما جانا ہے جس سے عقل اور دماغ کی قوتیں معطل ہو جاتی ہیں اور قوت مدرکہ متحرکہ ماؤف ہو کر کام کرنے سے رک جاتی ہے اس لئے ایسی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔[۲]

مدہوش اور خوف زدہ کی طلاق

دہشت، خوف یا خطرناک چیز کی وجہ سے عقل اس قدر مختل اور خراب ہو جائے کہ کسی چیز میں امتیاز نہ کر سکے مثلاً آسمان و زمین اور رات و دن وغیرہ، میں فرق نہ کر سکے تو ایسی کیفیت کو جنون ہی کی قسم میں شمار کیا گیا ہے اور علامہ شامی ایک سوال اور جواب کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہو گی۔[۳]

بڑھاپے یا بیماری یا کسی مصیبت کیوجہ سے عقل خراب ہو

اگر کوئی بڑھاپے یا شدت مرض یا دیگر مصائب میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اپنی دماغی قوت کھو بیٹھے تو ایسے شخص کو بھی مدہوش کہا جاتا ہے جب تک وہ اس میں مبتلا رہے اس وقت تک اس کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کی دی ہوئی طلاق بھی معتبر نہیں ہو گی۔[۴]

---

(۱) مشکوۃ شریف ص ۲۸۴ جلد ۲ (۲) لایقع طلاق المولی علی امرأۃ عبدہ الخ والمغمی علیہ هو لغة المعشی (درمختار) قال فی التحریر الاغماء آفة فی القلب او الدماغ تعطل القوی المدرکه والمحرکه عن افعالها مع بقاء العقل مغلوبا (شامی ص ۴۵۲ ج ۴)

(۳) (والمدهوش) فانه فی القاموس قال بعده او ذهب عقله حیاء او خوفا وهذا هو المراد هنا ولذا جعله فی البحر داخلا فی المجنون الخ وسئل نظما... فاجاب نظماً ایضا بان الدهش من اقسام الجنون فلا یقع (شامی ۴۵۲ ج ۴)

(۴) وکذا یقال فیمن اختل عقله لکبر او لمرض او لمصیبة فأجاته فما دام فی حال غلبة الخلل فی الاقوال والافعال لا تعتبر اقواله وان کان یعلمها ویریدها (شامی ۴۵۳ ج ۴)

بخار کی مدہوشی میں طلاق

بخار میں اس قدر مدہوش ہو کہ کانپ رہا ہو زبان سے کیا نکل رہا ہے اور کیا بول رہا ہے اس کو معلوم نہیں تو ایسے شخص کی طلاق واقع نہیں ہو گی مگر یہ حالت، شدید بخار کی حالت ہی میں ہو سکتی ہے ہلکا بخار جس میں آدمی کا شعور باقی رہتا ہے اس کی طلاق واقع ہو جائے گی۔ کیونکہ طلاق کیلئے صحت شرط نہیں ہے۔[1]

سحر اور جادو کیوجہ سے بے ہوش اور حواس باختہ کی طلاق

اگر کسی پر اس قدر سحر اور جادو کر دیا گیا کہ اس کی عقل مختل ہو گئی جو جی میں آتا ہے بکتا رہتا ہے، نتیجہ اور انجام پر غور نہیں کر پاتا کہ کیا ہو گا تو ایسے شخص کو بھی مدہوش کہا جائے گا جب تک اس کی یہ حالت ہے اس کے قول و فعل کا کوئی اعتبار نہیں بنا بریں اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہو گی۔[2]

مجذوب کی طلاق

مجذوب کی ایسی حالت ہو کہ ہوش و حواس درست نہیں وہ کیا کرتا ہے اور کیا کہتا ہے نہ تو اس پر قابو رکھتا ہے اور نہ سمجھتا ہے تو ایسے مجذوب شخص کی بھی طلاق واقع نہیں ہو گی۔[3]

البتہ جذب کی حالت اگر صرف صوفیانہ ہے (جس کو فنا فی اللہ کہا جاتا ہے) تو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی۔

مرگی کی حالت میں طلاق

جس شخص کو مرگی کی بیماری ہوتی ہے اس کی دو حالتیں ہیں حالت مرض اور

(۱) لایقع طلاق المولی علی امرأة عبده الخ والمغمی علیه... والمدهوش (درمختار علی الشامی ص ۴۵۲ ج ۴ (۲) ایضا درمختار۔ وفتاوی محمودیه ص ۲۲۸ ج ۱۱
(۳) فتاوی محمودیه ص ۳۸۳ ج ۱۰

حالت صحت، مرض کے طاری ہونے کی صورت میں وہ بالکل مدہوش ہو جاتا ہے۔ اس کی اس وقت کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی اور حالت صحت میں وہ بالکل باشعور رہوتا ہے اس لئے اس وقت کی طلاق واقع ہو جائے گی۔ [1]

کم عقل اور بیوقوف کی طلاق

ایک ایسا شخص جو بات چیت اچھی طرح کرتا ہے کپڑے وغیرہ بھی ٹھیک ٹھاک رکھتا ہے لیکن معاملات میں نقصان اٹھاتا ہے دس کی چیز پانچ ہی میں فروخت کر دیتا ہے کبھی روپے پیسے کی لالچ میں کچھ بھی کر لیتا ہے تو عجب نہیں کہ اگر کوئی روپئے کی لالچ دے تو وہ بیوقوفی میں بیوی کو طلاق بھی دیدے۔ تو ایسے شخص کو مجنون نہیں کہیں گے یہ سفاہت اور کم عقلی ہے ایسے شخص کی طلاق واقع ہو جائے گی۔ [2]

مرض الموت میں طلاق

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ اگر مرض نے خطرناک صورت اختیار نہ کیا ہو بلکہ عقل وشعور باقی ہو، تو مریض کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے، البتہ اگر مرض الموت میں طلاق دی جائے تو اس کے احکام ضرور بدل جاتے ہیں اس میں قدرے تفصیل ہے، یہ مسئلہ اگرچہ باب المیراث کا ہے مگر تھوڑی وضاحت ہم یہاں بھی کر دیتے ہیں۔ مسائل سے پہلے یہ سمجھتے چلیں کہ ایسے موقع پر طلاق دینے والے کو فار (بھاگنے والا) کہا جاتا ہے کیونکہ آخری وقت میں وہ طلاق دیکر عورت کو حق وراثت سے محروم کر کے فرار اختیار کرنا چاہتا ہے۔ (کما فی الشامی ویقال له الفار لفراره من ارثها)

---

(۱) ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل الخ او مریضا (درمختار) ای لم یزل عقله بالمرض بدلیل التعلیل (درمختار مع الشامی ص ۴۳۸ تا ۴۴۹ جلد ۴)

(۲) ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبد الخ او هازلا... او سفیها خفیف العقل (درمختار) وشرحه السفه فی اللغة الخفة وفی اصطلاح الفقها خفة تبعث الانسان علی العمل فی ماله بخلاف مقتضی العقل (شامی ص ۴۴۴ ج ۴)

مگر فرار کا اطلاق اور اس پر حکم کا مرتب ہونا صرف طلاق بائن یا طلاق مغلظہ میں ہوتا ہے طلاق رجعی دینے والے کو فار نہیں کہیں گے۔[۱]

نیز اگر مرد نے ایسے مرض میں طلاق دی جس میں چلنے پھرنے کی قدرت ہو اور موت کے آثار موجود نہ ہوں تو ایسے موقع پر طلاق دینے والے کو نہ فار کہیں گے اور نہ ایسے مرض کو مرض الوفات۔[۲]

اب اصل مسئلہ کی طرف آیئے کہ ایسا مرض جس میں انسان زندگی سے بالکل ناامید ہو چکا ہو مرض الوفات کہتے ہیں ایسی حالت میں اگر کوئی اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور عورت کی عدت گزارنے کے دوران اس کا انتقال ہو جائے تو یہ عورت اپنے شوہر کی وراثت سے محروم ہو جائے گی یا نہیں تو اس کی اصل میں دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ شوہر نے بیوی کو طلاق رجعی دی ہو تو اس صورت میں عورت وراثت سے محروم نہیں ہو گی خواہ طلاق عورت کے مطالبہ پر دی گئی ہو یا بغیر مطالبہ کے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ طلاق بائن دی ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں، اول یہ کہ عورت کے مطالبہ پر اگر طلاق دی گئی ہے تو عورت وراثت سے محروم ہو جائے گی کیونکہ عورت نے خود طلاق کا مطالبہ کیا ہے اور خود کردہ را علاجے نیست۔ اور اگر بغیر عورت کے مطالبہ کے طلاق دی گئی ہے تو عورت وراثت سے محروم نہیں ہو گی۔

مسئلہ اگر عورت نے طلاق رجعی کا مطالبہ کیا یا مطلقاً طلاق کا مطالبہ کیا مثلاً یوں کہا کہ مجھے طلاق دیدو اس پر مرد نے طلاق بائن یا طلاق مغلظہ دیدی تو عورت زوجیت سے تو نکل جائے گی مگر مستحق وراثت ہو گی کیونکہ عورت کا مطالبہ طلاق رجعی کا تھا یا مطلقاً طلاق کا تھا جو رجعی ہی پر محمول ہوتا ہے اور شوہر نے اس کے

---

(۱) البائن قید به لان حکم الفرار لا یثبت الا به بحر لان الرجعی لافرار فیه (شامی ص ۱۳ ج ۵

(۲) فلو قدر علی اقامة مصالحه فی البیت کالوضوء والقیام الی الخلاء لایکون فارا (شامی ٤ ج٥)

خلاف کیا ہے اس لئے بیوی وراثت سے محروم نہیں ہوگی۔[1]

طلاق رجعی کی عدت میں بیوی کا انتقال ہوجائے تو شوہر وارث ہوگا

جس طرح طلاق رجعی میں عورت بہر صورت وارث ہوتی ہے اسی طرح اگر طلاق رجعی کی عدت کے دوران بیوی کا ہی انتقال ہو جائے تو شوہر بھی اپنی بیوی کے مال کا وارث ہو گا، فتاوی عالم گیری میں قدرے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

الرجل اذا طلق امرأته طلاقا رجعيا في حال صحته او في حال مرضه برضاها او بغير رضاها ثم مات وهي في العدة فانهما يتوارثان بالاجماع[2]	شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی خواہ صحت کی حالت میں دی ہو یا مرض کی حالت میں عورت کے مطالبہ پر دی ہو یا بغیر مطالبہ کے پھر اسی عدت کے زمانہ میں شوہر کا انتقال

ہوگیا ہو تو دونوں ایک دوسرے کے وارث ہونگے۔

غصہ کی حالت میں طلاق کا حکم

علماء نے غضب اور غصہ کے تین درجے بیان کئے ہیں اول درجہ غصہ کی ابتدائی حالت کا ہے کہ جس میں آدمی کی عقل خراب نہیں ہوتی بلکہ ہوش وشعور باقی رہتا ہے اور وہ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے یا جو کچھ کہتا ہے اس کو جانتا اور سمجھتا ہے اس کا حکم تو ظاہر ہے کہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ دوسرا درجہ منتہائے غضب کا ہے کہ آدمی غصہ سے اس قدر مبہوت ہو جائے کہ اس کو اپنے قول وفعل کا بالکل پتہ نہ رہے تو

---

(۱) وكذا ترث طالبة رجعية (درمختار) اى فى مرضه كما هو الموضوع واحترز بالرجعية عما لو ابانها بأمرها كما يذكر قوله (او طلاق فقط) اى بان قالت له فى مرضه طلقنى فطلقها ثلاثا فمات فى العدة ترثه اذ صار مبتدئا فلا يبطل حقها فى الارث كقولها طلقنى رجعية فابانها جامع الفصولين قول (لان الرجعى لايزيل النكاح) اى قبل انقضاء العدة اى فلم تكن راضية باسقاط حقها بخلاف ما لو طلبت البائن (شامى ص ۹ ج ۵) زكريا

(۲) عالمگیری ص ٤٦٢ ج ۱ دار الكتاب ديوبند)

اس کا حکم بھی عام علماء کے نزدیک ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی طلاق واقع نہیں ہو گی۔

تیسرا درجہ درمیانی غصہ کا ہے کہ آدمی دوسری حالت کی طرح بالکل مدہوش وبے شعور تو نہ ہوا ہو مگر پہلی حالت کے مقابلہ میں غصہ میں تیزی آگئی ہو جس کی وجہ سے وہ آپے سے باہر ہو رہا ہو تو اس حالت کی طلاق محل نظر ہے علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق واقع نہیں ہو گی مگر غایہ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ طلاق واقع ہو جانی چاہئے علامہ شامی فرماتے ہیں کہ یہی قول ہمارے موافق ہے یعنی احناف کے یہاں وقوع طلاق پر ہی فتویٰ ہے۔[1]

ضروری وضاحت

اوپر علامہ شامی کی پیش کردہ عبارت سے معلوم ہوا کہ انتہائی غضب کی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اور بہت سے مفتیان کرام نے بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے مگر یہ فتویٰ دیانۃً ہے قضاءً تو وقوع طلاق ہی کا فیصلہ کرنا چاہئے کیونکہ شامی میں باب التعلیق کی جو عبارت ہے وہ ہر حال میں وقوع طلاق کو چاہتی ہے۔ علماء محققین، صاحب فتح وخانیہ وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور تمام تفریعات فقہیہ سے بھی طلاق غضبان کے وقوع کا ثبوت ملتا ہے اور حقیقت میں حنفیہ کا مذہب بھی یہی ہے اور علامہ شامی نے بھی باب فی طلاق المدہوش میں اسی بات کو اشکال کہہ کر بیان کیا ہے اگرچہ علامہ نے پھر اس کا جواب بھی دیا ہے مگر وہ جواب کافی نہیں ہے کیونکہ حرمت

(۱) قلت وللحافظ ابن القيم الحنبلي رسالة في طلاق الغضبان قال فيها انه على ثلاثة اقسام احدها ان يحصل له مبادى الغضب بحيث لا يتغير عقله ويعلم ما يقول ويقصده وهذا لااشكال فيه، الثاني ان يبلغ النهاية فلا يعلم ما يقول ولايريده فهذا لاريب انه لا ينفذ شي من اقواله، الثالث من توسط بين المرتبتين بحيث لم يصر كالمجنون فهذا محل النظر الادلة تدل على عدم نفوذ اقواله ملخصا من شرح الغاية الحنبلية لكن اشار في الغاية الى مخالفته في الثالث حيث قال ويقع طلاق من غضب خلافا لابن قيم وهذا الموافق عندنا لما مر في المدهوش (شامی ص ۴۵۲ ج ۴)

فروج کے باب میں احتیاط تام لازم ہے۔ [1] (شامی کی عبارت حاشیہ پر ملاحظہ ہو)

دیانۃً وقضاءً کا مطلب

مسائل طلاق میں بار بار دیانۃً اور قضاءً کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے بعض مسئلہ میں صرف دیانۃً وقوع طلاق کا حکم ہوتا ہے تو بعض میں صرف قضاءً اور بعض میں دونوں طرح طلاق معتبر ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا مطلب اور دونوں کے مابین باہمی فرق واضح کردینا مناسب ہے۔ دیانۃً کا مطلب یہ ہے کہ طلاق کے وقوع و عدم وقوع اور غلط و صحیح ہونے کا سارا مدار طلاق دینے والے کی نیت پر ہے کہ وہ جانے اور اس کا خدا جانے اسی کو فیما بینہ وبین اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور قضاءً کا مطلب یہ ہے کہ اس کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ قرینہ اور ظاہر حال کے اعتبار سے فیصلہ ہوگا۔ چاہے اس کی نیت کچھ بھی ہو۔ کیونکہ قاضی ہر شخص کے ظاہر حالت کا ذمہ دار ہے ظاہر حال جو تقاضا کریگا اسی کے اعتبار سے فیصلہ ہوگا۔ اس کے بر خلاف مفتی سائل کے سوال کے مطابق جواب دیتا ہے اگر سائل کی نیت طلاق کی نہ تھی اور اس کا اظہار کررہا ہے تو مفتی عدم وقوع ہی کا فتویٰ دیگا۔ جیسے انتہائی غضب کی حالت میں وہ مدہوش ہونے کا دعوی کرتا ہے تو دیانۃً عدم وقوع طلاق ہی کا فیصلہ کیا جائے گا اسی طرح کسی نے تین مرتبہ لفظ طلاق استعمال کرکے کہا کہ میری نیت پہلے کلمہ کی تاکید تھی مزید طلاق دینے کا ارادہ نہیں تھا تو مفتی اس کا اعتبار کرکے ایک طلاق رجعی کا فتویٰ دیگا، مگر قاضی تین طلاق مغلظہ ہی کا فیصلہ کریگا۔ چنانچہ علامہ شامیؒ اسی کی وضاحت فرمارہے ہیں۔

(۱) نعم يشكل عليه ما سيأتي في التعليق عن البحر وصرح به في الفتح والخانية وغيرهما وهو لوطلق فشهد عنده اثنان انك استثنيت و هو غير ذاكر ان كان بحيث اذا غضب لايدرى ما يقول وسعه الاخذ بشهادتهما والا لا فان مقتضاه انه اذا كان لايدرى ما يقول يقع طلاقه والا فلا حاجة الى الاخذ بقولهما انك استثنيت وهذا مشكل جداً الا ان يجاب الخ (شامی ص ۴۵۳ ج ۴

ای تصح نیته فیما بینه وبین ربه تعالی الخ فیفتیه المفتی بعدم الوقوع اما القاضی فلا یصدقه ویقضی علیه بالوقوع لانه خلاف الظاهر بلاقرینة[1]

پس اس کی نیت اس کے اور اس کے رب کے درمیان صحیح ہوگی۔ لہٰذا مفتی اس کی نیت کا اعتبار کرتے ہوئے عدم وقوع طلاق کا فتویٰ دیگا مگر قاضی اس کی نیت کی تصدیق نہ کرکے وقوع طلاق ہی کا فیصلہ کریگا اس لئے کہ یہ ظاہر کے خلاف ہے اور اس کے خلاف کوئی قرینہ بھی نہیں ہے۔

(نوٹ) مگر اس بے راہ روی کے دور میں مفتی کو بھی عدم تاکید کا اعتبار کرتے ہوئے طلاق ثلاثہ ہی کا فتویٰ دینا چاہئے (تاکید کے ذیل میں اس کی تفصیل آئے گی)

طلاق سکران کی بحث

نشہ کی حقیقت

دماغ پر سرور و مستی کا اس قدر غالب آجانا کہ انسان آسمان وزمین اور مرد وعورت کے مابین فرق نہ کرسکے یا بے معنیٰ گفتگو کرنے لگے اور ہیجان میں آکر اول فول بکنے لگے تو ایسی کیفیت کا نام نشہ ہے۔[2]

نشہ کی حالت میں طلاق کا حکم

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ مجنون ومدہوش کی طرح سکران بھی فاتر العقل

(۱) شامی ص ٤٦٢ ج ٤ (۲) (اوسکران) السکر سرور یزیل العقل فلا یعرف به السماء من الارض وقالا بل یغلب علی العقل فیهذی فی کلامه (شامی ص ٤٤٤ ج٤) وقوله (بأن زال عقله) بیان لحد السکر فعند ابی حنیفة السکران من النبیذ الذی یحدهوا الذی لایعقل منطقا قلیلا ولا کثیرا ولا یعقل الرجل من المرأة ولا الارض من السماء وقال هوالذی یهذی ویختلط کلامه غالبا (بحرالرائق ص ٤٦ جلده

ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ مجنون ومدہوش کی طرح اس کی طلاق بھی واقع نہ ہو مگر مقدمۂ طلاق میں فقہاء احناف نے اس سکر کو از راہ زجر و توبیخ نا قابل اعتبار قرار دے کر اس کی دی ہوئی طلاق کو معتبر مانا ہے۔ کیونکہ اسلام میں نشہ کے استعمال کی سخت ممانعت ہے اور اس نے شراب یا اس جیسی نشہ آور چیز استعمال کر کے ایک جرم عظیم کا ارتکاب کیا ہے اس لئے سکران کو لزوم احکام میں بمنزلہ ہوشیار اور حکم میں بمرتبۂ عاقل قرار دیکر اس کی طلاق کا اعتبار کر لیا گیا ہے۔[1]

حالت نشہ میں وقوع طلاق کی حکمت

اللہ کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت حضرت انسان کیلئے عقل ہے اسی نعمت عظمیٰ کیوجہ سے وہ تمام مخلوقات سے ممتاز ہے وہ اللہ کی اس نعمت کا شکر ادا کرنے سے قاصر ہے اسی عقلمندی کیوجہ سے وہ تمام مخلوق پر حکومت کرتا ہے مگر تمام چیزوں کا مالک مختار صرف اللہ ہے انسان اپنی جان تو کیا ایک عضو کا بھی مالک نہیں کہ اس کو کاٹ کر علیحدہ کردے اور کسی کو دیدے ایک انگلی کو بھی اگر بلاوجہ خود سے تلف کرتا ہے تو شریعت کی نگاہ میں بڑا مجرم اور گستاخ گردانا جاتا ہے۔ تو بھلا شراب جیسی مہلک و ممنوع اور حرام چیز کو استعمال کر کے عقل جیسی عظیم نعمت کو زائل کر دینا کیوں کر ظلم عظیم نہیں ہوگا پھر اس کے بعد طلاق جیسے قبیح فعل کا بھی ارتکاب کرے اور اس کو نظر انداز کر دیا جائے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ایسا شخص تو شریعت کی نگاہ میں قابل مواخذہ اور سخت سے سخت سزا کا سزاوار ہے۔

المناک بات یہ ہے کہ ہمارے ملک کے غیر مقلدین علماء جو خود کو اہل حدیث کہتے ہیں اس مسئلہ میں عدم وقوع طلاق کے قائل ہیں اور ہمارے بعض حنفی

(۱) ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو تقدیرا بدائع لیدخل السکران الخ فان طلاقہ صحیح (درمختار) فانہ فی حکم العاقل زجرا لہ فلا منافاۃ بین قولہ عاقل وقولہ الاتی او سکران (شامی ص ۴۳۸ ج ۴)

بزرگوں کا میلان بھی اسی بات کی طرف ہے مگر ان کا قول مفتی بہ نہیں بلکہ فتویٰ اس قول پر ہے جس کو اہل الترجیح نے راجح قرار دیا ہے کیونکہ طلاق سکران کا معتبر اور نافذ ہونا جمہور کا مسلک ہے چنانچہ صاحب بدائع اس کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

واما السکران اذا طلق امرأته فان کان سکره بسبب محظور بان شرب الخمر او النبیذ طوعا حتی سکر وزال عقله فطلاقه واقع عند عامة العلماء وعامة الصحابه رضی الله عنهم[1]

کہ بہر حال نشہ سے بدمست نے اگر اپنی بیوی کو طلاق دیدیا اور اس کے نشہ کا سبب کوئی ناجائز چیز مثلاً شراب یا نبیذ (وغیرہ) کا خوشی اور اپنی مرضی سے استعمال کرنا ہو اور نشہ بھی اسقدر ہو کہ اس کی وجہ سے اس کی عقل خراب ہوگئی ہو تو جمہور صحابہ اور جمہور علماء کے نزدیک اس کی طلاق واقع ہو جائے گی۔

پھر جمہور کے بالمقابل حضرت عثمانؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے آثار سے عدم وقوع کو ثابت کرنا اور حنفیہ میں سے امام طحاویؒ اور امام کرخیؒ کے مرجوح اور غیر مفتی بہ قول کو اختیار کرنا اور در مختار و کفایہ کی بعض ناقابل اعتماد عبارت کی وجہ سے جمہور صحابہؓ کے قول اور فقہاء احناف کی قابل اعتماد عبارت کو چھوڑ کر غیر مفتی بہ قول کو راجح قرار دینا ترجیح بلا مرجح عمل بالمرجوح لازم آتا ہے جو غیر مناسب ہے۔
بعض حضرات فرماتے ہیں کہ شراب نوشی کے جرم میں متعینہ اسی کوڑے پر مزید وقوع طلاق کا فیصلہ ایک سزا کا اضافہ ہے مگر بندہ ناچیز کو ان سے اتفاق نہیں۔ مزید سزا کا اضافہ تو جب ہوتا کہ وقوع طلاق کا حکم مطلقاً لگایا جاتا خواہ نشہ کی حالت میں طلاق کا لفظ استعمال کیا ہو یا نہ کیا ہو مگر یہاں تو صرف اس شراب نوش کی طلاق

(۱) بدائع الصنائع ص ۱۰۸ ج ۳

کے واقع ہونیکا فیصلہ ہے جو نشہ کی حالت میں طلاق دے۔ کیا نشہ کی حالت میں طلاق کے علاوہ دوسرے جرائم پر حدیں جاری نہیں ہوتیں کیا نشہ کی حالت میں نماز روزہ اور دیگر فرائض کے چھوٹ جانے سے ان کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا۔

شراب اور نشہ آور چیزوں پر ہندوستان میں پابندی نہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم بھی شرعی مسائل میں سست پڑ جائیں اور عدم وقوع طلاق کا حکم لگا کر شراب نوشی کیلئے مزید راستہ ہموار کریں بلکہ ہمارے لئے تو اور بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم اس قدر احتیاط سے کام لیں کہ جس سے نشہ کے استعمال میں کمی ہو اور آئندہ کیلئے ایسے جرائم کا سدباب ہو جائے اسی حکمت و مصلحت کیوجہ سے تو شریعت مطہرہ نے ابتداءً شراب کی حرمت کے بعد شراب کے برتنوں کے استعمال کو بھی ممنوع قرار دیا تھا تاکہ اس سے بالکلیہ اجتناب ہو جائے لوگوں کے دلوں میں اس کی قباحت بیٹھ جائے اور لوگ اس سے نفرت کرنے لگیں۔ بنابریں نشہ سے بدمست کی طلاق کے وقوع کا فیصلہ شریعت کا حکیمانہ فیصلہ ہے تاکہ دوسرے کو بھی اس سے سبق ملے اور شراب نوشی سے باز آجائے۔

بعض ایسے نشے جن میں طلاق واقع نہیں ہوتی

وہ نشہ جو ایسی چیز کے استعمال سے پیدا ہوا ہو جس کا کھانا پینا حلال ہے مگر اس کا استعمال بے اعتدالی سے اس طرح کیا گیا کہ نشہ چڑھ گیا جیسے پان تمباکو تو حلال ہے مگر بغیر عادت کے کھالیا یا عام مقدار سے زیادہ استعمال کر لیا جس کی وجہ سے نشہ چڑھ گیا یا پیٹ بھر کر کھانا کھانے سے نشہ میں مبتلا ہو گیا یا بعض ایسی دواؤں کے استعمال سے نشہ چڑھ گیا جو نشہ آور ہوتی ہیں تو ایسے نشوں کی حالت میں طلاق دینے سے طلاق کا وقوع نہیں ہوگا۔[1]

(۱) نعم لوزال عقله بالصداع او بمباح لم يقع (درمختار على هامش شلمى ص ٤٤٧ ج ٤

نیز شراب، بھنگ، تاڑی اور بعض دیگر نشہ آور اشیاء جن کا استعمال شرعاً حرام ہے ان سے بھی نشہ کی کچھ ایسی صورتیں ہیں جن میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔ (الف) اگر کسی نے کوئی ایسی چیز استعمال کیا جس کے نشہ آور ہونے سے ناواقف تھا مگر سوءِ اتفاق کہ وہ نشہ آور نکلی تو ایسی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی (كما قال النبى صلى الله عليه وسلم رفع عن امتى الخطأ والنسيان) (ب) اگر کسی کو شراب یا اس جیسی نشہ آور چیزیں جبراً و قہراً پلائی گئیں کہ اگر استعمال نہ کرتا تو جان کے خطرے میں پڑ جانے یا نا قابل برداشت نقصان کا غالب گمان تھا تو ایسے نشہ کی حالت میں بھی طلاق واقع نہیں ہو گی۔ (ج) کوئی شخص بھوک کی وجہ سے حالت اضطرار کو پہنچ گیا اور نشہ آور چیزوں کے علاوہ کوئی حلال چیز موجود نہیں تھی جس کو کھا کر جان بچاتا تو ایسی حالت میں حرام چیز کے استعمال کی بھی شریعت نے اجازت دی ہے لہٰذا ایسی حالت میں اگر نشہ آور چیز استعمال کر کے بھوک کو ختم کیا مگر نشہ آ گیا اور پھر اپنی بیوی کو طلاق دیدیا تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ (د) نشہ آور چیزوں کو دواءً استعمال کیا تو ایسے نشہ کی حالت میں بھی طلاق واقع نہیں ہو گی۔ [1]

خواب آور گولی کیوجہ سے نشہ میں طلاق

خواب آور گولیاں اجزاء محذورات و سمیات سے مرکب ہوتی ہیں جن کی وجہ سے دماغ پر فوراً ایک اثر پڑتا ہے اور نشہ آ جاتا ہے۔ اگر ماہر اور معتمد علیہ دیندار ڈاکٹر مرض کی تشخیص کر کے ایسی دواؤں کے استعمال کی اجازت دے تو درست

(۱) واختلف التصحيح فيمن سكر مكرها او مضطرا (درمختار) فصحح فى التحفة وغيرها عدم الوقوع وجزم فى الخلاصة بالوقوع قال فى الفتح والاول احسن لان موجب الوقوع عند زوال العقل ليس الا التسبب فى زواله بسبب محضور وهو منتف وفى النهر عن تصحيح القدورى انه التحقيق الخ وكذا لو سكر ببنج او افيون تناوله لا على وجه المعصية بل للتداوى (شامى ص ٤٤٧ ج ٤ زكريا)

ہے ورنہ درست نہیں بہرحال اگر ڈاکٹر کی تجویز پر گولیاں استعمال کی گئیں پھر ان کی وجہ سے نشہ آگیا اور طلاق دیدی تو وقوع طلاق کا فتویٰ دیا جائے گا۔ [1]

نشہ میں طلاق کا خیال مرد کو ہونا ضروری نہیں

کسی نے نشہ کی مستی میں اپنی بیوی کو طلاق دی مگر ہوش آنے کے بعد اُس کو علم نہیں کہ اُس نے کیا کہا تھا صرف عورت یا کسی اور کو اس کا علم ہے تو بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

حالت اکراہ میں طلاق کا حکم

اکراہ کی حالت میں اکثر احکام بدل جاتے ہیں اور اس پر کوئی حکم مرتب نہیں ہوتا جیسا کہ ابھی گذرا کہ جبراً نشہ آور اشیاء کے استعمال سے طلاق واقع نہیں ہوتی مگر بعض اکراہ کی صورت میں واقع ہونے والے عمل کا اعتبار کر کے اس پر فیصلہ کر دیا جاتا ہے اسی میں سے طلاق کا بھی مسئلہ ہے۔

مثلاً کسی شخص نے کسی کو دھمکی دی اور ڈرایا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دیدو ورنہ جان سے مارڈالونگا یا بڑی سخت سزا دونگا اس پر اس نے مارے ڈر کے صراحۃً لفظ طلاق کے ذریعہ زوجہ کو طلاق دیدیا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر صریح لفظ کے بجائے لفظ کنایہ سے طلاق دی مگر طلاق کی نیت نہیں کی تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ [2]

نیز اگر شوہر کو طلاق پر تو مجبور نہ کیا گیا بلکہ توکیل بالطلاق پر مجبور کیا گیا کہ

---

(۱) ذکر فی شرح الکرخی قالوا ان شرب البنج یجوز للتداوی فاذا زال العقل لم یجز (الی قوله) وذکر فی الذخیرہ ذکر عبدالعزیز الترمذی قال سألت ابا حنیفة وسفیان الثوری عن رجل شرب البنج فارتفع الی رأسه فطلق امرأته قال ان کان حین یشرب یعلم ما هی فهی طلاق وان کان حین یشرب لایعلم انه ما هو لا یطلق (نصاب الاحتساب ص ٧٤۔ ٧٥ بحواله فتاوی رحیمیه ص ٢٢١ ج ٥

(٢) ویقع طلاق کل زوج الخ ولو عبدا ومکرها فان الطلاق صحیح (درمختار علی هامش شامی ص ٤٣٨ ج ٤)

فلاں شخص کو اپنی بیوی پر طلاق واقع کرنے کا حق دیدو اس نے مجبوراً طلاق کا وکیل بنادیا پھر وکیل نے اس کی بیوی کو طلاق دیدی تو بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔[1]

تحریری طلاق یا طلاق نامہ پر دستخط کرنے پر اکراہ

کسی شخص کو طلاق لکھنے یا طلاق نامہ پر دستخط کرنے یا انگوٹھا نشان لگانے کیلئے مجبور کیا گیا اس پر اس نے صرف طلاق لکھدیا یا طلاق نامہ پر صرف دستخط یا انگوٹھا نشان لگادیا اور زبان سے کچھ نہیں کہا تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ چنانچہ علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

ان المراد الاکراہ علی التلفظ بالطلاق فلواکرہ علی ان یکتب طلاق امرأتہ فکتب لا تطلق لان الکتابۃ اقیمت مقام العبارۃ باعتبار الحاجۃ ولاحاجۃ ھنا[2]

اکراہ کی حالت میں طلاق واقع ہونے سے مراد یہ ہے کہ طلاق کا تلفظ کرے لہٰذا اگر شوہر کو طلاق لکھنے پر مجبور کیا گیا اس پر شوہر نے طلاق لکھدیا تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

اس لئے کہ تحریر کو کسی وقت مافی الضمیر کے اظہار کا بدرجۂ مجبوی ذریعہ بناتے ہیں اور یہاں پر اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (اس لئے مجبوراً کتابت بالطلاق سے طلاق نہ ہوگی)۔

بیوی کی خودکشی کے خوف سے طلاق نامہ لکھنا

اگر عورت نے شوہر کو طلاق دینے پر مجبور کیا کہ تم مجھ کو طلاق دیدو یا طلاق نامہ لکھ دو ورنہ میں خودکشی کرلونگی اس پر شوہر نے مجبوراً طلاق کہدیا یا لکھ دیا تو طلاق واقع ہو جائے گی اگرچہ صرف عورت کے بہلانے اور صبر دلانے کیلئے کہا ہو۔ لقولہ علیہ السلام ثلاث جدھن جد وھز لھن جد النکاح

(۱) وشمل ما اذا أکرہ علی التوکیل بالطلاق فوکل فطلق الوکیل فانہ یقع (شامی صفحہ ۴۳۸ . ۴۳۹ جلد ٤

(۲) شامی صفحہ ٤٤٠ جلد ٤

والطلاق والرجعة [۱]

خوف کیوجہ سے نکاح کا انکار کرنا طلاق نہیں

کسی نے جان، مال یا عزت کے خوف سے یا کسی اور مقصد کو حاصل کرنے کے لئے نکاح سے انکار کیا مثلاً کسی نے پوچھا کیا تمہاری شادی ہوچکی ہے؟ یا کسی نے مجبور کیا کہ کہو میری شادی نہیں ہوئی ہے، اس پر اس نے کہا کہ ہاں میری کوئی شادی نہیں ہوئی ہے۔ تو اس سے طلاق نہیں ہوگی اور نہ نکاح ٹوٹے گا البتہ بلا وجہ اس طرح کہنا جھوٹ اور گناہ ہے۔ [۲]

ہنسی مذاق میں طلاق

مقدمۂ طلاق میں مذاق کو حقیقت پر محمول کر کے شرعاً معتبر مانا گیا ہے لہٰذا مذاقاً طلاق دینے سے بھی طلاق واقع ہوجائے گی چنانچہ ابوہریرہؓ کی ایک روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

ثلاث جدھن جد وھزلھن جد النکاح والطلاق والرجعة [۳]

کہ تین چیزوں کی حقیقت بھی حقیقت اور مذاق بھی حقیقت ہے وہ نکاح، طلاق اور رجعت ہے۔

اسی کو صاحب درمختار نے وضاحت سے بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

بخلاف الھازل واللاعب فانه یقع قضاءً ودیانة لان الشارع جعل ھزله به جدا [۴]

بخلاف مذاق اور کھیل میں طلاق دینے والے کے کہ قضاءً اور دیانۃً وقوع طلاق کا حکم لگایا جائے گا۔

(۱) ترمذی شریف صفحه ۲۲۵ جلد ۵

(۲) او سئل الك امرأة فقال لا، تطلق اتفاقا وان نوی لان الیمین والسوال قرینتا لارادة النفی فیھما (درمختار) (قوله لا، تطلق اتفاقا وان نوی) ومثله قوله لم اتزوجك الخ والاصل ان نفی النکاح اصلا لا یکون طلاقا بل یکون جحودا (شامی صفحه ۵۰۷ جلد ٤)

(۳) ترمذی شریف صفحه ۲۲۵ جلد ۱ (٤) درمختار مع الشامی ص ٤٤٩ ج٤

کیونکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مذاق میں دی جانے والی طلاق کو حقیقت کا درجہ دیا ہے۔ علامہ شامی نے اس کو مزید واضح کیا ہے فرماتے ہیں:

لانه تکلم بالسبب قصدا فیلزمه حکمه وان لم یرض به [1] — اس لئے کہ اس نے سبب طلاق کا تکلم جان بوجھ کر کیا ہے لہٰذا اس پر اس کا حکم لازم ہوگا اگرچہ اس کے مزاج کے خلاف پڑے۔

غلطی سے لفظ طلاق کا نکلنا بھی طلاق ہے

جب شریعت نے طلاق کے باب میں مذاق پر بھی گرفت کر کے وقوع طلاق کا فیصلہ کیا ہے تو پھر غلطی سے لفظ طلاق کے بولنے سے بدرجہ اولیٰ وقوع طلاق کا فیصلہ کیا جائیگا لہٰذا اگر کسی نے بغیر ارادہ کے محض سبقت لسانی کے طور پر لفظ طلاق کا استعمال کیا مثلاً کوئی اپنی بیوی سے کہنا چاہتا تھا کہ تو حیض والی ہے۔ مگر غلطی سے نکل گیا کہ تو طلاق والی ہے تو اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی اسی طرح کوئی سبحان اللہ کا ذکر کرنا چاہ رہا تھا مگر اسکی زبان پر (انت طالق) تو طلاق والی ہے جاری ہو گیا تو اس سے بھی طلاق ہو جائے گی۔ مگر سبقت لسانی خطاء کی صورت میں وقوع طلاق کا فیصلہ صرف قضاءً ہے نہ کہ دیانۃً اس کے برخلاف مذاقاً طلاق دینے سے قضاءً و دیانۃً دونوں طرح طلاق واقع ہو جائے گی۔ [2]

طلاق کی چوتھی شرط بیداری ہے

طلاق کی چوتھی شرط یہ ہے کہ طلاق دینے والا بیدار ہو لہٰذا نیند اور خواب میں طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہو گی چنانچہ اس سلسلے میں حضرت علیؓ کی ایک

---

(۱) شامی صفحہ ۴۴۹ جلد ۴ (۲) بان اراد التکلم بغیر الطلاق فجری علی لسانه الطلاق او تلفظ به غیر عالم بمعناه او غافلا او ساهیا او بالفاظ مصحفة یقع قضاء فقط بخلاف الهازل واللاعب فانه یقع قضاءً ودیانة لان الشارع جعل هزله به جدا (درمختار) بان اراد ان یقول سبحان الله فجری علی لسانه انت طالق تطلق لانه صریح لایحتاج الی النیة لکن فی القضاء (درمختار مع الشامی ص ۴۴۸ تا ۴۴۹ ج ۴ زکریا)

روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یبلغ وعن المعتوہ حتی یعقل[1]	تین قسم کے لوگوں سے ذمہ داری اٹھالی گئی ہے سونے والا جب تک کہ بیدار نہ ہو جائے بچہ جب تک کہ بالغ

نہ ہو جائے اور بے ہوش جب تک کہ ہوش میں نہ آجائے۔

پانچویں شرط جس کو طلاق دی جائے وہ طالق کی منکوحہ ہو

طلاق واقع ہونے کی پانچویں شرط یہ ہے کہ جس کو طلاق دی جارہی ہے وہ طلاق دینے والے کی فی الحال منکوحہ ہو، لہٰذا غیر کی منکوحہ کو طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی نے کسی عورت سے صرف نکاح کا ارادہ کیا ہو اور نکاح سے قبل اس کو طلاق دیدی تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ چنانچہ حضرت علیؓ ہی سے ایک مرفوع روایت منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ:

لا طلاق قبل النکاح[2]	نکاح سے قبل طلاق دینے کا کوئی اعتبار نہیں۔

یعنی طلاق قبل النکاح واقع نہیں ہوگی۔[3] (نوٹ مزید تفصیل طلاق معلق کے تحت آرہی ہے)۔

چھٹی شرط طلاق کی نسبت اپنی منکوحہ کی طرف کرے

وقوع طلاق کی آخری شرط یہ ہے کہ طلاق دینے والا طلاق کی نسبت (صراحۃً یا دلالۃً) اپنی منکوحہ کی طرف کرے بیوی کا سامنے ہونا ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا طلاق کی نسبت اگر بیوی کی طرف نہیں کی بلکہ مطلقاً طلاق کا لفظ استعمال کیا یا اپنی منکوحہ

(۱) مشکوۃ صفحہ ۲۸۴ جلد ۲ باب الخلع والطلاق (۲) مشکوۃ صفحہ ۲۸۴ جلد ۲
(۳) ویقع طلاق کل زوج اذا کان عاقلا بالغا ولا یقع طلاق الصبی والمجنون والنائم (ھدایہ صفحہ ۳۵۸ جلد ۲

کے علاوہ کسی دوسری عورت کی طرف نسبت کی تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔[1]

اضافت طلاق کی بحث

طلاق کی جملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ طلاق کی نسبت واضافت بیوی کی طرف ہو اس کے بغیر وقوع طلاق مبہم رہتا ہے اور ابہام کے ساتھ طلاق معتبر نہیں پھر نسبت کی دو صورتیں ہیں۔ ۱ نسبت حقیقی صریحی ۲ نسبت معنوی۔ اور وقوع طلاق کے لئے دونوں نسبتوں میں سے ایک بھی کافی ہے۔

نسبت صریحی کا مطلب یہ ہے کہ صاف اور صراحۃ طلاق دینے والا طلاق کی نسبت اپنی منکوحہ کی طرف کرے یا تو نام لیکر مثلاً زید کی بیوی کا نام ہندہ ہے تو زید کہے کہ میں نے ہندہ کو طلاق دی یا یوں کہے کہ میری بیوی کو طلاق ہے یا انگلی سے اشارہ کرے کہ اس عورت کو طلاق۔ یا وہ عورت طلاق والی ہے تو یہ تمام صورتیں نسبت صریحی ہیں ان میں تو منکوحہ کے علاوہ غیر عورت کا احتمال ہی نہیں اس لئے طلاق کا واقع ہونا ظاہر ہے۔

نسبت معنوی کا مطلب یہ ہے کہ طلاق کی نسبت صاف اور صراحۃ تو بیوی کی طرف نہ کی گئی ہو مگر کچھ ایسے اسباب وقرائن ہوں جن سے یہی سمجھا جارہا ہو کہ طلاق کی نسبت اس کی بیوی کی طرف ہے۔ مثلاً بیوی کا نام لئے بغیر اور ہاتھ سے اشارہ وغیرہ کئے بغیر صرف یوں کہا کہ (طالق) طلاق والی ہے یا یوں کہا کہ (طلقت) میں نے طلاق دی، یا یوں کہا کہ لو میں نے طلاق دیدی وغیرہ تو ان تمام صورتوں میں اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ کیونکہ آدمی اپنی بیوی ہی کو طلاق دے سکتا ہے غیر کو نہیں لہٰذا اس کی بیوی ہی مراد ہو کر طلاق واقع ہو جائے گی ہاں اگر اضافت معنوی بھی نہ ہو، بالکل مبہم ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

علامہ شامی نے بھی اضافت معنوی کا اعتبار کرتے ہوئے وقوع طلاق کا فیصلہ کیا ہے۔

---

(۱) ولکن لا بد فی وقوعه قضاء ودیانة من قصد اضافة لفظ الطلاق الیها عالما بمعناه (شامی صفحه ٤٦١ جلد ٤

لم یقع لترکه الاضافة الیها (درمختار) (لترکه الاضافة) ای المعنویة فانها الشرط والخطاب من الاضافة المعنویة وکذا الاشارة نحو هذه طالق وکذا نحو امرأتی طالق و زینب طالق[1]

اضافت معنوی کے ترک کرنے پر طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ اضافت طلاق وقوع طلاق کیلئے شرط ہے خطاب اور اشارہ بھی اضافت معنوی ہے مثلاً کوئی اپنی بیوی کی طرف اشارہ کر کے کہے کہ یہ عورت طلاق والی ہے یا یوں کہے کہ میری بیوی زینب طلاق والی ہے۔

لہٰذا کم سے کم اضافت معنویہ کا پایا جانا ضروری ہے، اضافت معنویہ کی صورت میں اگر شوہر انکار کرے کہ اس سے میں نے اپنی بیوی مراد نہیں لی ہے تو قضاءً اس کی بات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور وقوع طلاق ہی کا فیصلہ ہوگا۔ اگرچہ اس نے صراحۃً اضافت نہیں کی، مگر اضافت معنوی موجود ہے، جو وقوع طلاق کیلئے کافی ہے۔[2]

اضافت معنویہ کی صورت میں طلاق صرف قضاءً ہوگی یا دیانۃً بھی؟

اضافت صریحہ کی صورت میں طلاق قضاءً و دیانۃً دونوں طرح واقع ہو جاتی ہے اور اضافت معنویہ میں تھوڑی سی تفصیل ہے کہ اگر شوہر مزاحم اور منکر نہیں تو پھر دیانۃً و قضاءً دونوں طرح واقع ہوگی اور اگر شوہر منکر ہے اور حلفیہ بیان دیتا ہے کہ میں نے اس سے اپنی بیوی کی طلاق مراد نہیں لی ہے اور نہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے تو بوجہ احتمال دیانۃً طلاق نہیں ہوگی مگر بوجہ قرائن و دلالت حالیہ، قضاءً طلاق ہی کا فیصلہ ہوگا۔

البتہ جب قاضی یا حاکم نے اس طلاق کا اعتبار کر کے تفریق کر دی تو دیانۃً بھی میاں بیوی میں بینونت واقع ہو کر بیوی شوہر پر حرام ہو جائے گی۔ عورت کو جب وقوع طلاق کا یقین ہو جائے تو پھر اس کیلئے جائز نہیں ہوگا کہ وہ اس شوہر کیساتھ

---

(۱) شامی ۴۵۸ ج ۴ (۲) فاوقعوا به الطلاق مع انه لیس فیه اضافة الطلاق الیها صریحا فهذا مؤید لما فیه القنیة وظاهره انه لا یصدق فی انه لم یرد امرأته للعرف (شامی ص۴۵۹ ج ۴)

بیوی کی طرح رہے۔[۱]

فلاں عورت یا فلاں کی لڑکی یا فلاں کی بہن کو طلاق

اگر کسی نے بیوی کا نام لیکر کہا کہ فلاں عورت کو طلاق تو اس طلاق کے واقع ہونے میں کوئی شک نہیں کیونکہ نسبت صریحہ ہے اسی طرح اگر اس نے یوں کہا کہ فلاں کی بیٹی۔ یا فلاں کی بہن یا فلاں کی ماں کو طلاق تو بھی طلاق واقع ہو جائیگی، کیونکہ ان تمام جملوں میں اضافت الطلاق الی المرأۃ موجود ہے اگر شوہر انکار کرے کہ میں نے اس سے اپنی بیوی مراد نہیں لی ہے تو قضاءً اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔[۲]

عمداً نام بدلنے سے طلاق نہیں ہوگی اگرچہ رشتہ داروں کی طرف نسبت صحیح ہو

کسی نے اپنی بیوی کی نسبت ماں باپ، بھائی، بہن، اولاد وغیرہ کی طرف تو ٹھیک کی مگر اصل عورت کا نام بدل کر طلاق دی تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ مثلاً زید کی بیوی خالدہ بنت بکر ہے اس نے طلاق دیتے ہوئے نام بدل کر یوں کہا کہ میں حامدہ بنت بکر کو طلاق دیتا ہوں، یا زید کی بیوی حلیمہ، حامد کی بہن ہے مگر طلاق دیتے وقت نام بدل کر یوں کہتا ہے کہ میں نے سلیمہ اخت حامد کو طلاق دی۔ تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ کتب فقہ میں تصریح موجود ہے کہ تغیر اسم کی صورت میں نسبت الی الاب وغیرہ کچھ مفید نہیں ہوگا۔ بلکہ عورت ایک اجنبیہ شمار ہوگی اور اس نسبت کو جھوٹ اور غلط پر محمول کیا جائے گا۔[۳]

---

(۱) ولا یلزم کون الاضافۃ صریحہ فی کلامہ لما فی البحر الخ وقال صاحب التحفۃ لا تطلق دیانۃ وما فی التحفۃ لا یخالف ما قبلہ لان المراد طلقت قضاءً فقط لما مر من انہ لو اخبر بالطلاق کاذبا لایقع دیانۃ (شامی صفحہ ٤٥٨ جلد ٤

(۲) لو ذکر اسمہا او اسم ابیہا او امہا او ولدہا فقال عمرۃ طالق او بنت فلان او بنت فلانہ او ام فلان فقد صرحوا بانہا تطلق وانہ لو قال لم اعن امرأتی لا یصدق قضاءً اذا کانت امرأتہ کما وصف (شامی صفحہ ٤٨٥ جلد ٤)

(۳) لو قال امرأتہ الحبشیۃ طالق وامرأتہ لیست بحبشیۃ لا یقع الخ وفی المحیط الاصل انہ متی وجدت النسبۃ وغیر اسمہا بغیرہ لایقع لان التعریف لایحصل بالتسمیۃ متی بدل اسمہا لان بذلک الاسم تکون امرأۃ اجنبیۃ (بحر الرائق صفحہ ٤٤٣ جلد٣)

بیوی کے بجائے سالی کا نام لیکر طلاق

اگر کسی سے کہا گیا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دیدو مرد نے حیلہ اختیار کرتے ہوئے بیوی کے بجائے سالی کا نام لیکر طلاق دی تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

نام بدل کر طلاق دینے کے سلسلے میں ایک ضابطہ

ایک شخص نے نام بدل کر طلاق دی دریافت کرنے پر اس نے کہا کہ میں نام نہیں جانتا تھا تو صاحب بحر الرائق کی تحقیق یہ ہے کہ نام بدل کر طلاق دینے کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ نام بدلدیا اور عورت کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ جب الفاظ ایقاع طلاق کا متحمل نہ ہوں تو صرف نیت سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ وقوع طلاق کا اصل مدار الفاظ پر ہوتا ہے الفاظ صریحہ اگرچہ نہ ہوں، صرف وقوع طلاق کی طرف اس لفظ سے کنایہ ہو تو بھی نیت سے طلاق واقع ہو جاتی ہے مگر یہاں الفاظ نہ صراحۃً اور نہ کنایۃً ہی طلاق کا متحمل ہیں تو صرف نیت سے طلاق نہیں ہوگی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ نام تو بدلدیا مگر اپنی منکوحہ کی طرف اشارہ کیا تو پھر طلاق واقع ہو جائے گی اس لئے کہ اگرچہ اس نے نام بدلدیا مگر اشارہ کے ذریعہ بیوی کو متعین کردیا اس لئے طلاق اس پر واقع ہوگی جو متعین ہو چکی۔[1]

سبقت لسانی سے نام بدل جائے تو طلاق کا حکم

اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہا مگر سبقت لسانی سے طلاق دیتے وقت کسی اور عورت کا نام زبان پر آگیا تو قضاءً اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی مگر دیانۃً کسی پر بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ چنانچہ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں کہ:

---

(۱) الاصل انه متى وجدت النصبة وغير اسمها بغيره لايقع الخ لان بذلك الاسم تكون امرأة اجنبية ولو بدل اسمها واشار اليها يقع (بحر الرائق صفحه ۴۴۳ جلد ۳

سال عمن اراد ان یقول زینب طالق فجری علی لسانه عمرة علی ایهما یقع الطلاق فقال فی القضاء تطلق التی تسمی وفیما بینه وبین الله تعالی لا تطلق واحدة منهما (۱)

اگر کسی نے اپنی بیوی زینب کو طلاق دینے کا ارادہ کیا مگر اس کی زبان پر عمرہ آگیا کہ عمرہ کو طلاق تو قضاءً طلاق واقع ہو جائے گی مگر فیما بینہ وبین اللہ یعنی دیانۃً کسی کو طلاق نہیں ہو گی۔

بیوی کے مشہور نام کے بجائے غیر مشہور نام سے طلاق

بیوی کا وہ مشہور نام جس پر نکاح ہوا تھا اس کو چھوڑ کر دوسرے نام سے اگر شوہر نے طلاق دیدی تو طلاق واقع ہو جائے گی جبکہ وہ اس نام سے پکاری جاتی ہو اور اس نام سے اس عورت کا ارادہ کیا جاتا ہو۔ اور اگر اس نام سے نہیں جانی پہچانی جاتی اور نہ اس نام سے اس کا کبھی قصد کیا جاتا ہے تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ (۲)

نام لئے بغیر طلاق دینے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے

اگر مجلس میں بیوی کا تذکرہ ہو رہا تھا یا شوہر اس پر غصہ تھا یا کسی نے اس سے کہا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دیدو اس پر مرد نے بغیر نام لئے کہا طلاق یا دو طلاق یا تین طلاق تو اس سے اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ خواہ اس نے اپنی بیوی پر طلاق واقع کرنے کی نیت بھی نہ کی ہو کیونکہ صریح الفاظ میں طلاق دینے سے بغیر نیت کے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (۳)

وقوع طلاق کیلئے عورت کا سامنے ہونا شرط نہیں

اگر کسی نے بیوی کی غیر موجودگی میں طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائے گی

(۱) شامی صفحہ ۴۴۹ جلد ۴ (۲) رجل قال امرأته عمرة بنت صبیح طالق وامرأته عمرة بنت حفص ولانیة له لاتطلق امرأته، وان كان صبیح زوج ام امرأته وكانت تنسب الیه وهی فی حجره الخ الاصل انه متی وجدت النسبة وغیر اسمها بغیره لایقع لان التعریف لا یحصل بالتسمیة متی بدل اسمها لان بذلك الاسم تكون امرأة اجنبیة (بحر الرائق ص ۴۴۲،۴۴۳ جلد ۳)

(۳) ویقع بها ای بهذه الالفاظ وما بمعناها من الصریح الخ وان نوی خلافها... او لم ینو شیئا (درمختار علی حامش شامی صفحه ۴۵۸ تا ۴۶۱ جلد ۴)

کیونکہ وقوع طلاق کیلئے صرف محل یعنی منکوحہ ہونا شرط ہے عورت کا موجود اور سامنے ہونا شرط نہیں۔ بلکہ اندھیری رات میں جبکہ اس وقت کوئی موجود نہ ہو اور نہ کوئی سنتا ہو طلاق کا لفظ بغیر آواز کے بھی استعمال کیا اور بیوی کی طرف نسبت کردی تو یہ طلاق معتبر اور نافذ ہوگی اس کے بعد انکار کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔[۱]

طلاق دینے میں بیوی کی ہم نام پڑوسن عورت مراد لینا

اگر کسی کی بیوی کا نام زینب ہے اور اس کے پڑوس میں کوئی دوسری عورت کا نام بھی زینب ہے۔ مرد نے کہا زینب کو طلاق اور پھر بعد میں کہا کہ میری مراد پڑوسن عورت تھی تو اسکے قول کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ اسکی بیوی زینب پر طلاق واقع ہو جائے گی۔[۲]

نام میں تصحیف یعنی حرف بدل کر طلاق

اگر کسی کی بیوی کا نام اختری تھا اس نے اتری کہکر طلاق دی اسی طرح کسی کی بیوی کا نام عظیمہ تھا عطیمہ کہہ کر طلاق دی۔ اسی طرح بیوی کے نام میں ایسے حرف کو بدل کر طلاق دی جو قریب المخرج بھی نہیں اور نہ اس نام سے وہ عورت پکاری جاتی ہے اور نہ اس سے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی اس لئے کہ طلاق کیلئے اضافت ضروری ہے خواہ اضافت معنویہ ہی کیوں نہ ہو اور یہاں نام بدل جانے سے اضافت بالکل نہیں پائی گئی اس لئے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ہاں اگر شوہر نے یوں کہا کہ میں نے اپنی بیوی اتری کو طلاق دی تو پھر طلاق واقع ہو جائے گی اگرچہ نام بدلنے سے تصحیف واقع ہوگئی مگر اپنی بیوی کہہ کر طلاق کی نسبت اپنی منکوحہ کی طرف کردی ہے۔[۳]

(۱) (قوله لتركه الاضافة) اى المعنوية فلنها الشرط والخطاب من الاضافة المعنوية وكذا الاشارة الخ ولا يلزم كون الاضافة صريحة في كلامه الخ ظاهره انه لا يصدق فى انه لم يرد امرأته للعرف (شلمى ٤٥٨ ـ ٤٥٩ جلد ٤

(۲) كما لو قال زينب طالق وامرأته زينب طلقت امرأته فان قال عنيت زينب اجنبية لا يصدق قضاءً (فتاوى قاضيخان على حاشى عالمگيرى صفحه ٤٥٨ جلد١)

(۳) قوله لتركه الاضافة اى المعنوية فلنها شرط والخطاب من الاضافة المعنوية وكذا الاشارة نحو هذه طالق وكذا نحو امرأتى طالق وزينب طالق (شلمى صفحه ٤٥٨ جلد٤)

نام میں قریب المخرج مثلاً ظا کو جیم سے بدل کر طلاق

اگر کسی نے اپنی بیوی کے نام میں لفظی غلطی کر کے طلاق دی مثلاً کسی کی بیوی کا نام عطیمہ تھا اس نے ظا کے بجائے جیم استعمال کیا اور کہا عجیمہ کو طلاق یا زینب کو جینب کہہ کر طلاق دی۔ تو اس صورت میں طلاق واقع ہو جانی چاہئے کیونکہ اس وقت صحیح تلفظ کرنے والے لوگ کم ہیں اور علماء بھی اپنے اپنے محاورے میں بات چیت کرتے ہوئے پورے طور پر صحیح مخرج کی رعایت نہیں کرتے، نیز عورت بھی لوگوں میں اسی غلط مخرج والے لفظ کیساتھ مشہور ہے اور طلاق دیتے ہوئے اسی تصحیف شدہ لفظ کو استعمال کیا ہے اس لئے طلاق واقع ہو جائے گی اس لئے کہ اضافت معنویہ پائی گئی اور اس میں عالم و جاہل برابر ہے۔ **کما فی البحر ولا فرق بین العالم والجاهل وعلیه الفتوی**

غیر زوجہ کو زوجہ سمجھ کر زوجہ کا نام لیکر طلاق

کسی نے بیٹھی ہوئی عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر اشارہ کیساتھ کہا اے زینب تجھ کو طلاق (زینب اس کی بیوی کا نام تھا) بعد میں معلوم ہوا کہ جس عورت کی طرف اشارہ کیا گیا وہ کوئی دوسری عورت تھی تو اس کی بیوی زینب پر طلاق واقع ہو جائے گی اس لئے کہ نام کیوجہ سے بیوی متعین اور اشارہ باطل ہو گیا۔[1]

اس اندھی کو طلاق

اگر کسی نے اپنی بیوی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس اندھی کو طلاق حالانکہ اس کی بیوی اندھی نہیں ہے تو بھی اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ اشارہ کے ہوتے ہوئے غلط صفت کا اعتبار نہیں ہو گا۔[2]

(۱) رجل رأی شخصا ظن انها عمرة فقال یا عمره انت طالق ولم یشر الی هذا الشخص فاذا الشخص غیر عمرة وامرأته عمرة تطلق امرأته لان المعتبر عند عدم الاشارة هو الاسم وقد وجد (فتاوی قاضیخان علی هامش عالم گیری ص ۴۶۳ ج ۱ (۲) (لوکان له امرأة بصیرة فقال امرأته هذه العمیاء طالق واشار الی البصیرة تطلق البصیرة ولاتعتبر التسمیة والصفة مع الاشارة (قاضی خاص علی هامش عالمیگیری ص ۴۵۳ جلد ۱)

اس کتیہ کو طلاق

اسی طرح کسی نے اپنی بیوی کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اس کتیہ کو طلاق تو طلاق واقع ہوجائے گی۔ اس لئے کہ یہاں بھی اشارہ کی وجہ سے صفت کالعدم ہوکر اس کی زوجہ متعین ہوچکی ہے۔[1]

تجھ کو ائمہ اربعہ کے مذہب پر طلاق

اگر کسی نے کہا کہ تجھ کو ائمہ اربعہ کے قول پر طلاق تو بقول علامہ شامی بالاتفاق اس کی بیوی پر طلاق رجعی واقع ہوجائے گی۔[2]

فقہاء کے قول یا قرآن کے حکم یا فلاں قاضی یا فلاں مفتی کے قول پر طلاق

اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھ کو قرآن کے حکم کے مطابق طلاق یا فقہاء کے قول یا قاضی کے فیصلہ پر یا مسلمانوں کے قول پر یا فلاں مفتی کے فتویٰ پر طلاق۔ تو ان تمام صورتوں میں دیانۃً نیت کیساتھ طلاق واقع ہوجائے گی۔ نیت نہیں تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ ہاں اگر قاضی یا مفتی کے پاس فیصلہ پہنچ جائے تو وقوع طلاق کا ہی فیصلہ ہوگا۔ اور قضاءً ہر صورت میں طلاق واقع ہوگی خواہ نیت ہو یا نہ ہو۔[3]

مذہب یہود و نصاریٰ پر طلاق

اگر کسی نے کہا کہ تجھے مذہب یہود و نصاریٰ پر طلاق تو ایک طلاق رجعی کا حکم لگایا جائے گا۔[4]

---

(۱) قال لامرأته هذه كلبة طالق طلقت (درمختار) لما قالواء من انه لاتعتبر الصفة والتسمية مع الاشارة (شامی صفحه ۵۲۳ جلد ۱) (۲) ولا شبهة فی كونه رجعيا لابائنا لاتفاق المذاهب كلها على وقوع الرجعی بانت طالق (شامی صفحه ۵۲۳ جلد٤)

(۳) رجل قال لامرأته انت طالق فی قول الفقهاء او فی قول القضاة او فی قول المسلمين او فی القرآن او فی قول فلان القاضی او فلان المفتی طلقت قضاءً ولا تطلق فيما بينه وبين الله تعالى مالم ينو(قاضی خان علی هامش عالمگیری صفحه ٤٦٢ جلد۱) (٤) وكذا انت طالق على مذهب اليهود والنصرى كما افتى به الخير الرملی (شامی ص ۵۲۳ ج ٤)

بیوی کا نام ہی طالق ہو

اگر کسی کی بیوی کا نام ہی طالق (طلاق والی) ہو اور شوہر نے اس کو طالق کہہ کر پکارا تو اس میں نیت پر مدار ہوگا اگر اس پکارنے میں طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی ورنہ نہیں ہوگی۔ طالق اگرچہ الفاظ صریح میں سے ہے جس میں نیت کی ضرورت نہیں پڑتی مگر نام ہونے کی وجہ سے نیت ضروری ہوگی۔ [۱]

کسی نے اپنی بیوی کا نام مطلقہ رکھا

اگر کسی نے اپنی بیوی کا نام مطلقہ رکھا اور بیوی سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے تمہارا نام مطلقہ رکھا ہے تو اس کا حکم بھی طالق نام رکھنے کے مانند ہے اگر نیت طلاق کی ہوگی تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں اور عدم نیت کیوجہ سے عدم وقوع کا فیصلہ دیانۃً و قضاءً دونوں اعتبار سے ہوگا۔ [۲]

بیوی سے کہنا کہ تیرے بیٹے کو ہزار طلاق

عورت نے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کیا تو اس پر شوہر نے کہا کہ تیرے بیٹے کو ہزار طلاق یا تیری بیٹی کو ہزار طلاق وغیرہ تو اس سے اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ [۳]

ایک کو طلاق کیلئے پکارا دوسری بیوی نے جواب دیا

اگر کسی شخص کی دو بیویاں تھیں ایک کا نام تھا زینب دوسری کا عمرہ اس نے زینب کو پکارا اے زینب اس پر عمرہ نے جواب دیا ہاں مرد نے کہا تجھ کو تین طلاق تو جواب دینے والی یعنی عمرہ پر طلاق واقع ہو جائے گی ہاں اگر عمرہ اس کی منکوحہ نہیں ہے تو

---

(۱) كان اسمها طالقا او حرة فناداها ان نوى الطلاق او العتاق وقعا والا لا (درمختار مع الشامی صفحہ ۵۲۱۔ ۵۲۲ جلد ٤) (۲) رجل سمى امرأته مطلقه فقال سميتك مطلقه لا يقع الطلاق عليها الا فيما بينه وبين الله تعالى ولا فى القضاء (بزازيه على هامش عالمگیری صفحہ ٤٦٤ جلد ۱) (۳) امرأة قالت لزوجها طلقنى ثلاثا فقال الزوج ابنك هزار طلاق لا تطلق امرأته لأنه كلام محتمل (فتاوى قاضيخان على هامش عالم گیری ص ٤٦٥ جلد ۱)

یہ جملہ باطل ہو جائیگا کسی پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ البتہ اگر شوہر نے کہا کہ میں نے زینب کی نیت کی تھی تو پھر زینب پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور اگر اس نے زینب سے کہا کہ اے زینب پھر کسی نے جواب نہیں دیا اس پر شوہر نے کہا (انت طالق) تو طلاق والی ہے تو زینب پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ [1]

تجھ کو طلاق کہہ کر، تین انگلیوں سے یا تین لکیروں سے اشارہ کرنا

شوہر نے بیوی کو مخاطب کر کے کہا کہ تجھے طلاق اور تین انگلیوں سے اشارہ کیا یا تین لکیریں زمین پر کھینچ دیں اور کہا ان تین لکیروں سے مراد طلاق ہے تو بیوی پر تین طلاقیں پڑ جائیں گی بغیر حلالہ کے نکاح درست نہیں ہوگا۔ [2]

صرف لکیریں کھینچنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی

اگر کسی نے طلاق کا لفظ استعمال کئے بغیر صرف لکیریں کھینچیں اور صاف لفظ میں طلاق نہیں دی تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ ہاں اگر کنایہ کے الفاظ استعمال کیا مثلاً تین لکیریں کھینچ کر یا تین کنکر پھینک کر یوں کہا کہ میں نے تجھ کو چھوڑ دیا تو نیت کرنے سے طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ [3]

بیوی کے متعلق کہنا کہ طلاق ہی صحیح

بیوی سے جھڑپ ہو گئی شوہر غصہ میں آ گیا اس پر کسی نے کہا طلاق دیدو شوہر نے کہا طلاق ہی صحیح تو ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔ [4]

(۱) رجل له امرأتان عمرة وزينب فقال يا زينب فاجابته عمرة فقال انت طالق ثلاثا وقع الطلاق على التي اجابت ان كانت امرأته وان لم تكن امرأته بطل لانه اخرج الطلاق جوابا بالكلام التي اجابت وان قال نويت زينب طلقت زينب ولو قال يا زينب انت طالق فلم يجبه أحد طلقت زينب (فتاوى قاضيخان على هامش عالمگيری ص ۴۵۳ ج ۱

(۲) انت طالق هكذا واشار بثلاثة اصابع فهي ثلاث (بحر الرائق صفحه ۴۹۸ جلد ۳)

(۳) صريحه مالم يستعمل الا فيه (درمختار) فلا يقع بالقاء ثلاثة احجار اليها او بامرها بحلق شعرها وان اعتقد القاء والحلق طلاقا كما قدمناه لان ركن الطلاق اللفظ او ما يقوم مقامه مما ذكر (شامی صفحه ۴۵۷ جلد ۴) (۴) ولو قيل له طلقت امرأتك فقال نعم او بلى بالهجاء طلقت بحر واحدة رجعية (درمختار على هامش شامی صفحه ۴۶۰ جلد ۴)

کسی نے طلاق دیکر شوہر کو اطلاع دی شوہر نے کہا ٹھیک ہے یا کہا اچھا کیا تو نے

زید نے بکر کی بیوی کو طلاق دیکر بکر کو اطلاع دی کہ میں نے تیری بیوی کو طلاق دیدی ہے اس پر زید نے علی وجہ الانکار یوں کہا کہ تم نے اچھا کیا یا برا کیا تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ہاں اگر شوہر نے یوں جواب دیا کہ اللہ تجھ پر رحم کرے کہ تم نے مجھے اس سے چھٹکارا دلا دیا تو اس کو اجازت پر محمول کر کے طلاق واقع قرار دی جائے گی۔[1]

طلاق کی خبر پر شوہر کی خاموشی رضامندی نہیں

جب کسی نے کسی کو تلقین کیا کہ اگر تمہاری بیوی ایسی ویسی ہے تو طلاق دیدو اور اس پر شوہر نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ سکوت اختیار کیا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

اسی طرح کسی نے شوہر سے کہا کہ تم طلاق نہیں دیتے ہو تو جاؤ میں دیدیتا ہوں تمہاری بیوی کو تیری طرف سے تین طلاق اس پر بھی شوہر نے خاموشی اختیار کی تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

نیز اسی طرح کسی نے میاں بیوی کو مجلس میں بلایا اور شوہر سے کہا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دیدو اور بیوی سے کہا کہ تمہارا شوہر تم کو طلاق دیتا ہے کیا تم راضی ہو عورت نے کہا کہ ہاں ہم راضی ہیں شوہر سب کی باتیں سنتا رہا نفی واثبات میں کوئی جواب نہیں دیا تو طلاق نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ طلاق دینے کا حق شوہر کو ہے جب وہ طلاق کے لفظ کا تکلم کریگا تب ہی طلاق ہوگی دوسرے کی مداخلت سے کچھ اثر نہیں پڑیگا۔ اور صرف شوہر کی خاموشی کو اس کی رضامندی پر محمول نہیں کیا

---

(۱) رجل قال لغیرہ طلقت امرأتك فقال احسنت او قال اسأت علی وجہ الانکار لایکون اجازۃ ولو قال احسنت یرحمك اللہ حیث خلصتنی... منہا الخ کان اجازۃ (قاضیخاں علی ھامش عالم گیری صفحہ ٤٥٤ جلد ۱)

جاسکتا۔ اس لئے کہ طلاق کا رکن لفظ طلاق یا اس کے قائم مقام الفاظ کا استعمال کرنا ہے۔ وہ یہاں موجود نہیں۔[1]

گونگے کی طلاق

گونگا چونکہ ہر کام اشارہ سے کرتا ہے اس لئے شریعت میں گونگے کے بعض اعمال کو اشارات متعارفہ کے ذریعہ معتبر قرار دیا گیا ہے۔

بنابریں گونگے کے اشارات و کنایات کو بھی تکلم کے قائم مقام قرار دیکر مقدمہ طلاق میں معتبر قرار دیکر طلاق واقع کی جائے گی چنانچہ صاحب بحرالرائق فرماتے ہیں کہ

ولو کان الزوج اخرس فان الطلاق یقع باشارته لانها صارت مفهومة[2]

اگر شوہر گونگا ہو تو اس کی طلاق اشارہ سے واقع ہوگی اسلئے کہ اشارات لوگوں میں معروف و متعارف ہوتے ہیں۔

اور صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ

باشارته المعهودة فانها تکون کعبارة الناطق استحسانا[3]

اشارہ متعارفہ استحساناً بولنے والے کی بات کی طرح ہے۔

کونسے گونگے کا اشارہ معتبر ہے

طلاق کے باب میں اس گونگے کے اشارہ کو معتبر سمجھا گیا ہے جو مادرزاد گونگا ہو یا بعد میں کسی عارض، بیماری وغیرہ کیوجہ سے اتنے دنوں تک گونگا رہا کہ لوگ اس کے اشارے کو سمجھنے لگے۔ لہٰذا اگر کوئی وقتی طور سے گونگا ہوگیا یا گونگا ہوئے ابھی اتنی تھوڑی مدت گذری کہ لوگ اس کے اشارات و کنایات کو نہیں سمجھ پاتے تو اس کے اشارے کو طلاق کے باب میں غیر معتبر قرار دیکر طلاق کے عدم وقوع کا

---

(۱) رکن الطلاق اللفظ الذی جعل دلالة علی معنی الطلاق لغة الخ او مایقوم مقام اللفظ (بحر الرائق صفحه ۴۱۰ جلد ۳) (۲) بحر الرائق صفحه ۴۳۲ جلد۳
(۳) درمختار علی هامش شامی صفحه ۴۴۸ جلد ۴

فیصلہ ہوگا۔[۱]

گونگا اگر لکھنا جانتا ہو تو اس کی طلاق صرف لکھنے سے ہوگی

اشارہ سے اس گونگے کی طلاق معتبر قرار دی گئی ہے جو لکھنا نہیں جانتا اسلئے اگر کوئی گونگا لکھنا جانتا ہے تو پھر اشارۃً دی ہوئی طلاق کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ طلاق لکھ کر دینا ضروری ہوگا کیونکہ اشارہ سے زیادہ وضاحت کتابت میں ہے۔ اشارہ کا اعتبار تو صرف مجبوری کیوجہ سے کیا گیا تھا اور جب لکھنا آتا ہے تو پھر اشارہ کی ضرورت نہیں رہی۔[۲]

گونگے کی دی ہوئی طلاق کونسی طلاق ہوگی

گونگا نے اگر اشارہ میں طلاق دی ہے تو اس کو صریح کے قائم مقام قرار دیکر ایک اور دو طلاق کے اشارہ کو طلاق رجعی قرار دی جائے گی اور اگر تین طلاق کے متعلق انگلی وغیرہ سے اشارہ کیا ہے تو پھر طلاق مغلظہ پڑے گی۔[۳]

اور اگر گونگے نے تحریری طلاق دی ہے تو اس کا حکم انسان ناطق کی طلاق کی مانند ہے اگر صریح الفاظ میں طلاق لکھ کر دی ہے تو ایک دو تک رجعی اور تین میں طلاق مغلظہ واقع ہوگی اور اگر کنائی الفاظ میں طلاق لکھ کر دی ہے تو نیت کیساتھ طلاق بائن واقع ہوگی۔

گونگا اگر تین کنکری پھینکے تو اس سے طلاق مراد نہ ہوگی

گونگے کی زوجہ نے طلاق حاصل کرنے کی غرض سے شوہر سے تین کنکری پھینکنے کو کہا اس پر گونگے نے تین کنکری پھینکی تو اس سے طلاق واقع نہ ہوگی۔[۴]

---

(۱) یرید به الذی ولد وهو اخرس او طرأ علیه ذلك ودام حتی صارت اشارته مفهومة والا لم تعتبر (شامی صفحه ٤٤٨ جلد٤)

(۲) وقال بعض المشایخ ان کان یحسن الکتابة لایقع طلاقه بالاشارة لاندفاع الضرورة بما هو ادل علی المراد من الاشارة (بحر الرائق صفحه ٤٣٣ جلد٣

(۳) طلاقه المفهوم بالاشارة اذا کان دون الثلاث فهو رجعی (شامی ص ٤٤٨ ج ٤)

(٤) واراد بـ "ما" اللفظ او مایقوم مقامه من الکتابة المستبینة او الاشارة المفهومة فلا یقع بالقاء ثلاثة احجار الیها (شامی صفحه ٤٥٧ جلد٤)

طلاق دیتے ہوئے طلاق کے معنیٰ کا سمجھنا

طلاق کیلئے یہ بھی شرط اور ضروری ہے کہ طلاق دینے والا یہ سمجھ رہا ہو کہ میں طلاق دے رہا ہوں اس لفظ سے بیوی جدا ہو جاتی ہے نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ طلاق کے معنیٰ سے باخبر ہو۔ لہٰذا ایسا شخص جو طلاق کے معنیٰ سے بالکل بے خبر ہو اس کو طلاق کے الفاظ رٹا دیئے جائیں اور وہ اس کا تلفظ کرے تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اگرچہ الفاظ صریحہ میں نیت کی ضرورت نہیں مگر وقوع طلاق کیلئے معنیٰ کا جاننا بھی شرط اور ضروری ہے وہ یہاں مفقود ہے۔

اور اگر طلاق کے معنیٰ کو جانتا ہے تو پھر بغیر قصد وارادہ کے سبقت لسانی کے طور پر بھی لفظ طلاق نکل جائے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔[1] کمامر

طلاق کے ارادے سے طلاق کا لفظ استعمال کیا تو طلاق ہے اگرچہ معنیٰ نہ جانتا ہو

اگر طلاق کا لفظ طلاق دینے کے ارادہ سے استعمال کیا تو طلاق واقع ہو جائے گی اگرچہ اس کے معنیٰ سے واقف نہیں کیونکہ نیت پائے جانے کی صورت میں معنیٰ سے واقفیت ضروری نہیں چنانچہ علامہ شامی نے اس کی ایک مثال دی ہے کہ اگر کسی عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تم میرے سامنے یہ پڑھو (اعتدی انت طالق ثلاثا) یعنی اے عورت تم عدت گزار دو تم کو تین طلاق اور شوہر نے بیوی کے کہنے سے ایسا کر لیا تو قضاءً اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو جائے گی۔ اگرچہ شوہر اس کے معنیٰ سے واقف نہ تھا۔[2]

(۱) وعما لو لقنته لفظ الطلاق فتلفظ به غير عالم بمعناه فلا يقع أصلا على ما افتى به مشايخ الخ وعما لو سبق لسانه من قول انت حائض مثلا الى انت طالق فان يقع قضاء فقط (شامى ص ٤٦١ ج ٤

(۲) او تلفظ به غير عالم بمعناه (درمختار) كما لو قالت لزوجها اقرأ علىّ اعتدى انت طالق ثلاثا ففعل طلقت ثلاثا فى القضاء لا فيما بينه وبين الله تعالى اذا لم يعلم الزوج ولم ينو بحر عن الخلاصة (شامى صفحه ٤٤٩ جلد ٤)

مسائل طلاق کا بار بار تذکرہ سے طلاق

اگر کسی نے مسائل سمجھانے اور سمجھنے کی غرض سے بیوی کے سامنے طلاق کا بار بار تذکرہ کیا یا کسی کتاب کی عبارت کو نقل کرتے ہوئے کہا کہ میری عورت کو طلاق ہے یا بیوی کو مخاطب کر کے سمجھانے کیلئے کہا مثلاً یوں سمجھو کہ میں نے تم کو طلاق دیا۔ یا کسی مرد نے اپنی بیوی کو جس کیفیت کے ساتھ طلاق دی تھی اس کو اپنی بیوی کے سامنے دھرایا کہ اس نے اپنی بیوی سے یوں کہا تھا کہ میں نے تجھ کو طلاق دیا وغیر ذلک تو ان تمام صورتوں میں صرف افہام و تفہیم مقصود ہے نہ کہ طلاق دینا اس لئے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ہاں اگر ان تمام صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں بھی اپنی بیوی کو طلاق دینے کی نیت کر لی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔[1]

طلاق کے ارادے سے طلاق نہیں ہوتی

اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے تجھے طلاق دینے کا ارادہ کر لیا ہے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی وقوع طلاق کیلئے تلفظ بصیغۂ ماضی یا حال ضروری ہے محض ارادہ کافی نہیں۔[2]

طلاق کی نسبت زمانہ کی طرف کرنا

طلاق تجزیہ کو قبول نہیں کرتی لہٰذا اگر کوئی طلاق کی نسبت کسی وقت کی طرف یا کسی زمانہ کی طرف کرے تو زمانہ اور وقت کے اول جز ہی سے طلاق کا تحقق ہو جائے گا مثلاً کسی نے اپنی زوجہ سے یوں کہا کہ تجھ کو آئندہ کل طلاق یا پرسوں طلاق یا ایک ہفتہ کے بعد طلاق یا ایک مہینہ کے بعد طلاق تو جیسے ہی ان متعینہ دنوں

---

(۱) عما لو کرر مسائل الطلاق بحضرتها او کتب نلقلا من کتاب امرأتی طالق مع التلفظ او حکی یمین غیره فانه لا یقع اصلا مالم یقصد زوجته (شامی صفحه ۴٦۱ جلد ۴)

(۲) ولو قال اردت طلاقك لا یقع (فتاوی بزازیه علی هامش عالمگیری ص ۴۵۲ جلد ۱

کا تحقق ہوگا اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ چنانچہ علامہ شامی اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

طلاق دینے والے نے طلاق کو پورے آئندہ کل کیساتھ جوڑدیا ہے اس لئے آئندہ کل کا پہلا جز آتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ پہلا جز متعین ہے اور اس کا کوئی مزاحم بھی نہیں ہے۔[1]

طلاق کو کسی مہینہ کیطرف منسوب کرتے ہوئے کسی خاص وقت کی تعیین کردی

اگر کسی نے طلاق دیتے ہوئے کسی مہینہ کے خاص وقت کی تعیین کردی مثلاً کسی نے اپنی بیوی سے یوں کہاکہ تجھ کو شعبان کے مہینہ کی شام کو طلاق۔ تو شعبان کا مہینہ شروع ہوتے ہی یعنی رجب کی آخری تاریخ کا سورج غائب ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی۔[2]

دوزمانہ کی طرف نسبت کر کے طلاق

اگر کسی نے دوزمانے کی طرف طلاق کو منسوب کرتے ہوئے یوں کہاکہ تجھ کو آج اور کل طلاق یارات کو اور دن کو طلاق۔ یا یوں کہاکہ دن کی ابتداء میں اور رات کے شروع میں طلاق تو ان تمام صورتوں میں دو طلاق رجعی واقع ہوگی۔ اس لئے کہ طلاق کو دوزمانے کی طرف منسوب کیا گیا ہے لہٰذا پہلے وقت کے آتے ہی پہلی طلاق اور دوسرے وقت کے شروع ہوتے ہی دوسری طلاق ہوگی۔ علامہ شامی نے اس کی وجہ یوں بیان کی ہے کہ معطوف، معطوف علیہ کا غیر ہوتا ہے پس پہلے کو دوسرے میں اور دوسرے کو پہلے میں شمار کر کے ایک طلاق مراد لینے کی

---

(۱) انت طالق غدا او فی غد یقع عند طلوع الصبح (درمختار) ووجہ الوقوع عند طلوعہ انہ وصفها بالطلاق فی جمیع الغد فیتعین الجزء الاول لعدم المزاحم (شامی ص ۴۸۱ ج ۴)

(۲) وصح فی الثانیة نیة العصر ای آخر النہار قضاءً و صدق فیہما دیانة ومثلہ انت طالق شعبان او فی شعبان (درمختار علی ہامش شامی صفحہ ۴۸۱ تا ۴۸۲ جلد۴)

کوئی ضرورت نہیں ہے۔[۱]

تجھ کو رات تک یا مہینہ آنے تک، یا سال آنے تک طلاق

اگر کسی نے اپنی بیوی سے یوں کہا کہ تجھ کو رات آنے تک طلاق، یا مہینہ آنے تک طلاق، یا سال آنے تک طلاق۔ یا گرمی آنے تک طلاق۔ یا سردی آنے تک طلاق۔ تو ان جملوں سے طلاق واقع ہونے کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) وقوع طلاق کی نیت وقت متعینہ گذر جانے کے بعد کی ہے تو وقت گذر جانے کے بعد طلاق واقع ہوگی مثلاً رات آنے تک طلاق۔ کی صورت میں رات گذرنے کے بعد طلاق ہوگی۔ (۲) اگر ان جملوں سے وقوع طلاق کی نیت تو کی ہے مگر وقت کو یوں ہی ذکر کیا ہے تو اسی وقت ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ (۳) اگر کوئی نیت نہیں کی ہے تو اس صورت میں بھی وقت گذرنے کے بعد طلاق ہوگی۔[۲]

تجھ کو ہر روز طلاق

اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھ کو ہر روز طلاق تو اس سے صرف ایک طلاق واقع ہوگی خواہ کتنے ایام کیوں نہ گذر جائیں۔ ہاں اگر یوں کہا کہ تجھ کو ہر دن کے اندر ایک طلاق تو تین دن گذر جانے کے بعد عورت مطلقہ ثلاثہ ہو جائے گی اور اگر یوں کہا کہ ہر روز میں نے تجھے تین طلاقیں دیں تو ہر روز ایک پڑے گی۔[۳]

---

(۱) وفی انت طالق الیوم غدا او غدا الیوم اعتبر اللفظ الاول (درمختار) ولو عطف الخ قال فی التبیین لان المعطوف غیر المعطوف علیه غیر انه لاحاجة لنا الی ایقاع الاخری فی الاولی لامکان وصفها غدا بطلاق واقع علیها الیوم ولا یمکن ذلك فی الثانیة فیقعان (شامی صفحه ۴۸۲ جلد ۴) (۲) ولو قال انت طالق الی اللیل او الی الشهر او الی السنة او الی الصیف او الی الشتاء او الی الربیع او الی الخریف فهو علی ثلاثة اوجه اما ان ینوی الوقوع بعد الوقت المضاف الیه فیقع الطلاق بعد مضیه او ینوی الوقوع ویجعل الوقت للامتداد فیقع للحال او لاتکون له نیة اصلا فیقع بعد الوقت عندنا (شامی صفحه ۴۷۸ جلد ۴)

(۳) قال لها انت طالق کل یوم او کل جمعة اورأس کل شهر ولانیة له تقع واحدة فان نوی کل یوم او قال فی کل یوم اومع او عند او کلما مضی یوم یقع ثلاث فی ایام ثلاثة والاصل انه متی ترك کلمة الظرف اتحد والاتعدد (درمختار) ولو قال فی کل یوم طلقت ثلاثا فی کل یوم واحدة اجماعا (درمختار مع الشامی صفحه ۴۸۵ تا ۴۸۶ جلد ۴)

موت کے بعد طلاق

اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ موت کے بعد طلاق یا یوں کہا کہ میرے اور تیرے مرنے کے بعد طلاق، تو ایسی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی اسلئے کہ موت میں وقوع طلاق کی صلاحیت مفقود ہے اور بے صلاحیت طلاق واقع نہیں ہوتی۔[1]

طلاق کی نسبت کسی مکان کی طرف کرنا

اگر کسی نے طلاق کی نسبت کسی جگہ کی طرف کرتے ہوئے یوں کہا کہ تجھ کو مکہ میں طلاق یا دلّی میں طلاق یا گھر میں طلاق یا دھوپ میں طلاق یا سائے میں طلاق تو فی الفور طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔ مکہ دلّی یا کسی جگہ کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔ اور ہر جگہ اس کی طلاق کی دیانۃً تصدیق کی جائے گی قضاءً نہیں۔[2]

دنیا کی عورتوں کو طلاق

اگر کسی نے یوں کہا کہ دنیا کی عورتوں کو طلاق یا پورے عالم کی عورتوں کو طلاق تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اسی پر فتویٰ ہے اگرچہ دنیا کی عورتوں میں اس کی بیوی بھی شامل ہے۔ مگر طلاق میں شامل نہیں ہوگی۔[3]

ہندوستان کو طلاق

اگر کوئی پاکستانی شخص اپنی ہندوستانی بیوی سے کہے کہ ہندوستان کو طلاق اسی طرح ہندوستانی اپنی پاکستانی بیوی سے کہے کہ پاکستان کو طلاق تو اس سے اس کی

---

(۱) انت طالق واحدة او لا اومع موتی اور مع موتك لغو (درمختار) لان موته مناف لایقاع الطلاق منه وموتها مناف لوقوعه علیها (شامی صفحه ٤٨٣ جلد٤)

(۲) وانت طالق بمكة او فی مكة او فی الدار او الظل اوالشمس او ثوب كذا تنجیز یقع للحال الخ ویصدق فی الكل دیانة لاقضاءً (درمختار علی هامش شامی ص ٤٧٧۔٤٧٨ جلد٤)

(۳) رجل قال نساء العالم او نساء الدنیا طوالق لاتطلق امراته (فتاوی قاضیخان مع عالم گیری صفحه ٤٦٢ جلد٤)

بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی بشرطیکہ دلالت حال اور مذاکرۂ طلاق نہ ہو۔[1]
(دلالت حال اور مذاکرۂ طلاق کی تفصیل آگے آئے گی)

اس گاؤں یا اس شہر یا اس گھر کی عورت کو طلاق

عالم یا ملک کی طرف نسبت کرکے طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے البتہ گاؤں یا کسی شہر کی طرف نسبت کرکے کہا کہ اس گاؤں کی عورتوں کو طلاق یا اس شہر کی عورتوں کو طلاق حالانکہ اس گاؤں اور اس شہر میں اس کی بیوی بھی رہتی ہے تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی۔

اسی طرح کسی گھر کی طرف نسبت کرکے کہا کہ اس گھر کی عورتوں کو طلاق اور اس گھر میں اس کی بیوی بھی رہتی ہے۔ یا کسی گاڑی اور ٹرین کی طرف نسبت کرکے کہا کہ اس گاڑی کی عورتوں کو طلاق اور اس گاڑی میں اس کی بیوی بھی ہے تو ان صورتوں میں اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی۔[2]

طلاق کی قسمیں

طلاق کی مختلف نوعیتیں ہیں پھر ہر ایک کی مختلف اقسام اور ہر تقسیم کی مختلف قسمیں ہیں اجمالاً تحریر کرنے کے بعد ہر ایک کی تفصیل اور اس کے متعلق جزئیات پیش کی جائیں گی۔

تو سمجھئے کہ طلاق کی دو حیثیت ہے۔ (۱) الطلاق من حیث الصفة (۲) الطلاق من حیث الایقاع۔ پھر صفت طلاق کی اولاً دو قسمیں ہیں۔ (۱) طلاق سنی۔ (۲) طلاق بدعی۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں (۱) سنی من حیث العدد (۲) سنی من حیث الوقت۔ پھر سنی من حیث العدد کی دو قسمیں

(۱) قال نساء الدنیا او نساء العالم طوالق لم تطلق امرأته (درمختار مع الشامی ۵۲۳ ج ٤

(۲) نساء المحلة والدار والبیت طوالق (درمختار) نساء هذه البلد او هذه القریة طوالق وفیها امرأته طلقت (فتاوی قاضی خاں علی هامش عالم گیری صفحه ٤٦٢ جلد۱)

ہیں۔(۱) طلاق احسن۔(۲) طلاق حسن۔اسی طرح بدعی کی دو قسمیں ہیں۔بدعی من حیث العدد، بدعی من حیث الوقت۔

اسی طرح وقوع طلاق کی اولاً دو قسمیں ہیں۔طلاق رجعی۔طلاق بائن۔پھر بائن کی بھی دو قسمیں ہیں۔طلاق بائن خفیفہ۔طلاق بائن غلیظہ۔اسی ترتیب سے تفصیل ملاحظہ کیجئے۔

طلاق سنی احسن

طلاق احسن کی صورت یہ ہے کہ حیض سے پاک ہونے کے بعد ایسے طہر میں جس میں عورت سے جماع نہ کیا ہو ایک طلاق رجعی دیدی جائے پھر اگر اس کے بعد یکجائی اور اتفاق کی صورت نکل جائے تو رجوع کرلے ورنہ اس کو (تین حیض یا حاملہ ہو تو جب تک ولادت نہ ہو جائے تب تک) عدت گذارنے دے بلاوجہ رجوع نہ کرے اور نہ دوبارہ طلاق دے ایک طلاق پر وہ عدت گذار کر بائنہ ہو جائے گی طلاق کی یہ قسم سب سے بہتر اور احسن ہے۔

ابرہیم نخعیؒ صحابہ کرامؓ کے متعلق فرماتے ہیں کہ

کانوا یستحبون ان یطلقھا واحدۃ ثم یترکھا حتی تحیض ثلث حیض [1]

صحابہ کرامؓ اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ عورت کو ایک طلاق دی جائے اور پھر اس کو (عدت گزارنے کیلئے) چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ تین حیض آجائے۔

(فائدہ) اس طریقہ کو سب سے بہتر اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ اس صورت میں آدمی کو تین حیض آنے تک تقریباً دو تین ماہ تو کم سے کم مل ہی جاتے ہیں جن کے درمیان وہ عورت کے طرز عمل اور اپنے کئے ہوئے فیصلے پر نظر ثانی کر سکے اگر موافقت کی صورت پیدا ہو گئی تو پشیمان ہونے کی ضرورت نہیں رجعت

(۱) مصنف ابن شیبہ بحوالہ حاشیہ ہدایہ حاشیہ نمبر ۸ صفحہ ۳۵۴ جلد ۲

کرکے میاں بیوی والی زندگی بحال کرسکتے ہیں۔ اگر عدت گزار کر بائنہ ہوگئی تو بھی اتنی گنجائش باقی رہتی ہے کہ میاں بیوی اپنے اس رشتہ کے ختم ہونے پر نادم وشرمندہ ہوکر بغیر حلالہ کے فوراً تجدید نکاح کے ذریعہ ازدواجی تعلق قائم کرلیں چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ:

لانہ ابعد من الندامۃ واقل ضرر بالمرأۃ [1] (ایک طلاق دینے کی صورت میں) ندامت اور پشیمانی سے دوری اور اس کی تلافی کا موقع ملتا ہے عورت کو ضرر و تکلیف سے بچانے کی یہ ہی ایک صورت ہے۔

طلاق سنی حسن

طلاق حسن کی صورت یہ ہے کہ بالغہ عورت کو ایسے طہر میں جو خالی عن الجماع ہو ایک طلاق رجعی دے یعنی ایک طہر میں ایک طلاق کے بعد دوسرے حیض آنے اور پھر اس سے پاکی کا انتظار کرکے دوسری طلاق دے پھر تیسرے حیض کے بعد تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے۔

یہ حکم تو اس عورت کا ہے جو مدخول بہا ہے اور اگر غیر مدخول بہا ہے تو اس کے لئے ایک ہی طلاق حسن ہے نیز غیر مدخول بہا کو حیض کی حالت میں بھی طلاق دی جاسکتی ہے۔

آئسہ، صغیرہ اور حاملہ عورتوں کے لئے طلاق حسن یہ ہے کہ ان کو تین مہینہ تک ہر مہینہ میں ایک طلاق دی جائے نیز ان عورتوں کو جماع کے بعد بھی طلاق دینا جائز ہے۔

بہرحال تیسری طلاق کے بعد عورت بالکلیہ حرام ہوجائے گی اس کے بعد رجعت یا صرف تجدید نکاح کے ذریعہ ازدواجی تعلقات بحال نہیں کئے جاسکتے جب

(۱) ہدایہ صفحہ ۳۵۴ جلد۲

تک کہ حلالہ نہ کیا جائے۔[1]

(فائدہ) طلاق کی یہ دوسری صورت بھی بہتر ہے کیونکہ اس میں بھی زوجین کو دو ماہ تک وقت ملتا ہے۔ کہ مرد غور و فکر کے بعد اپنا فیصلہ بدل کر رجعت کر سکتا ہے اور عورت بھی اس کے درمیان شوہر کو راضی کر کے رجعت پر تیار کر سکتی ہے۔

طلاق بدعی من حیث العدد

طلاق بدعیہ کی پہلی قسم طلاق کے عدد کے اعتبار سے ہے اس کی صورت یہ ہے کہ مدخول بہا کو ایک ہی طہر میں یا ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دیدی جائیں یا ایسی طلاقیں دی جائیں جن میں رجعت کی گنجائش نہ ہو مثلاً یوں کہے کہ تجھے دو یا تین طلاقیں یا دو بار اس طرح کہے کہ تجھے طلاق ہے طلاق ہے یا تین بار کہے کہ تجھے طلاق دی۔ طلاق دی۔ طلاق دی، یا طلاق بائن دی۔ طلاق کی یہ صورتیں بدعی ہیں۔ طلاق کا یہ طریقہ بہت ہی غلط ہے نیز اسی طرح نابالغہ اور آئسہ کو ایک مہینہ میں ایک سے زائد طلاق دینا بھی بدعت اور حرام ہے ایسے غلط طریقہ سے دیئے جانے کے باوجود بھی طلاق تو واقع ہو جائے گی مگر طلاق دینے والا شخص گناہ گار ہوگا۔[2]

بیک وقت تین طلاقیں دینا سخت گناہ ہے

بایں ہمہ اس میں شک نہیں کہ طلاق کی حد شریعت نے تین تک محدود کر دی ہے مگر اس کا بہترین طریقہ یہ بتلایا کہ تین مرتبہ تین طہر میں الگ الگ طلاق دی جائے

(۱) والحسن هو طلاق السنة وهو ان يطلق المدخول بها ثلاثا في ثلاثة اطهار الخ وغير المدخول بها يطلقها في حالة الطهر والحيض الخ واذا كانت المرأة لاتحيض من صغر او كبر فاراد ان يطلقها ثلثا للسنة طلقها واحدة فاذا مضى شهر طلقها اخرى لان الشهر في حقهما قائم مقام الحيض قال الله تعالى واللائي يئسن من المحيض من نسائكم ان ارتبتم فعدتهن ثلثة اشهر (هداية صفحه ۳۵۴ ـ ۳۵۶ جلد۲)

(۲) وطلاق البدعة ان يطلقها ثلاثا بكلمة واحدة او ثلاثا في طهر واحد فاذا فعل ذلك وقع الطلاق وبانت امرأته منه وكان عاصيا. (المختصر القدوري ص ۱۷۰)

بیک وقت تینوں طلاق کا استعمال سخت ناپسندیدہ اور فعل قبیح ہے متعدد احادیث میں اس کی شناعت بیان کی گئی ہے چنانچہ نسائی میں ایک حدیث بڑی سخت ترین ہے:

عن محمود بن لبید قال اخبر رسول الله صلی الله علیه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطلیقات جمیعا فقام غضبانا ثم قال ایلعب بکتاب الله وانا بین اظهرکم حتی قام رجل فقال یا رسول الله الا اقتله ؟[1]

محمود بن لبیدؓ سے منقول ہے کہ آپ کو ایک شخص کے متعلق اطلاع دی گئی کہ اس نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دیدی ہیں۔ اس پر آپؐ اتنے ناراض ہوئے کہ غصہ کی حالت میں کھڑے ہوگئے اور پھر فرمایا کہ کتاب اللہ کیساتھ کھیل کیا جاتا ہے جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں اس پر ایک صحابیؓ نے کھڑے ہوکر حضورؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اس آدمی کو قتل نہ کردوں جس نے ایسی شنیع حرکت کی ہے۔

فائدہ: بیک وقت تین طلاقیں دینے کو کتاب اللہ کیساتھ کھیل اور مذاق غالباً اس لئے فرمایا کہ قرآن نے طلاق کے متعلق ہدایت فرمائی ہے (الطلاق مرتان الی قوله فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره) کہ طلاقیں تو تین ہی ہیں مگر قرآن نے طلاق کے طریقہ اور قانون کی یوں وضاحت کی ہے کہ وہ یکے بعد دیگرے تین طہر میں دی جائیں اگر کوئی بیک وقت تینوں استعمال کرتا ہے تو یہ قرآن کے بتلائے ہوئے طریقے سے انحراف ہے اور یہ ایک طرح کا کھیل اور مذاق ہے۔

آج کا غلط معاشرہ

ہمارے اس دور اور اس ملک میں طلاق کے جو واقعات سامنے آتے ہیں ان

---

(۱) نسائی شریف صفحہ ۸۲ جلد۲

میں تقریباً نوے فیصد طلاق ثلاثہ کا مسئلہ ہوتا ہے اکثریت لوگوں کی اس سے ناواقف ہے کہ طلاق دینے کا صحیح طریقہ کیا ہے۔ اگر بعض لوگ جانتے بھی ہیں تو وقتی جذبات اور غصہ میں آکر تینوں طلاقیں ایک ہی وقت بکتے چلے جاتے ہیں اور جب دماغ ٹھکانے لگتا ہے تو پھر بڑے شرمندہ ہوتے ہیں اور بیوی بچے کا بہانہ بنا کر صورت نکالنے کی فکر کرنے لگتے ہیں مگر اس کے بعد پچھتانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ تین طلاق کے بعد تو نکاح کا مسئلہ پیچیدہ ہو ہی گیا بغیر حلالہ شرعی کے کوئی صورت نہیں اگر یہی طلاق سنی احسن یا حسن طریقہ سے دی جاتی تو پچھتانا نہیں پڑتا رجوع کے بعد یا عدت گذرنے پر بھی صرف تجدید نکاح سے بیوی لوٹ آتی حلالہ کی ضرورت نہیں پڑتی۔

طلاق ثلاثہ کے بعد مذہب بدل کر نکاح برقرار رکھنا

بعض جاہل اور دین وشریعت سے ناواقف شخص کبھی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیکر بھی رجعت کر لیتا ہے یا طلاق دیکر حلالہ کے ڈر سے طلاق کا انکار کر دیتا ہے اور زوجین باہمی رضامندی سے ناجائز زندگی گذارنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور کبھی تو صرف اسی غرض سے تقلید کو چھوڑ کر غیر مقلد کا مذہب اختیار کر لیتے ہیں اور بغیر حلالہ شرعی کے میاں بیوی پوری زندگی ازدواجی زندگی گذارتے رہتے ہیں حالانکہ وقوع طلاق کا معاملہ حق اللہ اور شریعت اسلامیہ اور قرآن کا ایک قانون ہے نہ تو میاں بیوی کی باہمی رضامندی سے حلت پیدا ہو سکتی ہے اور نہ کسی تاویل وتبدیل مذہب سے طلاق ثلاثہ رجعی بن سکتی ہے ایسا کرنا گناہ کبیرہ ہے قرآن وحدیث اور اجماع کی مخالفت ہے اس کو جائز کہنا ضلالت اور گمراہی ہے صرف اسی غرض سے تقلید کو چھوڑ کر حنفیت سے آزادی اختیار کرنا دین ومذہب کو کھلونا بنانا ہے جس کا انجام بڑا خطرناک ہے۔[1]

---

(۱) فتاوی رشیدیہ وفتاوی محمودیہ صفحہ ۲٤۱ جلد ۱۱

شوہر طلاق دیکر انکار کرے تو عورت کو کیا کرنا چاہیے

شوہر اگرطلاق دیکر انکار کردے حالانکہ اس طلاق کوعورت نےخود سنا۔یا کسی معتبر آدمی نے اس کو بتلایا کہ تمہارے شوہر نے تمہیں طلاق دیدی ہے تو اب اس کیلئے جائز نہیں کہ وہ شوہر کی بات مانے اور اس کو اپنے اوپر قابو دے بلکہ عورت کیلئے لازم ہے کہ وہ اس شوہر سے علیحدہ رہے۔شوہر اگر نہ مانے تو مہر معاف کردے یا کچھ دے دلا کر رہائی حاصل کر کے اپنے کو حرام کاری اور زنا سے بچائے۔(۱)

ایک مجلس کی تین طلاقیں

ایک مسئلہ جو بہت زیادہ اہم اور معرکۃ الآراء بنا ہوا ہے وہ ایک مجلس میں تین طلاق کے وقوع کا ہے۔ یعنی اگر کسی نے ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دیں یا ایک مجلس میں متفرق کلمے سے تین طلاق دی تو یہ طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں اور اگر واقع ہوتی ہے تو ایک ہوتی ہے یا تین اس سلسلے میں تین مذاہب ہیں۔

پہلا مذہب ائمہ اربعہ امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کا ہے کہ اس طرح تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور عورت مطلقہ بائنہ مغلظہ ہو جائے گی بغیر حلالۂ شرعی کے شوہر سے دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا جمہور علماء سلف و خلف کا یہی مسلک ہے۔

دوسرا مذہب یہ ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے ایک بھی طلاق واقع نہ ہوگی شیعہ جعفریہ کا یہی مسلک ہے، حجاج بن ارطاۃ، محمد بن اسحاق اور ابن مقاتل کی طرف بھی اس قول کی نسبت کی گئی ہے۔

تیسرا مذہب یہ ہے کہ اس طرح ایک کلمہ اور ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے صرف ایک طلاق واقع ہوگی اور شوہر کو رجعت کا اختیار ہوگا۔ بعض اہل

---

(۱) والمرأة كالقاضي اذا سمعته او اخبرها عدل لا يحل لها تمكينه والفتوى على انه ليس لها قتله ولا تقتل نفسها بل تفدى نفسها بمال او تهرب (شامی ص۴٦٣ ج۴)

ظاہر، علامہ ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم اور حضرت عکرمہ وغیرہ کا یہی مسلک ہے اور اس زمانہ کے غیر مقلدین بھی اسی پر مصر ہیں۔

كما حكاه النووى فى شرح مسلم وقد اختلف العلماء فيمن قال لامرأته انت طالق ثلاثا فقال الشافعي ومالك وابو حنيفة واحمد وجماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلاث وقال طاؤس وبعض اهل ظاهر لايقع بذلك الا واحدة وهو رواية عن الحجاج بن ارطاة ومحمد بن اسحاق والمشهور عن الحجاج بن ارطاة انه لايقع به شئ وهو قول ابن مقاتل ورواية عن محمد بن اسحق[1]

اور شیعہ کا مسلک خود شیعہ کے ایک عالم حلبی الشعی نے اپنی کتاب شرائع الاسلام میں تحریر کیا ہے۔[2]

دوسرے مذاہب کے ماننے والے آج بہت ہی کم ہیں اگر ہیں بھی تو ان سے اتنا چھیڑ چھاڑ نہیں جتنا کہ ایک طلاق کے وقوع کے قائلین سے ہے خصوصاً آج کے غیر مقلدین علماء تو اس مسئلہ کو بڑی شدومد کیساتھ اچھال رہے ہیں ماہنامہ رسائل اور اخباروں کے ذریعہ عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کررہے ہیں بر سر عام اعلان ہوتا ہے کہ ایک مجلس میں تین مرتبہ دی جانے والی طلاق کو تین طلاق قرار دینا باطل اور شریعت کے ساتھ کھلواڑ ہے۔ جبکہ تین طلاقوں کے وقوع پر اہل سنت کے ہر چہار امام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اتفاق ہے جیسا کہ اوپر علامہ نووی نے بیان کیا کہ جمہور سلف وخلف کا یہی مذہب ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ اجماعی اور منصوص علیہ ہے اجتہادی اور قیاسی نہیں۔ اس مسئلہ پر متعدد اہم کتابیں لکھی جاچکی ہیں شیخ احمد بن عبدالعزیز آل مبارک نے لزوم الطلاق الثلاث فی کلمۃ واحدۃ میں پوری تفصیل سے کلام فرمایا ہے ان کے علاوہ حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ نے فتاویٰ رحیمیہ جلد ۵ میں تفصیل سے بحث کی ہے

(۱) النووى فى شرح مسلم ص۴۷۸ ج۱ (۲) شرائع الاسلام صفحه ۵۷ جلد۲

قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ وتابعین کی روشنی میں طلاق ثلاثہ کو ثابت کیا ہے اس کے علاوہ ماہنامہ رسائل خصوصاً ماہنامہ دارالعلوم دیوبند وغیرہ میں، کئی مضامین علماء واکابر کے آچکے ہیں ان سب کے باوجود لمبی چوڑی تفصیل کی اس چھوٹی سی کتاب میں کوئی خاص ضرورت باقی نہیں رہتی تاہم کچھ خلاصہ کے طور پر پیش خدمت ہے۔

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے   شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

ایک مجلس میں تین طلاق قرآنی آیات کی روشنی میں

قرآن مجید میں ہے (اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ) یعنی طلاق دو بار ہے اس کے بعد بیوی سے رجوع کر کے بھلے طریقہ سے روک لے۔ یا اچھے طریقہ سے چھوڑدے اور تفسیر مظہری میں بغوی کے حوالہ سے روح المعانی میں موطا امام مالک، مسند امام شافعی اور متن ترمذی میں عروہ وغیرہ کے حوالہ سے اس بات کو واضح کیا ہے کہ تمام مفسرین کے نزدیک اس آیت کی شان نزول یہ ہے کہ شروع اسلام میں لوگوں کی یہ حالت تھی کہ بے حد وحساب طلاقیں دیدیتے اور اس کی عدت پوری ہونے کے قریب آتی تو رجعت کر لیتے پھر دوسری طلاق دیدیتے پھر عدت کے قریب ستانے کی غرض سے رجعت کر لیتے۔ غرض اس طرح بار بار طلاقیں دے کر رجعت کرتے رہتے اس پر قرآن کی مذکورہ آیت نازل کر کے اللہ تعالی نے واضح کر دیا کہ طلاق رجعی دو ہی ہے اب اگر تیسری طلاق دیدی تو رجوع کا حق ختم ہو جائے گا آگے کی آیت (فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ) یعنی اگر دو کے بعد تیسری طلاق بھی دیدی تو اب عورت حلال ہو ہی نہیں سکتی تاوقتیکہ وہ کسی اور سے نکاح کر لے اب آیت میں مرتان بمعنی اثنان ہے یعنی طلاق رجعی دو ہیں چاہے الگ الگ طہر میں طلاقیں دی

جائیں، یاایک طہر میں فصل کیساتھ یاایک ہی مجلس میں بغیر فصل کے یہی مطلب آیت کریمہ کازیادہ لائق ہے۔ صاحب روح المعانی تحریر فرماتے ہیں وھذا یدل علی ان معنی (مرتان) اثنان الخ ولعله الیق بالنظم الخ واوفق بسبب النزول[1]

اورامام بخاری نے بھی اس آیت کا یہی مطلب مرادلیا ہے۔ اوریکبارگی طلاق ثلاثہ کے وقوع کے جائز ہونے پر مستقل باب قائم کیا ہے۔ باب من اجاز طلاق الثلاث لقول اللہ تعالی الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسریح باحسان[2]

اور جو لوگ ایک مجلس میں تین طلاق کے وقوع کے قائل نہیں وہ مرتان کا معنی اثنان کرنے کے بجائے مرۃ بعد مرۃ کرتے ہیں۔ یعنی طلاق یکبارگی نہیں دے سکتے بلکہ یکے بعد دیگرے دینی پڑے گی۔ مگر ان کے دعوی ودلیل میں جوڑ نہیں، تضاد ہے کیونکہ ان کا دعوی تو یہ ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں پڑتی ہی نہیں۔ خواہ ایک جملہ میں دی گئی ہوں۔ یاالگ جملے میں۔ اوران کے طرز استدلال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہے کہ تجھ کو طلاق۔ تجھ کو طلاق۔ تجھ کو طلاق۔ تو تین طلاقیں ہو جانی چاہئے۔ اس لئے کہ دو طلاقیں یکبارگی نہیں دی گئیں علیحدہ علیحدہ دو طلاقوں کے بعد تیسری طلاق دی گئی ہے۔

چنانچہ ان کے مغالطے کو علامہ ابن حزم نے بھی بیان کیا ہے۔

واما قولهم معنی قوله الطلاق مرتان ان معناه مرّة بعد مرّة فخطأ بل هذه الآية كقوله تعالی نوتها اجرها مرّتین ای مضاعفا معا الخ[3]

اور بہر حال وہ لوگ جو ایک مجلس کی تین طلاقوں کے قائل نہیں ہیں ان کا (الطلاق مرتان) کا معنی یکے بعد دیگر کرنا غلط ہے بلکہ اس آیت کا مطلب قرآن کی دوسری آیت

(۱) روح المعانی صفحه ۱۳۵ جلد۲ بحواله فتاوی رحیمیه صفحه ۳۳۷ جلد۵
(۲) بخاری شریف صفحه ۷۹۱ جلد۲
(۳) محلی ابن حزم صفحه ۱۶۸ جلد۱۰ بحواله فتاوی رحیمیه صفحه ۳۳۸ جلد۵

(نوتها اجرها مرتین ای مضاعفا) یعنی زیادہ کر کے دونوں اجر کے ساتھ دینے کی مانند ہے۔ اسی طرح دونوں طلاقیں بھی ایک ساتھ واقع ہو نگی۔

ایک مجلس کی تین طلاقوں کا ثبوت حدیث سے

جس طرح قرآن کی مذکورہ آیتوں سے طلاق ثلاثہ کے وقوع کا ثبوت ہے اسی طرح حضورؐ کی بہت ساری احادیث سے اس کا ثبوت ہے۔ چند احادیث بطور نمونہ کے پیش ہیں۔

چنانچہ محمود بن لبیدؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔

اخبر رسول الله صلی الله علیه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلث تطلیقات جمیعا فقام غضبانا ثم قال ایلعب بکتاب الله وانا بین اظهرکم حتی قام رجل وقال یا رسول الله الا اقتله [1]

کہ حضورؐ کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دیدیں ہیں اس پر آپؐ نے غصہ میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھیل کیا جارہا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں آپ کا غصہ دیکھ کر ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا اسے قتل نہ کر دوں۔

قال قاضی ابوبکر ابن العربی فلم یرده النبی ﷺ بل امضاه کما فی حدیث عویمر العجلانی فی اللعان حیث امضی طلاقه الثلاث ولم یرده [2]

قاضی ابوبکر ابن العربیؒ حدیث کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے اس طلاق کو رد نہیں فرمایا تھا بلکہ نافذ فرمادیا تھا جبکہ عویمر عجلانیؓ کی اس حدیث میں جولعان کے بیان میں وارد ہوئی ہے کہ آپؐ نے ان کی تین طلاق کو رد کرنے کے بجائے نافذ فرمادیا تھا۔

(۱) نسائی شریف صفحہ ۸۲ جلد۲ (۲) سنن ابی داؤد ص۱۲۹ ج۳ بحوالہ معارف القرآن ص۵۶۳ ج۱

(فائدہ) اگر تین طلاق نافذ نہ ہوتی تو حضورؐ غصہ نہ ہوتے بلکہ فرمادیتے کہ کوئی حرج نہیں رجوع کرلو جس طرح طلاق رجعی کی صورت میں فرمایا کرتے تھے۔ سنن دار قطنی و بیہقی میں ایک روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حسن بن علیؓ نے ایک موقع پر اپنی بیوی عائشہ خثعمیہؓ سے فرمایا (انطلقی فانت طالق ثلاثا) تو چلی جا تجھ کو تین طلاق ہے اس پر عائشہؓ چلی گئیں بعد میں جب حضرت حسنؓ کو معلوم ہوا کہ عائشہؓ کو ہماری جدائی کا بہت غم ہے تو رو کر فرمایا اگر میں نے بائنہ طلاق نہ دی ہوتی تو رجوع کر لیتا میں نے رسول اللہ علیہ وسلم صلی اللہ سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے۔

ایما رجل طلق امرأته ثلاثا عند	کہ جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاق
کل طهر تطليقة او عند رأس	اس طرح دے کہ ہر طہر میں ایک
کل شهر تطليقة او طلقها ثلاثا	طلاق دے یا ہر مہینہ کے شروع میں
جميعا لم تحل له حتى تنكح	ایک طلاق دے یا تین طلاقیں ایک
زوجا غيره[1]	ساتھ دیدے تو جب تک وہ عورت

دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے پہلے مرد کیلئے حلال نہیں ہو سکتی۔

لہٰذا اگر میں یہ فیصلہ سنا ہوا نہ ہوتا تو عائشہؓ سے رجوع کر لیتا۔

تیسری حدیث طلاق فی الحیض کی بحث میں آئیگی کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی کو ایک طلاق دیدی آپؐ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپؐ نے رجوع کا حکم فرمایا اس پر ابن عمرؓ نے رجوع کر لیا اور پھر حضورؐ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہؐ اگر میں تین طلاقیں دے چکا ہوتا تو بھی رجوع کرنا جائز ہوتا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ (كانت تبين منك وتكون معصية) نہیں اس صورت میں بیوی تم سے جدا ہو جاتی اور تمہارا یہ فعل یعنی ایک ساتھ تین طلاقیں دینا گناہ ہوتا۔[2]

مذکورہ احادیث کے علاوہ عویمر عجلانیؓ کا لعان سے فراغت پر اسی مجلس میں تین طلاق کا دینا بھی وقوع طلاق ثلاثہ کی دلیل ہے امام بخاریؒ بھی اس حدیث کو

(۱) بیهقی صفحه ۲۳٦ جلد۷ بحواله فتاوی رحیمیه صفحه ۳٤٤ جلد٥
(۲) دار قطنی صفحه ٤۳۸ جلد۲ بحواله فتاوی رحیمیه صفحه ۳٤۱ جلد٥

باب من اجاز طلاق الثلاث میں ذکر کر کے اس بات کا اظہار فرمار ہے ہیں کہ طلاق ثلاثہ کے وہ بھی قائل ہیں۔ ؎۱

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث طلاق ثلاثہ کے وقوع پر دال ہیں تفصیل کیلئے دوسری خالص اسی موضوع سے متعلق کتب کی طرف رجوع کیا جائے۔

تین طلاق سے متعلق آثار صحابہ

اثر ابن عمرؓ:- امام بخاری وامام مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

کان ابن عمر اذا سئل عمن طلّق ثلثا قال لو طلقت مرّة او مرتین فان النبی ﷺ امرنی بھذا فان طلقھا ثلاثا حرمت حتي تنکح زوجا غیرہ ؎۲

کہ عبداللہ بن عمر سے جب کسی ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جاتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہوں تو وہ جواب میں فرماتے کہ اگر تم نے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ طلاق دی ہوتی (تو رجعت کی اجازت ہوتی) کیونکہ حضورؐ نے مجھے اسی کا حکم دیا تھا۔ لیکن اگر تم نے تین طلاقیں دیدی ہیں تو وہ تم پر حرام ہوگئی جب تک کہ وہ دوسرے سے نکاح نہ کرلے تمہارے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔

اثر عبداللہ بن مسعودؓ: موطا امام مالکؒ میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ (یعنی تین طلاقیں) دیدیں ہیں اس پر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ وہ لوگ (یعنی صحابہ کرامؓ) کیا فرماتے ہیں اس شخص نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ تمہاری بیوی تم پر بائن ہوگئی حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ وہ لوگ سچ کہتے ہیں حکم شرعی ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ لوگ کہتے ہیں۔ ؎۳ اور سنن سعید ابن منصور میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ننانوے طلاقیں دے ڈالیں اور پھر ابن مسعودؓ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا:

(۱) بخاری شریف صفحہ ۷۹۱ جلد ۲ (۲) بخاری شریف صفحہ ۷۹۲ جلد۲
(۳) موطا امام مالک ص ۱۹۹

تبینھا منك بثلاث وسائرھا عدوان[1] — کہ وہ تین طلاق سے بائن ہوگئی اور باقی طلاقیں تعدی اور زیادتی ثابت ہوئیں۔

اثر عبد اللہ ابن عمرو بن العاصؓ: اعلاء السنن میں ہے کہ ایک شخص نے عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے سوال کیا کہ کوئی اگر اپنی بیوی کو خلوت سے پہلے تین طلاق دیدے تو کیا حکم ہے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ نے فرمایا کہ اس کی عورت ایک طلاق سے بائنہ ہو جائے گی اور تین سے اس طرح حرام ہو جائے گی کہ جب تک دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے پہلے کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔[2]

سنن سعید ابن المنصور میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے علاوہ ابوہریرہؓ اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ جو شخص غیر مدخولہ کو تین طلاقیں دیدے تو اس کے لئے وہ عورت بغیر حلالہ کے حلال نہیں ہوگی۔

اسی طرح دیگر کتب حدیث وفقہ میں حضرت عثمان غنی، حضرت عائشہ، حضرت علی، ابن عباس، ابن عمر، ابن مسعود وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بھی فتوے نقل کئے گئے ہے کہ وہ ایک کلمہ یا ایک مجلس میں دی گئی طلاق ثلاثہ کے وقوع کے قائل ہیں۔[3]

طلاق ثلاثہ کے وقوع پر صحابہ کرام کا اجماع

شرح معانی الآثار، فتح الباری، اعلان الموقعین وغیرہ میں مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں صحابہ کرام کے مجمع میں فرمایا کہ لوگوں کے واسطے طلاق کے معاملے میں بڑی گنجائش اور خاص مہلت تھی کہ ایک طہر میں ایک طلاق دیتے اس صورت میں ان کے لئے رجعت کا کافی موقع ملتا لیکن لوگوں نے جلد بازی کی اور ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دینے لگے لہٰذا ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور رجعت جائز نہیں ہوگی صحابہ کرام میں سے کسی نے مخالفت نہیں کی بلکہ سبھوں نے موافقت کی۔[4]

---

(۱) اعلان السنن ص۱۵۷ ج۱۱ (۲) اعلان السنن ص ۱۵۸ ج۱۱ (۳) شرح معانی الاثار ۳۴ ج۲ (٤) مستفاد ماهنامه دار العلوم دیوبند محرم الحرام ١٤١٤ھ ١٩٩٣ء

تین طلاق سے متعلق آثار تابعین

عبداللہ بن مغفلؒ کا اثر:

عن ابن مغفل فی رجل طلق امرأته قبل ان یدخل بها قال لا تحل له حتی تنکح زوجا غیره ۱؎

عبداللہ ابن مغفلؒ سے ایک ایسے شخص کے متعلق منقول ہے جو اپنی بیوی کو صحبت سے قبل (تین طلاقیں) دے چکا تھا تو عبداللہ ابن مغفل نے فرمایا کہ اب وہ عورت اس مرد کے لئے حلال نہیں جب تک کہ وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے۔

قاضی شریحؒ کا اثر۔ (شریح وہ شخص ہیں جو حضرت عمرؓ سے لیکر حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے عہد تک برابر قاضی رہے)

عن الشعبی انه قال قال رجل لشریح القاضی طلقت امرأتی مائة فقال شریح بانت منك بثلاث وسبع وتسعون اسراف ومعصية ۲؎

شعبی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے قاضی شریح سے پوچھا کہ میں نے اپنی عورت کو سو طلاقیں دیدیں ہیں شریحؒ نے کہا تین طلاق سے ہی وہ بائن ہو گئی اور ستانوے طلاق فضول و معصیت ہے۔

ابراہیم نخعیؒ کا فتویٰ

عن مغیرة عن ابراهیم فی الرجل یتزوج المرأة فیطلقها ثلاثا قبل ان یدخل بها قال ان کان (قال) طالق ثلاثا کلمة واحدة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره واذا طلقها طلاقا متصلا فهو کذلك ۳؎

مغیرہ ابن شعبہؓ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نکاح کرے اور صحبت سے قبل ہی تین طلاق دیدے تو کیا حکم ہے تو آپ نے جواب دیا کہ اگر ایک جملہ میں تین طلاقیں دیں ہیں (مثلاً یوں کہا کہ تجھ کو تین طلاق تو عورت اس کے

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۳ جلد ۵ بحوالہ فتاوی رحیمیہ ۳۸۵ ج۵ (۲) محلیٰ ص ۱۷۳ ج ۱۰ بحوالہ فتاوی رحیمیہ ص ۳۸۶ ج۵ (۳) مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۳ ج۵ بحوالہ فتاوی رحیمیہ ص ۳۸٦ ج۵

لئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کر لے۔

حضرت سعید بن المسیبؒ، حضرت سعید بن جبیر، حضرت حمید بن عبدالرحمٰن کے فتوے

حدثنا ابوبکر قال نا عبدالاعلی عن سعید عن قتادۃ عن سعید بن المسیب وسعید بن جبیر وحمیدبن عبدالرحمن قالوا لاتحل له حتی تنکح زوجا غیره ١	ابو بکر روایت کرتے ہیں عبدالاعلی سے وہ سعید سے وہ قتادہ سے وہ مندرجہ ذیل تینوں حضرات سعید بن المسیبؒ، سعید بن جبیرؒ اور حمید بن عبدالرحمٰنؒ سے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں

دیدیں تو عورت بغیر حلالہ کے حلال نہ ہو گی۔

ان کے علاوہ مصنف ابن شیبہ میں حضرت مکحول، امام شعبی، حضرت قتادہ، امام زہری، حضرت حسن بصری، حضرت مصعب ابن سعید، حضرت ابی ملک، عبداللہ بن شداد وغیرہم رحمۃ اللہ تعالی علیہم سے منقول ہے کہ اگر ایک کلمہ سے تین طلاقیں دی گئیں تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔

تین طلاق علماء محققین کے اقوال سے

علامہ زرقانیؒ موطا کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

والجمهور علی وقوع الثلث بل حکی ابن عبدالبر الاجماع قائلا ان خلافه شاذ لایلتفت الیه	کہ جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ تین طلاقیں واقع ہوں گی بلکہ علامہ ابن عبدالبر نے اس مسئلہ پر اجماع بیان کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اسکے خلاف

کچھ کہنا نادر الوقوع ہے جو نا قابل التفات ہے۔

حافظ ابن رجب حنبلیؒ اپنی مشہور کتاب مشکل الاحادیث الواردة فی ان

(١) مصنف ابن ابی شیبه صفحه ٢٤ جلد٥ بحواله فتاوی رحیمیه ص ٣٩٢ ج ٥

الطلاق الثلاث واحدة میں تحریر فرماتے ہیں:

اعلم انه لم يثبت عن احد من الصحابة ولا من التابعين ولا من ائمة السلف المعتمد بقولهم فی الفتاوی فی الحلال والحرام شئ صريح فی ان الطلاق الثلاث بعد الدخول يحسب واحدة اذا سبق بلفظ واحد [1]

کہ جان لو کہ صحابہؓ تابعینؒ اور ائمہ سلف میں سے جن کے اقوال پر اعتماد کیا جاتا ہے کسی سے بھی صراحت کیساتھ منقول نہیں کہ صحبت کے بعد تین طلاقیں جب ایک لفظ سے دی جائیں تو ایک سمجھی جائیں گی (لہذا تینوں کا واقع ہونا اجماعی مسئلہ ہے)۔

امام ابوالولید الباجیؒ المنتقی میں تحریر فرماتے ہیں:

فمن اوقع الثلاث بلفظة واحدة لزمه ما اوقعه من الثلاث وبه قال جماعة الفقهاء والدليل على ما نقوله اجماع الصحابة لان هذا روی عن ابن عمر وعمران بن حصين وعبدالله بن مسعود وابن عباس وابی هريره وعائشة ولا يخالف لهم [2]

کہ جس شخص نے ایک کلمہ سے تین طلاقیں دیں تو اس کی دی ہوئی یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی جماعت فقہاء کا یہی قول ہے ہمارے اس قول کی دلیل صحابہؓ کا اجماع ہے کیونکہ یہی فیصلہ عبداللہ ابن عمر، عمران بن حصینؓ، عبداللہ ابن مسعود، ابن عباس، ابوہریرہ اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مروی ہے اس بارے میں انکا کوئی مخالف نہیں ہے۔

(۱) مشكل الاحاديث الوار فی ان الطلاق الثلاث واحدة هكذا اعلاء السنن صفحه ۱۶۳ جلد ۱۱

(۲) المنتقى هكذا اعلاء السنن صفحه ۱۶۲ جلد ۱۱

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں رقم طراز ہیں:

وايقاع الثلاث للاجماع الذي انعقد في عهد عمر على ذلك ولا يحفظ ان احدا في عهد عمر خالفه الخ فالمخالف بعد هذا الاجماع منابذله والجمهور على عدم اعتبار من احدث الاختلاف بعد الاتفاق[1]

کہ تین اکٹھی طلاقوں کے وقوع پر حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں اجماع منعقد ہو چکا تھا ان کے زمانے میں کسی فرد واحد نے بھی اس کی مخالفت کی ہو۔ معلوم نہیں (اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں) اس اجماع کے بعد اس کی مخالفت کرنے والا اجماع سے انحراف کرنے والا ہے اور جمہور امت تو کسی مسئلہ پر پورا اتفاق ہونے کے بعد ان لوگوں کا قطعاً اعتبار نہیں کرتے جو اب اس میں اختلاف کریں۔

علامہ عینیؒ شرح بخاری میں تحریر فرماتے ہیں:

وقالوا من خالف فيه فهو شاذ لاهل السنة وانما تعلق به اهل البدع ومن لايلتفت اليه لشذوذه من الجماعة[2]

کہ اس مسئلہ میں جن لوگوں نے اظہار اختلاف کیا ہے وہ اہل سنت کی رائے کے اعتبار سے نادر الوقوع ہے اور یہ رائے تو اہل بدعت اور ان لوگوں کی ہو سکتی ہے جو قابل التفات نہیں کیونکہ ان لوگوں نے جماعت سے علیحدگی اختیار کی ہے۔

علامہ ابن ہمامؒ اور علامہ ابن نجیم مصریؒ تحریر فرماتے ہیں:

ولاحاجة الى الاشتغال بالادلة على رد قول من انكر وقوع

جو لوگ بیک وقت تین طلاق کے واقع ہو جانے سے انکار کرتے ہیں

(۱) فتح الباری صفحہ ٤٥٩ جلد ۱۰

(۲) عمدة القاری

الثلاث جملة لانه مخالف للاجماع كما حكاه في المعراج ولذا قالوا لو حكم حاكم بان الثلاث يقع واحد واحدة لم ينفذ حكمه لانه لايسوغ فيه الاجتهاد لانه خلاف ولا اختلاف ۱

ان کے رد میں دلائل پیش کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ بات اجماع کے خلاف ہے جیسا کہ (ایک کتاب) معراج میں ذکر کیا ہے کہ اسی وجہ سے فقہا نے کہا کہ اگر کسی جج نے یہ فیصلہ دیا کہ ایک وقت میں دی جانے والی تینوں طلاقیں ایک ہی سمجھی جائیں گی تو اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا کیونکہ اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے اور اس لئے بھی کہ اس کو اختلاف نہیں بلکہ مخالفت ہی کہا جاتا ہے۔

مشہور عالم علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں:

وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الى انه يقع ثلاث ۲

کہ جمیع صحابہؓ و تابعینؒ اور ان کے بعد کے ائمۃ المسلمین اس بات پر متفق ہیں کہ تین اکٹھی طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

فریق مخالف کے دلائل اور ان کے جوابات

طلاق ثلاثہ کے ثبوت پر دلائل نقل کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلدین جن دو حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں ان کو نقل کرنے کے بعد ان کے متعلق کچھ عرض کر دیا جائے اور ان کے استدلال کا صحیح جواب دیدیا جائے۔

ابو صہباؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ عہد نبوی اور عہد صدیقی میں اور عہد فاروقی کی ابتداء میں تین طلاقیں ایک تھیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہاں لیکن جب لوگوں نے بکثرت طلاق دینا شروع کیا تو

(۱) بحر الرائق صفحه ۴۱۸ جلد۳ وكذا فی الفتح صفحه ۳۳۰، ۳۳۱ جلد۳
(۲) شامی صفحه ۴۳۴ جلد۴ كتاب الطلاق

حضرت عمرؓ نے تینوں کو نافذ کردیا۔

جواب:- اس حدیث کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث امام ابوداؤدؒ نے بھی روایت کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا حکم عام نہیں ہے بلکہ یہ حدیث غیر مدخولہ کے سلسلے میں وارد ہوئی ہے چنانچہ حضورؐ کے زمانہ میں غیر مدخولہ کو الگ الگ لفظوں میں اس طرح طلاق دیتے تھے کہ تجھے طلاق ہے تجھے طلاق ہے تجھے طلاق ہے اور یہ بات عنقریب آئے گی کہ غیر مدخولہ کو اس طرح طلاق دینے سے پہلی ہی طلاق کے ذریعہ وہ مطلقہ بائنہ ہوکر نکاح سے نکل جاتی ہے، دوسری اور تیسری طلاق لغو اور بیکار ہوتی ہے۔ طلاق کا یہی طریقہ حضرت عمر فاروقؓ کے ابتدائی زمانہ خلافت تک رہا۔ پھر ان کے زمانہ میں لوگوں نے جلد بازی شروع کردی اور ایک ہی لفظ میں تین طلاقیں (مثلاً تجھے تین طلاق) دینے لگے تو حضرت عمر فاروقؓ نے حکم نافذ کردیا کہ اس طرح کہنے سے تین طلاقیں واقع ہوں گی کیونکہ ایک جملہ میں تینوں طلاقیں نکاح قائم ہونے کی صورت میں دی گئیں ہیں۔

یہ جواب اصل میں امام نسائیؒ سے ماخوذ ہے کہ انہوں نے اپنی سنن نسائی میں حضرت ابن عباسؓ کی اس حدیث پر ایک باب قائم کیا ہے (باب طلاق الثلاث المتفرقۃ قبل الدخول بالزوجۃ) اس میں امام نسائیؒ نے قبل الدخول بالزوجۃ کی قید لگائی ہے ظاہر بات ہے کہ اس سلسلے میں ان کے پاس کوئی حدیث ہوگی کیونکہ امام بخاریؒ اور امام نسائیؒ کا معروف طریقہ ہے کہ وہ جس حدیث کو اپنی شرائط کے مطابق نہیں پاتے تو اس حدیث کی طرف اپنے ترجمۃ الباب میں اشارہ فرمادیتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص تین مرتبہ علیحدہ الفاظ سے طلاق استعمال کرے اور اس سے تاکید مراد لے بعد والے طلاق سے استیناف کی نیت نہ ہو تو ایک ہی طلاق ہوگی اور عہد ثلاثہ یعنی حضورؐ اور حضرت ابوبکر و عمرؓ کی ابتداء

خلافت میں لوگوں کے اندر تدین و تقویٰ اور خوف آخرت غالب تھا دنیاوی منافع کی خاطر دروغ بیانی کا خطرہ نہیں تھا اس لئے اس وقت لوگوں کی دیانت پر اعتماد کر کے ایک طلاق کا حکم لگایا جاتا تھا مگر جب عہد نبوی سے بُعد ہوتا گیا اور بکثرت عجمی لوگ بھی حلقۂ بگوش اسلام ہونے لگے ان میں تقویٰ اور خوف آخرت کا معیار کم ہونے لگا تو حضرت عمر فاروقؓ نے اس کو محسوس فرمایا کہ دیانت کا معیار روز بروز گھٹ رہا ہے اگر لوگوں کے بیانات کو قضاءً قبول کرنے کا یہ سلسلہ جاری رہا تو لوگ جھوٹ بول کر حرام کاری کا ارتکاب کرنے لگیں گے۔ اس لئے انہوں نے یہ اعلان فرمادیا کہ اب کوئی شخص تین مرتبہ الفاظ طلاق استعمال کریگا تو تاکید کا عذر قبول نہیں کیا جائے گا اور ظاہر الفاظ پر فیصلہ کرتے ہوئے تین طلاقیں شمار کی جائیں گی۔ اور حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ صحابہ کرام کی موجودگی میں ہوا اور کسی صحابی نے اس پر اعتراض نہیں کیا اور تمام صحابہ بالاتفاق اسی کے مطابق فیصلے کرنے لگے چنانچہ علامہ نوویؒ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ فاختلف العلماء فی جوابه وتاویله فالاصح ان معناه انه كان فی اول الامر اذا قال لها انت طالق انت طالق، انت طالق ولم ينوتاكيداً ولا استينافا يحكم بوقوع طلقة لقلة ارادتهم الاستيناف بذلك فحمل على الغالب الذی هو ارادة التاكيد فلما كان فی زمن عمر رضی الله عنه و كثر استعمال الناس بهذه الصيغة وغلب منهم ارادة الاستيناف بها حملت عند الاطلاق على الثلاث عملا بالغالب السابق الى الفهم [1]

اور علامہ ابن ہمام حنفی فرماتے ہیں لم ینقل عن احد منهم انه خالف عمر حين امضى الثلاث وهی يكفی فی الاجماع [2]

---

(۱) نووی شرح مسلم صفحہ ۴۷۸ جلد ۱

(۲) حاشیہ ابوداؤد شریف صفحہ ۲۹۹ جلد ۱

حدیث رکانہ

اہل ظاہر، علامہ ابن تیمیہ اور غیر مقلدین کا دوسرا استدلال جس پر فریق مخالف کو بڑا ناز ہے۔ مسند احمد بن حنبلؒ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

طلق رکانة بن عبد یزید اخو بنی مطلب امرأته ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیها حزنا شدیدا قال... فساله رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف طلقتها ثلاثا قال فقال فی مجلس واحد قال نعم قال فانما تلك واحدة فارجعها ان شئت قال فرجعها (۱)

کہ بنو مطلب کے بھائی رکانہ ابن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دیدیں پھر بہت زیادہ اس سے غمزدہ ہوا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس پر حضورؐ نے ان سے پوچھا کہ تم نے تین طلاقیں کس طرح دی تھیں تو اس نے کہا کہ ایک ہی مجلس میں تینوں دیدی تھیں تو آپؐ نے فرمایا اچھا اس طرح تینوں ایک ہی مجلس میں دی ہیں تو یہ ایک طلاق ہوئی اگر چاہو تو رجعت کرلو چنانچہ انہوں نے رجوع کرلیا۔

جواب:-

اس حدیث کے بھی کئی جوابات نقل کیے جاتے ہیں:

پہلا جواب تو یہ ہے کہ حضرت رکانہ کے واقعۂ طلاق کے بارے میں روایات مختلف ہیں بعض میں طلق امرأته ثلاثا آیا ہے کما فی الروایة المذکورة اور بعض میں طلق امرأته البتة کا لفظ ہے کما فی روایة ابی داؤد والترمذی وابن ماجه۔ چنانچہ ترمذی کی روایت ہے۔

(۱) مسند احمد بن حنبل صفحہ ۲۶۵ جلد ۱

عن عبدالله بن یزید بن رکانة عن ابیه عن جده قال اتیت النبی صلی الله علیه وسلم فقلت یا رسول الله انی طلقت امرأتی البتة فقال ما اردت بها قلت واحدة قال والله قلت والله قال فهو ماردت[1]

عبداللہ اپنے باپ یزید سے یزید اپنے باپ رکانہؓ سے نقل کرتے ہیں رکانہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دیدی ہے اور میں نے اس سے صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا ہے (آپؐ نے قسم کھلانے کے لئے یوں فرمایا) واللہ۔ میں نے جواباً کہا واللہ تو آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے وہی طلاق واقع ہوئی جس کا تم نے ارادہ کیا ہے۔

ابوداؤد اور ابن ماجہ میں اسی مذکورہ سند کیساتھ یوں ہے۔

انه طلق امرأته البتة فاتی رسول الله صلی الله علیه وسلم فسأله فقال ما اردت بها قال واحدة قال والله ماردت بها الا واحدة قال والله ما اردت بها الا واحدة قال فردها علیه[2]

کہ حضرت رکانہؓ اپنی بیوی کو طلاق بتہ دیکر خدمت نبیؐ میں حاضر ہوئے، حضورؐ نے سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا قسم کھا کر کہتے ہو کہ تم نے ایک ہی کا ارادہ کیا تھا تو میں نے کہا خدا کی قسم میں نے ایک ہی کا ارادہ کیا تھا۔ اس پر آپؐ نے ان کی بیوی کو ان کی طرف لوٹا دیا۔

بتہ والی روایت کی وجوہ ترجیح

بہر حال اوپر معلوم ہو گیا کہ رکانہ کی طلاق کے سلسلے میں دونوں قسم کی روایات ہیں ثلاثاً اور بتۃً مگر جمہور علماء نے البتہ والی روایات کو راجح قرار دیا ہے

(۱) ترمذی شریف ص ۲۲۲ ج ۱ (۲) ابن ماجه ص ۱۴۸ ج ۱ ابوداؤد ص ۲۹۸ ج ۱

چنانچہ امام ابو داوؒد نے دو طرح سے ترجیح دی ہے۔

اول یہ کہ البتہ والی روایت رکانہؓ کے خاندان سے مروی ہے (وهم اعلم به)

دوسرے یہ کہ طلاق ثلاث والی روایات مضطرب ہیں کیونکہ بعض روایتوں میں طلاق دینے والے کا نام رکانہؓ ذکر کیا گیا ہے (كما فى رواية احمد) اور بعض میں ابو رکانہؓ آیا ہے (كما فى رواية ابى داؤد) جبکہ البتہ والی روایت اس اضطراب سے خالی ہے اس میں صاحب واقعہ متعین طور سے حضرت رکانہؓ ہی کو قرار دیا گیا ہے۔

تیسری وجہ ترجیح یہ ہے کہ البتہ والی روایات کی امام ابو داوٗد، ابن حبان، حاکم امام دار قطنی اور طنافسی نے تصحیح کی ہے اس کے برخلاف غیر مقلد کا مستدل طلاق ثلاث والی روایت مسند احمد کی ہے جو قابل استدلال نہیں ہے اس لئے کہ کسی محدث نے اس کی تصحیح وتحسین نہیں کی ہے بلکہ بہت سے محدثین نے اس کی تضعیف کی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ تلخیص میں اس حدیث کو ذکر فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔ (هو معلول ايضا) یہ حدیث بھی معلول ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی اس کو داوٗد بن الحصین کے مناکیر میں شمار کیا ہے اور بلوغ المرام میں بھی اس حدیث کو مرجوح قرار دیا گیا ہے۔

بہر حال اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ رکانہؓ نے اپنی اہلیہ کو تین طلاقیں نہیں دی تھیں بلکہ انت طالق البتۃ کہا تھا اور چونکہ قدیم محاورہ میں طلاق بتہ کا اطلاق تین طلاقوں پر بھی ہوتا تھا جبکہ تین کی نیت کرلے ورنہ بغیر نیت کے حنفیہ کے نزدیک ایک طلاق بائن پڑتی ہے۔ اور رکانہؓ کی نیت چونکہ ایک طلاق کی تھی اس لئے حضورؐ نے قسم لیکر تصدیق فرمائی چنانچہ علامہ نوویؒ شارح مسلم فرماتے ہیں کہ:

واما الرواية التی رواها المخالفون ان رکانة طلق ثلاثا فجعلها واحدة فرواية ضعيفة عن قوم مجهولين وانما الصحيح منها ما قدمنا وانه طلقها البتة ولفظ البتة محتمل للواحدة وللثلاث ولعل صاحب هذه الرواية الضعيفة اعتقدان لفظ لبتة يقتضی الثلاث فرواه بالمعنی الذی فهمه وغلط فی ذلک[1]

حضرت رکانہؓ نے تین طلاقیں دی تھیں اور حضورؐ نے ان کو ایک قرار دیا تو یہ روایت ضعیف ہے مجہول راویوں سے مروی ہونے کی وجہ سے صحیح روایت وہی ہے جس کو ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ انہوں لفظ البتہ سے طلاق دی تھی اور لفظ البتہ ایک اور تین دونوں کا احتمال رکھتا ہے (مدار نیت پر ہے) اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس ضعیف روایت کے راوی نے یہ سمجھا ہو کہ لفظ البتہ کا مقتضی تین طلاقیں ہیں تو یہ سمجھ کر روایت بالمعنی کر کے یہ کہدیا کہ رکانہ نے تین طلاقیں دی تھیں۔ لیکن راوی کا تین سمجھ کر روایت بالمعنی کرنا غلط ہے۔

تین طلاق میں تاکید کا حکم

اگر کسی شخص نے تین کے عدد کیساتھ طلاق دی مثلاً یوں کہا کہ تجھے تین طلاق تو اس صورت میں سب کا اتفاق ہے کہ اس کو تاکید پر محمول نہیں کیا جائے گا بلکہ تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ [2]

اور اگر عدد ذکر کیے بغیر صرف تین مرتبہ لفظ طلاق ہی کو دہرایا مثلاً یوں کہا کہ تجھ کو طلاق ہے طلاق ہے طلاق یا یوں کہا کہ تجھ کو طلاق طلاق طلاق۔ تو اگر اس سے تین طلاقوں کی نیت نہیں کی ہے بلکہ اس سے صرف تاکید مقصود تھی تو دیانۃً

(۱) نووی شرح مسلم صفحہ ۴۷۸ جلد۱ (۲) والبدعی ثلاث متفرقہ (درمختار) وکذا بکلمة واحدة بالاولی الخ وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الی انه يقع ثلاث (شامی صفحہ ۴۳۴ جلد۴

یعنی فیمابینه وبین الله ایک طلاق واقع ہوگی۔ لہٰذا اگر کوئی اس طرح طلاق دینے کے بعد اپنی نیت پر اعتماد کرے اور وہ اپنے قول میں سچا بھی ہو کہ اس نے تاکید کی نیت کی تھی تو رجعت کر لینے سے انشاء اللہ کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ لیکن اگر قاضی اور مفتی کے پاس معاملہ پیش ہو تو پھر فیصلہ اور فتویٰ تین ہی طلاق کا ہوگا کما فی فتاوی الہندیہ۔[1]

مگر مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی نے جدید فقہی مسائل میں دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ۔ اس زمانے میں ہمارے ملک میں قریب قریب ہر جگہ عرف ہے کہ لوگ ناواقفیت کیوجہ سے تین بار طلاق بولنے سے طلاق واقع ہونا سمجھتے ہیں اس لئے قضاءً تکرار و تاکید پر محمول کر کے ایک طلاق رجعی مراد لی جائے۔ مزید یوں فرماتے ہیں کہ ملک کے دوسرے دارالافتاء اور اہل علم کو بھی اسی کے مطابق فتویٰ دینا چاہئے۔

لیکن بندہ کی ناقص رائے یہ ہے کہ اب معاملہ ایسا نہیں رہا ہر شہر بلکہ ہر گاؤں اور ہر قریہ میں علماء و مفتیان کرام اور اہل علم حضرات موجود ہیں جس کی وجہ سے الحمد للہ جہالت بہت حد تک دور ہو چکی ہے اگرچہ عام طور سے لوگ طلاق احسن و حسن اور بدعی سے ناواقف ہیں مگر اتنا تو ضرور جانتے ہیں کہ طلاق کا آخری درجہ تین تک ہے اور اس سے کم بھی طلاق دی جاسکتی ہے لہٰذا اس بے راہ روی اور غیر ذمہ دارانہ دور میں تاکید مان کر ایک طلاق رجعی کا فتویٰ دینے اور فیصلہ کرنے سے ایک قسم کا راستہ ہموار کرنا ہے پھر تو کتنے لوگ بہانہ بنا کر اور جھوٹ بول کر حرام کاری میں مبتلا ہو جائیں گے۔ نیز اس سے غیر مقلدین کا مذہب طلاق ثلاثہ کے عدم وقوع کو بھی بڑھاوا ملے گا۔

طلاق بدعی من حیث الوقت

پھر طلاق بدعی من حیث الوقت کی بھی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ مدخول بہا

(۱) رجل قال لامرأته انت طالق انت طالق انت طالق فقال عنيت بالاولى الطلاق وبالثانية والثالثة افهامها صدق ديانة وفي القضاء طلقت ثلاثا (عالمگیری صفحہ ۳۵۵۔ ۳۵۶ جلد۱

بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں جماع کر لیا گیا ہو۔ [۱] ہر ایک کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے۔

حیض کی حالت میں طلاق نہ دینے کی ہدایت

شریعت مطہرہ نے ناگزیر حالت میں طلاق کا اختیار مرد کو ضرور دیا ہے مگر بلا قید نہیں بلکہ اس حق کو استعمال کرنے کے لئے بہت سی پابندیاں لگا دی ہیں۔ تاکہ طلاق کا استعمال وقتی تاثر، ہنگامی جوش و اشتعال اور غیظ و غضب کی وجہ سے نہ ہو چنانچہ حکم دیا گیا ہے کہ حیض کی حالت میں عورت کو چھیڑ چھاڑ نہ کرو اور ایسی حالت میں اس کو طلاق مت دیا کرو۔ عورت حیض میں مبتلا ہے تو طہر کا انتظار کیا جائے اور پاک ہونے کے بعد بغیر وطی کئے ہوئے طلاق دی جائے۔ چنانچہ اسی سلسلہ کی حدیث خود صاحب واقعہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے منقول ہے۔

انه طلق امرأة له وهي حائض فذكر عمر لرسول الله صلى الله عليه وسلم فتغيظ فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال ليراجعها ثم يمسكها حتى تطهر ثم تحيض فتطهر فان بد اله ان يطلقها فليطلقها طاهرا قبل ان يمسها فتلك العدة التي امر الله ان تطلق لها النساء [۲]

کہ عبداللہ ابن عمر نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دیدی حضرت عمر فاروقؓ نے اس کا تذکرہ حضورؐ سے کیا تو اس سے آپؐ بہت غصہ میں آگئے اور فرمایا کہ (اس گناہ کا تدارک کرنے کے لئے) عبداللہ ابن عمر کو چاہئے کہ وہ اس عورت سے رجوع کرے۔ پھر اس کو اپنے پاس رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے اس کے بعد پھر دوبارہ جب

(۱) (والبدعي) من حيث الوقت ان يطلق المدخول بها وهي من ذوات الاقراء في حالة الحيض او في طهر جامعها فيه (عالمگیری ص ۳۴۹ ج ۱) (۲) مشکوۃ شریف ص ۲۸۳ ج ۲

حائضہ ہو کر پاک ہو جائے تو اس دوسری پاکی کی حالت میں اسے طلاق دے قبل اس سے کہ اس سے جماع کرے پس یہ ہی وہ عدت ہے جس کے بارے میں اللہ تعالی نے حکم دیا ہے کہ اس میں عورت کو طلاق دی جائے۔

حالتِ حیض میں طلاق کی ممانعت کی حکمت

حیض کی حالت میں عورت گویا نیم مریض ہوتی ہے اس کے مزاج میں ترشی اور چڑچڑاپن ہوتا ہے اور بحالت حیض جنسی تعلق بھی ایک دوسرے سے نہیں ہوتا جو کہ میاں بیوی کے مابین جذب و کشش اور محبت و تعلق کا ایک ذریعہ ہے اس لئے دونوں کے مابین کشیدگی اور نوک جھونک کا پیدا ہو جانا عین ممکن ہے۔ جو کہ طلاق کا باعث ہوتا ہے۔ مگر جب بحالت حیض طلاق کی ممانعت ہوگئی۔ اور ایام ختم ہونے تک وقتی اشتعال اور غیظ وغضب بھی سرد پڑگئے اور ایام حیض جو جنسی منافع حاصل کرنے سے مانع تھے وہ بھی ختم ہوگئے، تو دونوں کے درمیان دوری ختم ہو کر ربط و تعلق نئے طور سے پیدا ہو کر اب حالات بالکل معمول پر آگئے ہیں لہذا اب طلاق کیلئے قدم اٹھانا کسی وقتی جذبے کی بنیاد پر نہیں ہوگا۔ بلکہ ٹھنڈے دل ودماغ، معتدلانہ مزاج کی حالت میں کسی عذر معقول کیوجہ سے عاقلانہ ہی فیصلہ ہوگا۔

حیض کی حالت میں دی ہوئی طلاق کا حکم

حیض کی حالت میں عورت کو طلاق دینا بدعت اور حرام ہے اسی وجہ سے حضورؐ نے ابن عمرؓ پر غصہ کا اظہار فرمایا۔ اب اگر اس ممانعت کے باوجود بھی کوئی حیض کی حالت میں طلاق دیدیتا ہے تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس لئے کہ آپؐ کا حضرت ابن عمرؓ کو رجعت کا حکم دینا وقوع طلاق کی دلیل ہے اگر طلاق واقع نہ ہوتی تو پھر رجعت کا حکم دینا بیکار ہوتا۔ لہذا اگر تین طلاقیں نہیں دی گئی ہیں تو پھر رجعت کرنا واجب ہے۔ اور اگر تین طلاقیں دیدی ہیں تو پھر رجعت کی کوئی صورت نہیں عورت مطلقہ بائنہ مغلظہ ہو جائے گی بدون حلالہ کے شوہر اول

سے نکاح درست نہیں ہوگا۔ [۱] مذکورہ حکم تو مدخولہ کا ہے۔ غیر مدخولہ کو حالت حیض میں بھی طلاق دینا جائز ہے بدعت اور حرام نہیں۔ [۱]

حالت نفاس میں طلاق

حالت حیض و نفاس دونوں میں طلاق دینا بدعت و مکروہ ہے۔ اگر ان دونوں حالتوں میں کسی نے طلاق رجعی دی ہو تو اس پر رجوع کرنا لازم ہے اور حکم رجوع اس بات پر دال ہے کہ ان دونوں حالتوں کی طلاق نفس وقوع کے اعتبار سے عند الشرع معتبر ہے۔ [۲]

طلاق بدعی ایسے طہر میں جس میں جماع کرلیا ہو

اسی طرح طلاق بدعی من حیث الوقت یہ ہے کہ ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں ایک دوسرے سے لطف اندوز ہو چکے ہوں۔ مجامعت والے طہر میں طلاق کی ممانعت بھی ایک حکمت پر مبنی ہے وہ یہ کہ مجامعت کے ذریعہ جنسی آسودگی حاصل کرلینے کے بعد خواہشات اور جنسی میلان کا سرد پڑ جانا ایک دوسرے سے بے رغبتی اور دوری کا سبب ہو سکتا ہے نیز مجامعت والے طہر میں طلاق دینے سے غیر حمل کی صورت میں کم اور حمل کی صورت میں عدت کے بہت زیادہ طویل ہونے کا خطرہ ہے۔ [۳]

مجامعت والے طہر میں دی ہوئی طلاق کا حکم

جس طہر میں وطی ہوئی اس میں طلاق دینا بدعت اور مکروہ ہے اگر طلاق ثلاثہ یا طلاق بائن نہیں دی ہے یعنی رجعت کی گنجائش ہے تو شوہر پر لازم ہے کہ رجعت

---

(۱) (وطلاق الموطؤة حائضا بدعي) ای حرام للنهی عنه الثابت ضمن الامر فی قوله تعالی (فطلقوهن لعدتهن) الخ فیراجعها ای وجوبا فی الحیض للتخلص من المعصیة۔ ویطلقها فی طهر ثان (بحر الرائق ص ۴۲۱ ۔ ۴۲۲ جلد۳) وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرة الخ لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحا صحیحا ویدخل بها ثم یطلقها او یموت عنها (هدایه ص ۳۹۹ ج۲

(۲) قوله وطلاق البدعة الخ وكذا الطلاق فی حالة الحیض مکروه کما فیه من تطویل العدة علی المرأة وکذا فی النفاس ایضاً (الجوهرة النیره علی مختصر القدوری ص۹۷ جلد۲

(۳) والسنة فی الوقت یثبت فی المدخول بها خاصة الخ وغیر المدخول بها یطلقها فی حالة الطهر والحیض (هدایه ص ۳۵۵ ۔ ۳۵۶ جلد۲

کرلے پھر اس طہر کے بعد جو حیض آئے اس سے پاک ہونے کے بعد دوسرے طہر میں طلاق دے اور اگر طلاق رجعی نہیں، بلکہ بائن خفیفہ یا غلیظہ ہے تو پھر رجعت جائز نہیں ہوگی بائن خفیفہ کی صورت میں بغیر تجدید نکاح اور بائن غلیظہ کی صورت میں بغیر حلالہ کے عورت کو لوٹانا درست نہیں ہوگا۔ [1]

اس کی عدت اس طہر کے بعد جو حیض آئے گا اسی سے شمار ہوگی۔ [2]

حالت حمل میں طلاق کا حکم

حالت حمل میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اس کو جماع کے بعد بھی طلاق دی جاسکتی ہے مگر حمل کی حالت میں طلاق کا سنت طریقہ یہ ہے کہ ہر ماہ ایک طلاق دی جائے یعنی دو طلاقوں کے بیچ میں ایک ماہ کا فاصلہ ہو۔ لہٰذا اس کو بھی ایک کلمہ سے یا ایک مجلس میں تین طلاق دینا بدعت ہے۔ [3]

غلط طریقے سے یا بلا ضرورت طلاق پر تعزیر کا حکم

اوپر بیان کیا گیا کہ بیک وقت تین طلاقوں کا استعمال سخت ناپسندیدہ ہے اسی طرح حیض کی حالت میں اور ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں وطی کرلی گئی ہو ممنوع اور حرام ہے نیز بلا کسی عذر کے طلاق دینا عورتوں پر ظلم ہے۔ اس طرح غیر شرعی طریقوں سے بکثرت طلاق کی وجہ سے معاشرہ میں بگاڑ کا خطرہ ہے۔ اس لئے علماء نے اس کو ایک قابل تعزیر جرم قرار دیا ہے اور ایسے ظالم اور غیر متبع شریعت شوہروں کیلئے حاکم اور قاضی کو کوئی مناسب سزا بھی تجویز کرنے کی اجازت دی ہے کیونکہ غیر شرعی طریقے سے طلاق دینا معصیت ہے اور ہر معصیت پر شرعاً سزا کا عائد کرنا تمام ائمہ کا متفقہ مسئلہ ہے۔ مگر سزا تجویز کرنے کیلئے شرط یہ ہے کہ اس گناہ پر حد یا کفارہ واجب نہ

(۱) (والبدعی) من حیث الوقت ان یطلق المدخول بھا وھی من ذوات الاقراء فی حالۃ الحیض او فی طھر جامعھا فیہ وکان الطلاق واقعا ویستحب لہ ان یراجعھا والاصح ان الرجعۃ واجبۃ ھکذا فی الکافی (عالمگیری صفحہ ۳۴۹ جلد۱)

(۲) ابتداء العدۃ من الحیضۃ التالیۃ لہ وھو الانسب (شامی صفحہ ۱۸۲ جلد۵)

(۳) وطلاق الحامل یجوز عقیب الجماع ویطلقھا للسنۃ ثلاثا یفصل بین کل تطلیقتین بشھر عند ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھما اللہ تعالی (عالمگیری صفحہ ۳۴۹ جلد۱)

ہوا کرتا ہو چنانچہ علامہ شعرانیؒ تحریر فرماتے ہیں۔ (اتفق الائمة علی ان التعزیر مشروع فی کل معصیة لاحد فیھا ولا کفارة)[1]

تعزیر یعنی سزا دینے کی حد

تعزیر ایسے جرم پر سزا دینے کا نام ہے جس جرم کو جرائم کی فہرست میں داخل تو کیا گیا ہے۔ مگر کتاب و سنت نے اس جرم کی کوئی متعین سزا بیان نہیں کی ہے۔ اس کے تعین کا مسئلہ حاکم یا حکومت اور فیصلہ کرنے والے (جج) کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اگر کوئی مصلحت دیکھے تو معاف بھی کرسکتا ہے ورنہ جس قسم کی سزا مناسب سمجھے دے سکتا ہے یہ سزا زبانی زجر و توبیخ بھی ہوسکتی ہے اور قید و بند، کوڑے اور ضربیں لگانا بھی۔ غرض یہ افراد و اشخاص، حالات و زمانہ کے تغیر کے لحاظ سے جرم اور غلطیوں کے تفاوت کے اعتبار سے جو مناسب سمجھے سزا تجویز کرے۔ چنانچہ اسی کو علامہ ابن ہمام اپنی کتاب فتح القدیر میں علامہ شمس الائمہ سرخسی سے مفصلاً نقل فرماتے ہیں کہ:

عن السرخسی انه لیس فیه شیٔ مقدر بل ھو مفوض الی رأی القاضی لان المقصود منه الزجر واحوال الناس مختلفة فیه فمنھم من ینزجر بالنصیحة ومنھم من یحتاج الی اللطمة والی الضرب ومنھم من یحتاج الی الحبس الاشراف ...وفی الشافی... یعز الاشراف وھم العلویة والعلماء بالاعلام وھو ان یقول له القاضی بلغنی انك تفعل كذا فینزجر به[2]

شمس الائمۃ السرخسی سے منقول ہے کہ تعزیر کے بارے میں کوئی چیز متعین نہیں ہے بلکہ قاضی کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے کیونکہ اصل مقصد تعزیر سے لوگوں کو برائی سے روکنا ہے۔ اور اس سلسلے میں لوگوں کے حالات اور مزاج الگ الگ ہیں بعض لوگ تو محض نصیحت اور سمجھانے سے باز آجاتے ہیں۔ بعض لوگ ایک دو طمانچہ مارنے سے اور بعض لوگ اس سے زیادہ مار پیٹ سے اور

(۱) المیزان ص ۱۹٤ ج۲ بحوالہ معاشرتی مسائل (۲) فتح القدیر ص ٦٤۳،٤٤ ج بحوالہ معاشرتی مسائل

کچھ تو قید وبند کی طرف محتاج ہوتے ہیں۔ شافی میں مذکور ہے کہ شرفاء یعنی علماء وسادات وغیرہ تو محض زبانی تنبیہ کی وجہ سے متنبہ ہوجاتے ہیں اور قاضی کے صرف اتنا کہہ دینے سے راہ راست پر آجاتے ہیں کہ ہمیں آپ کے بارے میں شکایت ملی ہے کہ آپ ایسا کرتے ہیں جو آپ کے شایان شان نہیں۔

مالی سزا کا دینا اب مشروع نہیں

مالی جرمانہ کا جواز حنفیہ میں سے صرف امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے اور وہ بھی ضعیف روایت ہے ان کے علاوہ علماء احناف میں سے کسی سے مالی جرمانہ منقول نہیں ہے نیز حنفیہ کے علاوہ جمہور علماء کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے۔ احناف کے یہاں بھی فتویٰ اسی پر ہے کہ مالی سزا نا جائز ہے شروع اسلام میں جائز تھا بعد میں منسوخ ہوگیا۔ اور اگر بغرض تنبیہ کسی مرتکب کبیرہ اور تارک صلوٰۃ وغیرہ پر مالی جرمانہ عائد کیا بھی جائے تو اس کے جواز کی صورت یہ ہے کہ اس جرمانہ کو مجرم سے لیکر علیحدہ رکھا جائے پھر جب اس گناہ سے باز آجائے تو اس کا مال اس کو واپس کردیا جائے یا اگر وہ کہے تو کسی کار خیر میں صرف کردیا جائے۔[1]

تعزیر عام مسلمانوں کا حق ہے یا نہیں

تعزیر یعنی سزا متعین کرنے اور دینے کا اولاً حق تو قاضی اور حاکم ہی کو ہے جہاں تک ممکن ہوسکے وہی تعزیر کرے تاکہ فتنہ اور شورش کا خطرہ نہ ہو مگر جب حاکم اور قاضی مفقود ہو یا وہاں تک اطلاع دینا ممکن نہ ہو جیسا کہ ہندوستان کے اکثر مقامات میں قاضی شرعی نہیں ہے تو پھر عام مسلمانوں کی پنچایت بھی کوئی سزا متعین

(۱) لاباخذ مال في المذهب بحر وفيه عن البزازيه، وقيل يجوز ومعناه ان يمسكه مدة لينزجر ثم يعيده له فان ايس من توبته صرفه الى مايرى وفي المجتبى انه كان في ابتداء الاسلام ثم نسخ (درمختار) وقوله لا باخذ مال في المذهب قال في الفتح وعن ابي يوسف يجوز التعزير للسلطان باخذ المال وعندهما وباقي الائمة لايجوزومثله في المعراج ظاهره ان ذلك رواية ضعيفة عن ابي يوسف قال في الشرنبلاليه ولا يفتى بهذا لما فيه من تسليط الظلمة على اخذ المال الناس فيأكلونه (شامى صفحه ۱۰۶ جلد ٦ باب التعزير)

کر سکتی ہے کیونکہ حدیث (لاتجالسوهم ولاتناکحوهم) کا خطاب عام ہے قاضی اور حاکم کی کوئی تخصیص نہیں کیونکہ تعزیر کا مقصد گناہ سے روکنا ہے اور یہ ہر مسلمان کا فریضہ ہے نہی عن المنکر کا پہلا درجہ ہاتھ یعنی قوت اور طاقت کا استعمال کرنا ہے دوسرا طریقہ زبانی بیان و تقریر اور سمجھانے کا ہے اس کی قدرت بھی نہیں تو اخیر میں دل سے برائی کو برا سمجھنا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے۔ [1]

ناحق طلاق دینے پر بائیکاٹ اور لڑکی نہ دینے کا دستور

طلاق دینے پر بائیکاٹ کرنا، پابندی لگانا اور یہ دستور بنانا کہ طلاق دینے والے کو کوئی لڑکی نہ دے وغیرہ وغیرہ جائز نہیں ہے بلکہ ظلم اور گناہ ہے کیونکہ طلاق اگرچہ مبغوض ہے مگر مباح ہے بعض دفعہ تو طلاق دینا ضروری ہو جاتا ہے مثلاً کبھی میاں بیوی میں سے کسی ایک کی بد اخلاقی یا حماقت کیوجہ سے یا تنگی معاش کیوجہ سے شدید اختلاف پیدا ہو جاتا ہے دونوں میں اس قدر بعد اور دوری ہو جاتی ہے کہ دونوں پامال ہونے لگتے ہیں تو ایسی صورت میں طلاق دینا ضروری ہو جاتا ہے اسلئے پابندی لگا کر طلاق کا دروازہ بند کرنا دونوں پر ظلم اور بلائے عظیم ہے چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اسی بات کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ [2]

البتہ اگر بلاوجہ طلاق کا ماحول پیدا ہو رہا ہے۔ اور سنت طریقہ کا خیال کئے بغیر اپنی مرضی سے تین طلاقیں بیک وقت دیدی جاتی ہیں، حیض کی حالت کا بھی خیال

(۱) وعزر کل مرتکب منکر او موذی مسلم بغیر حق بقول او فعل (درمختار علی هامش شامی صفحه ۱۱۲ جلد۶) قلت ومقتضی التعلیل بالامران ذلك غیر خاص بالامام فقد مر ان لکل مسلم اقامة التعزیر حال مباشرة المعصیة لانه مأمور بإزالة المنکر الا ان یفرق بانه یمکنه الرفع الی الامام فلم تتعین الاقامة علیه بخلاف الامام (شامی صفحه ۱۳۱ جلد۶)

(۲) ومع ذلك لایمکن هذا الباب (ای باب الطلاق) والتضیق فیه فلنه قد یصیر الزوجان متناشزین اما لسؤ خلقهما او لطموح عین احدهما الی حسن انسان او یضیق معشیتها او لخرق واحد منهما ونحو ذلك من الاسباب فیکون ادامة هذا النظم مع ذلك بلاء عظیما وحرجا (حجة الله البالغة . کتاب الطلاق)

نہیں کیا جاتا جب بھی دل میں آیا جذبات میں آکر طلاق دیدی تو پھر اس پر کچھ پابندی عائد کی جاسکتی ہے اگر باز نہ آئے تو کچھ باا ثر لوگ قطع تعلق اور بائیکاٹ کرلیں تو درست ہے مگر لڑکی نہ دینے کا دستور، ظلم اور گناہ کا باعث ہے ایسی قانون سازی کی اجازت شرعاً نہیں ہوسکتی۔[1]

وقوع طلاق کے اعتبار سے طلاق کی قسمیں

وقوع کے اعتبار سے طلاق کی تین قسمیں ہیں۔ طلاق رجعی۔ طلاق بائن خفیفہ۔ طلاق بائن مغلظہ۔ ہر ایک کی تفصیل مع جزئیات کے ترتیب وار پیش کی جاتی ہے۔

طلاق رجعی

صریح اور صاف لفظوں میں جن سے طلاق کے علاوہ کوئی دوسرا مطلب نہیں نکلتا اور نہ طلاق کے علاوہ کوئی دوسری چیز مراد لی جاتی ہے۔ تو ایسے کھلے لفظوں میں ایک یا دو طلاق دی جائے تو اس کو طلاق رجعی کہتے ہیں۔

طلاق کے الفاظ صریحہ

صریح الفاظ سے مراد یہ ہے کہ ایسے صاف لفظوں میں طلاق دی جائے کہ انکے معنی طلاق دینے والے کی زبان میں طلاق کے علاوہ کچھ نہ لئے جاتے ہوں جیسے انت طالق (تو طلاق پانے والی ہے) انت مطلقہ (تو طلاق دی ہوئی ہے) **طلقتك** (میں نے تجھ کو طلاق دی)۔[2]

اسی طرح اردو میں صاف لفظ میں کہے۔ میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ میں نے تجھے آزاد کردیا۔ میری طرف سے تم کو طلاق ہے۔ ہم طلاق دیتے ہیں۔ کسی شخص نے اس سے سوال کیا کہ تم نے اپنی بیوی کو طلاق دی اس نے کہا ایسا ہی سمجھو یا ایسی ہی ہے۔ یا

(۱) (فتاوی رحیمیہ صفحہ ۲۱۶ جلد۵) (۲) الطلاق علی ضربین صریح وکنایۃ فالصریح قولہ انت طالق ومطلقۃ وطلقتك فھذا یقع بہ الطلاق الرجعی لان ھذہ الفاظ تستعمل فی الطلاق ولا تستعمل فی غیرہ فکان صریحا (ھدایہ صفحہ ۳۵۹ جلد۲)

کسی نے کہا کیا تم نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اس نے کہا ہاں۔ تو ان تمام صورتوں میں اس کی بیوی پر ایک طلاق رجعی پڑ جائے گی۔

بہر حال مذکورہ الفاظ اور اس کے علاوہ وہ تمام الفاظ جو طلاق ہی کے معنی میں استعمال کیے جاتے ہوں صریح ہیں ان سے دو عدد تک طلاق رجعی واقع ہو گی۔

الفاظ کنائی کے ذریعہ طلاق رجعی

اگر صریح اور صاف لفظوں کے بجائے کنایہ یعنی ایسے گول مول الفاظ استعمال کیے گئے جن میں طلاق کے علاوہ دوسرے مطلب کا بھی احتمال ہو جیسے شوہر بیوی سے کہے۔ مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔ میں نے تجھ کو دور کر دیا۔ آج سے تم میرے اوپر حرام ہو۔ تو عدت میں بیٹھ جا۔ تو اپنے رحم کو پاک کر لے۔ اکیلی ہو۔ تو دیکھا جائے گا کہ ان الفاظ کے استعمال کے وقت معاملہ کی سچویشن اور صورت حال کیا ہے اگر صورت حال طلاق کی ہے اور طلاق کی نیت یا دلالت پائی جاتی ہے تو ایک طلاق رجعی ہو گی۔[1]

یہ تو صاحب شرح الوقایہ کی تحقیق ہے جس سے ایک قسم کا حصر معلوم ہوتا ہے کہ کنایہ کے وہ الفاظ جن سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے وہ صرف تین ہیں مگر علامہ ابن نجیمؒ مصری نے اس کا انکار کرتے ہوئے اس سلسلے میں ایک ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ جس لفظ کنایہ کیساتھ لفظ طلاق کو ذکر کر دیا تو وہ طلاق مرد کے کلام میں داخل ہو کر اس سے بدرجہ اولویت طلاق رجعی ہی ہو گی جیسے کسی شخص نے اپنی بیوی سے یوں کہا کہ میں تیری طلاق سے بری ہوں۔ تجھ پر طلاق۔ تیرے لئے طلاق۔ عورت نے کہا میں نے بغیر عوض کے طلاق خرید لیا اس کے جواب میں شوہر نے کہا میں نے تیری طلاق تجھے ہبہ کر دیا۔ اللہ نے تیری طلاق کو چاہ لیا، اللہ

(۱) وکنایتہ مالم یوضع لہ واحتملہ وغیرہ فلا تطلق الا بنیتہ او دلالۃ الحال ومنہا اعتدی واستبرائی رحمک وانت واحدۃ وبہا تقع واحدۃ رجعیۃ وبباقیہا کانت بائن (شرح الوقایہ صفحہ ۷۷ جلد۲)

نے تیری طلاق کا فیصلہ کر دیا۔ تم اپنی طلاق کو چاہ لو۔ میں نے تیری طلاق کو چھوڑ دیا، میں نے تیری طلاق کا راستہ خالی کر دیا۔ تو مُطْلَقہ ہے۔ (بسکون الطا) میں نے فلاں کی مطلقہ بیوی کی طرح چھوڑ دیا۔ (انت طال) آخری حرف ق کے حذف کیساتھ۔ یعنی تو طال والی ہے۔ تم اپنی طلاق کو لے لو۔ میں نے تیری طلاق تجھ کو قرضہ دیدیا۔ میں نے تیری طلاق تجھے عاریت پر دیدی۔ (اخیر کے ان تینوں جملوں سے عورت کو طلاق کا اختیار حاصل ہوگا اس نے اگر اپنے اوپر طلاق واقع کر لیا تو طلاق رجعی واقع ہو جائے گی)۔ اسی طرح اگر شوہر نے کہا کہ تو میری بیوی نہیں ہے میں تمہارا شوہر نہیں ہوں۔ تو ان دونوں صورتوں میں بھی دلالت حال اور نیت کیوجہ سے طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔ وجہ یہ ہے کہ اول کے تین جملے (جس کو صاحب شرح الوقایہ نے بیان کیا ہے) سے صراحت کی غمازی ہوتی ہے کیونکہ ان تینوں کے اندر طلاق صریح کے معنی مضمر ہیں جس کو علامہ شامیؒ اور صاحب بحر نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور ان تین جملوں پر صاحب بحر نے باقی جملوں کو متفرع کیا ہے۔ مگر ان جملوں سے طلاق جب واقع ہوگی جبکہ طلاق کی نیت بھی ہو کیونکہ یہ الفاظ کنایہ کے ہیں اور الفاظ کنایہ سے طلاق واقع ہونے کے لئے نیت شرط ہے فرق صرف اتنا ہے کہ ان الفاظ سے طلاق بائن نہیں رجعی واقع ہوگی۔ اور طلاق رجعی واقع ہونے کی سب سے بڑی دلیل حضرت سودہؓ کا واقعہ ہے جو استحسان اور قیاس دونوں کو متقاضی ہے اس واقعہ کو صاحب بحر نے نوادر سے نقل کیا ہے۔[۱]

---

(۱) وما فی النوادر من ان وقوع الرجعی بها استحسان لحديث سوده يعني انه عليه السلام قال لها اعتدى ثم راجعها والقياس ان يقع البائن كسائر الكنايات بعيد الخ ولما كانت العلة في وقوع الرجعي بهذه الفاظ الثلاثة وجود الطلاق مقتضى او مضمرا علم ان لاحصر فی كلامه، بل كل كناية كان فيها ذكر الطلاق كانت داخلة في كلامه ويقع بها الرجعي بالاولى كقوله انا برئ من طلاقك، الطلاق عليك عليك الطلاق لك الطلاق وهبتك طلاقك اذا قالت اشتريت من غير بدل قد شاء الله طلاقك قضى الله طلاقك، شئت طلاقك، تركت طلاقك، خليت سبيل طلاقك، انت مطلقه بتسكين الطاء لنت اطلق من إمرأة فلان وهي مطلقة لنت طال بحذف الآخر، خذي طلاقك أقرضتك طلاقك، أعرتك طلاقك، ويصير الامر بيدها على ما في المحيط لست لي بامرأة وما انا لك بزوج لست لك بزوج وما لنت لي بامرأة (بحر الرائق صفحه ۵۲۰ - ۵۲۱ جلد۳

طلاق رجعی کی مختلف صورتیں

اوپر طلاق رجعی کے وقوع کا ضابطہ کتب فقہ کے حوالہ سے ذکر کیا جاچکا ہے ذیل میں فتاوی کی مختلف کتابوں سے اسکی مختلف صورتیں خلاصہ کے طور پر ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) مرد نے اپنی بیوی سے کہا، نکاح میں رہو یا طلاق لے لو بیوی نے کہا میں طلاق لیتی ہوں۔ تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی (۲) شوہر نے کہا اب ہم خود طلاق دیتے ہیں۔ اس سے ایک طلاق رجعی ہوگی۔ (۳) شوہر نے کسی کو مخاطب کر کے اپنی بیوی کے متعلق کہا آج سے اس کو طلاق ہی سمجھو۔ تو ایک طلاق رجعی ہوگی۔ (۴) ایک طلاق دیکر متعدد لوگوں سے کہتا رہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے۔ تو اگر اس سے خبر مقصود ہے تو بعد والے جملوں سے طلاق نہیں ہوگی صرف پہلی مرتبہ طلاق سے ایک طلاق رجعی ہوگی۔ (۵) کسی شخص نے کسی عورت کا جعلی شوہر بن کر کورٹ میں یا کسی سے کہا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں۔ تو دوسرے کی بیوی پر طلاق نہ ہو کر خود اس جعلی شخص کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ (۶) مرد نے اپنے خسر سے کہا کہ تمہاری بیٹی مجھ سے برابر تکرار کرتی ہے اس لئے میں اس کو برابر طلاق دیتا ہوں۔ اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ (۷) زید نے اپنے خسر یا کسی سے بھی کہا کہ میں نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دیدی ہے حالانکہ اس سے قبل اس نے طلاق نہیں دی ہے۔ تو اسی جملہ سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی جو بعد میں ادا کیا ہے۔ (۸) جھگڑے کے موقع پر شوہر نے بیوی سے کہا کہ اگر تو خاموش نہ رہی تو تجھ کو طلاق عورت خاموش نہ ہوئی پھر دوسری مرتبہ شوہر نے اسی طرح کہا پھر بھی خاموش نہ رہی تیسری مرتبہ پھر جب شوہر نے اسی طرح کہا کہ اگر تو خاموش نہ رہی تو تجھ کو طلاق اب اگر عورت خاموش ہوگی۔ تو اس سے دو طلاق رجعی واقع ہوگی۔ (۹) کسی نے اپنی بیوی سے کہا ایک طلاق پھر کہا دو طلاق۔ اگر اس بعد والے جملہ کا مقصد جمع کرنا نہیں ہے تو اس سے دو طلاق رجعی ہوگی۔ اور اگر ایک اور دو کو جمع کرنا مقصد ہے تو

پھر تین طلاق واقع ہو کر عورت مغلظہ ہو جائے گی۔ (۱۰) اگر شوہر نے کہا طلاق دی دی دی۔ تو اس سے ایک طلاق رجعی ہو گی اور دی دی یہ تکرار محض ہو گا۔ (۱۱) شوہر نے بیوی سے کہا کہ میں نے طلاق دی آج سے تو میری ماں تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔ (۱۲) شوہر نے بیوی سے کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق شرعی دی۔ تو اس سے ایک طلاق رجعی ہوئی۔ (۱۳) زید اپنی زوجہ پر ناراض ہوا زوجہ اپنے باپ کیساتھ میکے جانے لگی اس پر زید غصہ میں آکر طلاق نامہ دینے کیلئے دوڑنے لگا اور کہنے لگا طلاق نامہ لو، میں دیتا ہوں اس پر لوگوں نے پکڑ لیا۔ تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ (۱۴) زوجین کے مابین جھگڑا ہوا اس پر شوہر نے طلاق دیدی دو طلاق تو یاد ہے مگر تیسری یاد نہیں بیوی کہتی ہے کہ تم نے تیسری بھی دیدی ہے۔ اس سے صرف دو طلاق رجعی واقع ہو گی شک کی بناء پر اور صرف زوجہ کے کہنے پر طلاق واقع نہیں ہو گی ہاں اگر شوہر اسکا اقرار کر لیتا ہے تو تیسری طلاق بھی واقع ہو جائے گی۔ [۱] (۱۵) شوہر نے بیوی سے کہا میں نے تم کو ایک ماہ کیلئے ایک طلاق دی اب تم ایک مہینہ کے بعد میرے نکاح میں لوٹ سکو گی۔ تو اس سے صرف ایک طلاق رجعی واقع ہو گی رجوع کرنا جائز ہو گا مگر اب شوہر صرف دو طلاق کا مالک رہے گا کیونکہ طلاق عارضی اور وقتی نہیں ہوتی۔ [۲] (۱۶) خدا کے واسطے میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی اس سے ایک طلاق رجعی ہو گی [۳] (۱۷) زید کی دو بیوی ہے رحیمہ اور سلیمہ۔ رحیمہ کی ماں نے اپنے داماد سے کہا کہ تو میری لڑکی کو طلاق دیدے یا دوسری بیوی کو۔ اس کے جواب میں زید نے کہا میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ تو چونکہ زید کا قول جواب میں واقع ہونے کی وجہ سے اضافتِ صریحہ کا قرینہ ہے لہٰذا اقتضاءً کسی ایک بیوی پر طلاق رجعی واقع ہو گی اس کی تعیین شوہر زید ہی کر سکتا ہے وہ جس کی تعیین کریگا اس سے عدت کے اندر رجوع بھی کر سکتا ہے۔ مگر دیانۃً کسی پر بھی طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ زید نے نہ کسی کا نام لیا ہے

(۱) خلاصہ فتاوی دارالعلوم دیوبند (۲) خلاصہ آپ کے مسائل اور ان کا حل
(۳) مستفاد فتاوی رحیمیہ

اور نہ کسی بیوی کی طرف اضافت کی ہے۔[۱] (۱۸) اگر کسی نے اپنی بیوی کو ایک طلاق کا مالک بنا کر بعد میں تین طلاقیں دیدیں۔ تو اس سے دو ہی طلاق رجعی واقع ہو گی کیونکہ ایک طلاق کا شوہر مالک نہیں رہاہاں اگر بیوی نے خود تیسری طلاق کو نافذ کر دیا تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔[۲] (۱۹) کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے تم کو چھوڑ دیا چھوڑ دیا۔ اس سلسلہ میں حضرت مفتی محمود صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں یہ الفاظ طلاق کیلئے صریح ہیں لہٰذا دو مرتبہ کہنے سے طلاق رجعی اور تین مرتبہ سے طلاق مغلظہ واقع ہو گی۔ (۲۰) کسی نے اپنی بیوی کو طلاقن کہا۔ تو اس سے دو تک طلاق رجعی واقع ہو گی اور دو سے زائد میں مغلظہ ہو جائے گی اور اگر اس عورت کو پہلے شوہر نے طلاق دی تھی اور اسی وجہ سے دوسرے شوہر نے اس کی خبر دیتے ہوئے طلاقن کہا تو اس سے طلاق نہیں ہو گی اس کا قول معتبر ہو گا۔ (۲۱) کسی نے اپنی بیوی سے کہا طلاق دیا۔ دیا۔ تو اس سے دو طلاق رجعی ہو گی اگر تین مرتبہ دیا دیا دیا کہا تو حضرت تھانوی نے اس کو تین طلاقیں شمار کیا ہے حضرت مفتی محمود صاحبؒ فرماتے ہیں کہ کسی کتاب میں اس کے خلاف منقول نہیں دیکھا۔ طلاق اگرچہ ایک مرتبہ منقول ہے مگر اس کے ساتھ دیا تین مرتبہ مذکور ہے جو متعدی ہے مفعول کو چاہتا ہے جس طرح فاعل کو ہر فعل کیساتھ ماننا ضروری ہے اسی طرح مفعول کو بھی ماننا ضروری ہے۔ (۲۲) ساس یا کسی نے مرد سے اس کی بیوی کے طلاق کے متعلق مشورہ یا حکم دیا شوہر نے کہا منظور ہے۔ تو اس سے طلاق رجعی واقع ہو گی۔ (۲۳) والدہ نے اپنے لڑکے سے کہا اس طلاقہ کی طلاقہ کو طلاق دیدو شوہر نے فوراً غصہ میں کہا کہ طلاقہ کی طلاقہ کو طلاق تو اس سے دو طلاق رجعی واقع ہو گی۔ (۲۴) زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے تم کو طلاق دی ہے تم جاؤ اپنے گھر۔ زید کی عزیزہ نے کہا کہ ایک طلاق سے طلاق نہیں ہوتی۔ اس پر زید نے کہا جیسے ایک مرتبہ ویسے تین مرتبہ ویسے ہزار مرتبہ۔ تو پہلا جملہ (میں نے تم کو طلاق دی ہے) سے ایک طلاق واقع ہوئی اور دوسرا

(۱) خلاصہ امداد الفتاوی (۲) مستفاد فتاوی نظامیہ

جملہ (تم جاؤاپنے گھر) سے اگر طلاق کی نیت ہے تو اس سے دوسری طلاق بائن واقع ہوگی اگر نیت نہیں تو واقع نہیں ہوگی اور تیسرا جملہ (جیسے ایک مرتبہ ویسے تین مرتبہ ویسے ہزار مرتبہ) سے اگر نیت ہو تو تین طلاقیں ہوں گی ورنہ نہیں۔ (۲۵) زید کو کسی نے پریشان حال دیکھ کر کہا (بیوی کیوجہ سے) کیا پریشان ہو رہے ہو بیوی کو طلاق دیدو، زید نے کہا کب کی دیدی ہے جبکہ زید نے اس سے قبل اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے۔ تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔[1]

طلاق رجعی کا حکم

لفظ صریح کے ذریعہ ایک یا دو عدد طلاق دینے سے صریح طلاق ہوتی ہے اسی کو طلاق رجعی کہتے ہیں اس میں نیت کی بھی ضرورت نہیں پڑتی ہے اس کا حکم یہ ہے کہ عورت کی عدت پوری ہونے سے قبل رجوع کیا جاسکتا ہے اس سے تجدید نکاح کی بھی ضرورت نہیں جیسا کہ ارشاد باری عزاسمہ ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ[2] کہ طلاق رجعی دو بار تک ہے پھر اچھے طریقہ سے اسکو روک لیا جائے یا بھلے طریقہ سے چھوڑ دیا جائے۔

رجعی کی حقیقت

طلاق رجعی میں شوہر کو من جانب الشرع یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنا کیا ہوا فیصلہ واپس لے لے کیونکہ طلاق رجعی بہت ہی کمزور اور معمولی درجہ کی طلاق ہے اس سے صرف رشتۂ نکاح میں کمزوری آتی ہے اس میں اتنی قوت نہیں کہ زوجین کے مابین جدائی پیدا کردے بلکہ یہ تو دو ٹوٹے ہوئے دل کو جوڑنے کا ذریعہ ہے مگر اس میں ضعف ایک متعین مدت (یعنی عدت) تک رہتا ہے تاکہ اس مدت میں زوجین غور و فکر کے ذریعہ اپنی اصلاح کرلیں۔ پھر متعین مدت کے ختم ہونے کے

(۱) خلاصه فتاوی محمودیه (۲) سورة البقرة آیت ۲۲۹ الطلاق الرجعي الخ وانه يعقب الرجعة بالنص ولا يفتقر الى النية لانه صريح فيه لغلبة الاستعمال (هدايه ۳۵۹ ج۲

بعد اس کی کمزوری ختم ہو کر اس میں اتنی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ مرد کا اختیار ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے عدت کے بعد بینونت واقع ہو جاتی ہے اب رشتۂ نکاح کو بحال کرنا چاہیں تو تجدید نکاح ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے جس کے لئے عورت کی رضامندی شرط ہے۔ جبکہ رجعت کے ذریعہ بیوی کو لوٹانے کے لئے بیوی کی رضامندی ضروری نہیں۔ کیونکہ شریعت نے مرد کو طلاق کا حق مجبوری میں دیا ہے۔ اور طلاق رجعی کے بعد شوہر اپنی مجبوری میں غور و فکر کر کے رشتہ بحال کر سکتا تھا۔ مگر جب عدت ختم ہو گئی تو اب موقع نہیں دیا جائے گا۔ کہ اپنے اختیار سے جو چاہے کر لے اسی وجہ سے ایک طلاق کو احسن کہا گیا ہے۔

رجعت کے شرائط

رجعت کے شرائط تفصیلی طور سے پانچ ہیں۔ (۱) طلاق ثلاثہ مغلظہ نہ ہو۔ (۲) طلاق کسی مال کے عوض نہ ہو کیونکہ بعوض مال طلاق بائن ہوتی ہے۔ (۳) طلاق صریح کیساتھ کسی ایسی صفت کا الحاق نہ ہو جس سے صریح طلاق بھی بائن ہو جاتی ہے۔ (۴) اسی طرح طلاق کو کسی چیز کیساتھ تشبیہ بھی نہ دی گئی ہو کہ جس سے طلاق صریح بائن ہو جاتی ہے۔ (۵) طلاق الفاظ صریحہ کے بجائے کنایہ سے نہ ہو، **خلاصہ** یہ ہے کہ صحتِ رجعت کیلئے صرف ایک شرط طلاق کا رجعی ہونا ضروری ہے اسکے علاوہ طلاق میں رجعت جائز نہیں۔ [۱]

رجعت کی قسمیں اور اس کا طریقہ

رجعت کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) رجعت مستحبہ (۲) رجعت بدعیہ۔ رجعت مستحبہ کو رجعت بالقول اور رجعت بدعیہ کو رجعت بالفعل بھی کہتے ہیں۔

---

(۱) هذا بيان لشرط الرجعة، ولها شروط خمس تعلم بالتأمل شرنبلالية. قلت هي ان لايكون الطلاق ثلاثا في الحرة او ثنتين فی الأمة ولا واحدة مقترنة بعوض مالی، ولا بصفة تنبئ عن البينونة كطويلة او شديدة ولا مشبهة كطلقة مثل الجبل ولا كناية يقع بها بائن ولا يخفى أن الشرط واحد هو كون الطلاق رجعيا. (شامی صفحه ۲۶ جلده زكريا)

رجعت مستحبہ

رجعت کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ رجعت بالقول ہو یعنی زبان سے یہ ظاہر کردے کہ میں اپنی دی ہوئی طلاق سے رجوع کرتا ہوں اور اس پر دو گواہ بھی بنالے اور دونوں گواہوں کے سامنے بھی اس کا اقرار کرلے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجوع کرلیا ہے، بیوی میری ہے، میں اس سے راضی ہوں اور عورت کو بھی اس گواہ بنانے کی اطلاع دیدے ایسے گواہ بنانا ضروری نہیں بغیر گواہ بنائے ہوئے بھی رجعت ہو جائے گی مگر اس کا فائدہ اس وقت ظاہر ہوگا جب عورت انکار کردے گی کہ مجھ سے رجوع نہیں کیا گیا تو اس وقت شوہر اپنے دونوں گواہ کو پیش کرکے زوجیت کو برقرار رکھ سکے گا۔

نیز دوسری حکمت یہ بھی ہے کہ مرد کبھی جھوٹا دعوی نہ کردے کہ میں نے رجوع کرلیا تھا حالانکہ رجوع نہ کرنے کی وجہ سے بیوی حرام ہوگئی بعد میں نفس کی شرارت کیوجہ سے ایک حرام کاری میں مبتلا ہونے کا خطرہ تھا اس لئے گواہ بنانے کو مستحب قرار دیدیا گیا۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِیْمُوْا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ[۱]

کہ (جب عورتیں جن کو طلاق رجعی دیدی گئی ہو) اور وہ اپنی عدت کے ایام مکمل کرنے کے قریب پہنچ چکی ہوں یعنی ابھی عدت کی تکمیل نہ ہوئی ہو تو ان کو قاعدہ کے موافق نکاح میں رہنے دو یا قاعدہ کے موافق ان کو چھوڑ دو (یعنی بغیر رجعت کے عدت گزرانے دو اور جو کچھ بھی کرو موافقت یا مفارقت) آپس میں دو معتبر شخص کو گواہ بنالو اور اے گواہو! تم اللہ کے واسطے ٹھیک گواہی دو۔

رجعت بدعیہ

رجعت بالقول کے بجائے بالفعل ہو یعنی زبان سے کچھ نہ کہے بلکہ عمل سے اس

---

(۱) سورۃ الطلاق آیت ۲

بات کا اظہار کرے کہ اس نے اپنی طلاق سے رجوع کرلیا ہے مثلاً بیوی کو شہوت و رغبت سے چھولے یا بوسہ لے یا جماع کرے وغیرہ وغیرہ اور اس پر کسی کو گواہ بھی نہ بنائے یا گواہ تو بنائے مگر بیوی کو اس کی اطلاع نہ دے تو اس سے رجعت ثابت ہو جائے گی مگر یہ طریقہ خلاف سنت، مکروہ اور بدعت ہے۔[۱]

رجعت کے الفاظ صریحہ

الفاظ صریحہ جن سے بلا نیت بھی رجعت ثابت ہو جاتی ہے وہ یہ ہیں (۱) (راجعتك) میں نے تم سے رجوع کیا (۲) (راجعت امراتی) میں نے اپنی بیوی کو نکاح میں لوٹا لیا (۳) (ارتجعتك) میں تم سے رجوع کرتا ہوں (۴) (رجعتك ورددتك) میں نے تم کو نکاح میں لوٹا لیا (۵) (اسکنتك وامسکتك) میں نے تم کو اپنے گھر میں روک لیا۔ یا روکتا ہوں۔

خلاصہ یہ کہ مذکورہ کلمات رجعت کیلئے صریح ہیں خواہ تعبیر کچھ بھی ہو ان سے رجعت بغیر نیت کے بھی ہو جائے گی۔[۲]

رجعت کے الفاظ کنایہ

رجعت کے الفاظ کنایہ جو رجوع پر صراحۃً دلالت نہیں کرتے بلکہ ان میں عدم رجوع کا بھی احتمال ہوتا ہے۔ مثلاً مرد نے عورت سے کہا کہ تم میرے نزدیک ایسی ہی ہو جیسے پہلے میری بیوی تھی یہ جملہ جہاں رجوع پر دلالت کرتا ہے وہیں اس بات کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ اگرچہ تم میرے نکاح میں نہ رہی مگر ہمارا اور تمہارا ایمانی رشتہ اور دیگر تعلقات برقرار ہیں۔

---

(۱) الرجعة ابقاء النكاح على ما كان مادامت في العدة كذا في التبين، وهي على ضربين سني وبدعي (فالسني) ان يراجعها بالقول ويشهد على رجعتها شاهدين يعلمها بذلك فاذا راجعها بالقول نحو ان يقول لها راجعتك او راجعت امرأتي ولم يشهد على ذلك او اشهد ولم يعلمها بذلك فهو بدعي مخالف اللسنة (عالمگیری صفحه ٤٦٨ جلد۱)

(۲) الفاظ الرجعة صريح وكناية فالصريح راجعتك في حال خطابها اوراجعت امرأتي حال غيبتها وحضورها ايضا ومن الصريح ارتجعتك ورجعتك ورددتك وامسكتك ومسكتك بمنزلة أمسكتك فهذه يصير مراجعا بها بلانية (عالمگیری صفحه ٤٦٨ جلد۱)

لہٰذا ایسے کلمات سے رجعت اس وقت ثابت ہوگی جبکہ رجعت کی نیت بھی کرلی ہو۔[۱]

لفظ نکاح اور تزویج سے رجعت

اگر کسی نے رجوع یا رجوع کے ہم معنی الفاظ سے رجعت کرنے کے بجائے یوں کہا کہ میں نے تم سے نکاح کیا یا میں نے تم سے شادی کی۔ تو اس سے رجعت صحیح ہو جائے گی اسی طرح کسی نے قولاً یا فعلاً رجوع تو نہیں کیا مگر عدت کے ایام ہی میں دوبارہ نکاح کرلیا (حالانکہ طلاق رجعی میں عدت کے ختم ہونے سے قبل نکاح کی ضرورت نہیں تھی) تو اس نکاح کرنے کو رجوع پر محمول کر کے رجعت کو ثابت قرار دیا جائے گا۔[۲]

رجعت بالفعل

قولی رجوع کی طرح ایسے عمل سے بھی رجعت ہو جاتی ہے جس سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے جیسے شہوت کیساتھ چھونا، یا شہوت کے ساتھ فرج داخل کی طرف دیکھنا وغیرہ۔

مگر شہوت کے بغیر چھونے یا فرج داخل کو دیکھنے سے رجعت ثابت نہیں ہوگی اسی لئے ارادۂ رجعت کے بغیر بلا شہوت چھونا یا بوسہ لینا مکروہ ہے۔[۳]

دبر میں وطی کرنے سے رجعت

اگر کسی نے اپنی مطلقہ رجعیہ کے قبل میں وطی کرنے کے بجائے دبر میں وطی

---

(۱) والكناية انت عندى كما كنت وانت امرأتي فلا يصير مراجعا الا بالنية (عالمگیری صفحه ٤٦٨ جلد١) (۲) وان راجعها بلفظ التزويج جاز عند محمد رحمه الله تعالى وعليه الفتوى وكذا اذا تزوجها صار مراجعا لها هو المختار كذا فى الجوهرة النيرة ولو قال لها نكحتك كان رجعة فى الظاهر الرواية (عالمگیری صفحه ٤٦٩ جلد١)

(۳) النظر الى داخل فرجها بشهوة رجعة كذا فى فتح القدير ولا يكون بالنظر الى شئ من بدنها سوى الفرج رجعة كذا في التبين كل ما تثبت به حرمة المصاهرة تثبت به الرجعة كذا فى التتارخانية ويكره التقبيل واللمس بغير شهوة اذ لم يرد به المراجعة الخ اذا كان اللمس والنظر من غير شهوة لم يكن رجعة بالاجماع (عالم گیری صفحه ٤٦٩ جلد١)

کی تو اس سے رجعت متحقق ہو جائے گی۔ مگر دبر کی طرف شہوت کیساتھ دیکھنے سے رجعت ثابت نہیں ہوگی۔[۱]

مجبوری، غلطی، مذاق اور حالت جنون کی رجعت کا حکم

اگر مرد نے کسی کے مجبور کرنے کی وجہ سے رجعت کی اسی طرح ہنسی مذاق، کھیل کود، یا غلطی سے رجعت کی تو نکاح کی طرح رجعت بھی درست ہو جائے گی مگر مجنون اور پاگل کی رجعت فعلاً ہی معتبر ہوگی قولاً نہیں۔[۲]

شرط پر معلق کر کے رجعت

اگر کوئی شخص کسی شرط کیساتھ رجعت کرے مثلاً شوہر یوں کہے کہ اگر تم کل آگئی تو میں تم سے رجعت کرلونگا یا میں تم سے اس شرط پر رجعت کرتا ہوں کہ تم گھر میں داخل ہو جاؤ یا میں اس شرط پر رجعت کرتا ہوں کہ تم میری مرضی کے مطابق ہر کام کرو گی تو اس طرح رجعت کرنے سے رجعت درست نہیں ہوگی۔[۳]

مہر کی زیادتی کے شرط پر رجعت

اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ میں تم سے ایک ہزار مہر کے بدلے میں رجوع کرتا ہوں تو یہ رجعت عورت کے قبول کرنے پر موقوف رہے گی اگر اس نے اس مہر کی زیادتی کو قبول کرلیا تو رجعت درست ہوگی ورنہ درست نہیں ہوگی۔[۴]

عورت کی طرف سے رجعت کی صورت

اگر عورت کی طرف سے رجعت بالقول پائی جائے مثلاً وہ یہ ہے کہ وہ شوہر

---

(۱) وان نظر الی دبرها بشهوة لایکون رجعة اجماعاً کذا فی الجوهرة النيرة اختلفوا فی الوطئ فی الدبر قیل انه لیس برجعة والیه اشار القدوری والفتوی علی انه رجعة (عالمگیری صفحه ۴۶۹تا۴۷۰ جلد۱) (۲) رجعة المجنون بالفعل ولا تصح بالقول کذا فی فتح القدیر وتصح الرجعة مع الاکراه والهزل واللعب والخطا کالنکاح (عالمگیری صفحه ۴۷۰ جلد۱)
(۳) ولایجوز تعلیق الرجعة بالشرط بان یقول اذا جاء غد فقد راجعتك واذا دخلت الدار واذا فعلت کذا فهذا لایکون رجعة اجماعا کذا فی الجوهرة النيرة (عالمگیری صفحه ۱۷۰ جلد۱)
(۴) ولو قال راجعتك بمهر الف درهم ان قبلت المرأة ذلك صح والا فلا لان هذه زیادة فی المهر فیشترط قبولها وهذا بمنزله مالو جدد النکاح (عالمگیری صفحه ۴۶۹ جلد۱)

سے یوں کہے کہ میں تم سے رجعت کرتی ہوں تو یہ رجعت درست نہیں ہو گی البتہ اس کی طرف سے رجعت بالفعل معتبر ہوتی ہے جبکہ مرد کو اس کا علم ہو اور اس سے منع نہ کرے اور شہوت کی تصدیق بھی کر دے جیسے عورت نے مرد کو چھوا، یا بوسہ لیا، یا اپنی شرمگاہ کا اندرونی حصہ دکھایا اور مرد کو اس سے شہوت پیدا ہوئی اور اس نے اس کی تصدیق بھی کر دی تو رجعت درست ہو جائے گی اور اگر مرد نے شہوت کا انکار کر دیا تو پھر رجعت ثابت نہیں ہو گی۔[1]

حالت نوم میں رجعت

رجعت بالفعل ہر حالت میں ثابت ہو جاتی ہے خواہ بیداری کی حالت میں ہو یا نوم کی حالت میں خواہ مرد کی طرف سے فعل کا صدور ہو یا عورت کی طرف سے چنانچہ اگر عورت سو رہی تھی مرد نے بوسہ لے لیا، چھو لیا، جماع کر لیا یا مرد سو رہا تھا عورت نے چھو لیا، بوسہ لے لیا یا مرد کا آلۂ تناسل اپنی شرمگاہ میں داخل کر لیا اور یہ تمام چیزیں شہوت کیساتھ پائی گئیں ہوں تو رجعت ثابت ہو جائے گی بشرطیکہ شہوت کا اقرار مرد نے بھی کر لیا ہو اگر اقرار نہیں کرتا ہے تو پھر رجعت ثابت نہیں ہو گی۔[2]

طلاق رجعی کی عدت میں مرد و عورت کا باہمی برتاؤ کیا ہونا چاہئے

جب عورت کو طلاق رجعی مل گئی (خواہ خود اسی کی غلطی سے طلاق دی گئی ہو یا اس میں مرد کا قصور ہو) تو اب وہ ایسا کوئی کام نہ کرے کہ تعلقات میں مزید کشیدگی پیدا ہو جائے بلکہ عدت کی مدت مکمل ہونے تک شوہر کیساتھ اس طرح سے پیش آئے کہ شوہر کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لے کھنچاؤ ختم ہو کر تعلقات پھر سے ہموار ہو جائے اسی وجہ سے فقہاء نے عورت کیلئے مستحب قرار دیا ہے کہ وہ طلاق رجعی

(۱) ولا فرق بین کون القبلة والنظر واللمس منها او منه فی کونه رجعة اذا کان ما صدر منها بعلمه ولم یمنعها اتفاقا الخ تثبت الرجعة هذا اذا صدقها الزوج فی الشهوة فان انکر لاتثبت الرجعة ولو قالت للزوج راجعتك لم یصح (عالمگیری صفحه ٤٦٩ جلد۱)

(۲) اذا أدخلت فرجه فی فرجها وهو نائم او مجنون کان رجعة اتفاقا کذا فی فتح القدیر (عالم گیری صفحه ٤٦٩ جلد۱)

کی عدت میں شوہر کے سامنے زیب و زینت اور بناؤ سنگار کر کے آوے اور اس کو مائل کرنے کی کوشش کرے کیونکہ اس کا نکاح اب تک قائم ہے طلاق رجعی کی وجہ سے صرف کمزور ہو گیا ہے اس لئے اس کو از سر نو مضبوط کرنے کی فکر کرے اور شوہر کیلئے بھی مناسب ہے کہ وہ اپنے کئے ہوئے فیصلے میں غور کرے اور گزشتہ تعلقات و محبت کا دل میں خیال پیدا کر کے پھر سے ازدواجی زندگی خوشگوار بنائے کیونکہ اس رشتۂ نکاح کو ختم کر کے وہ جو دوسری شادی کریگا تو ضروری نہیں کہ اس کی دوسری بیوی اس کی خواہش کے مطابق ہی نکلے ہو سکتا ہے کہ دوسری بیوی اس سے بھی زیادہ بدمزاج اور بداخلاق آجائے جو اس کے گھر کو آباد کرنے کے بجائے برباد کر دے اس کی زندگی خوشگوار ہونے کے بجائے جہنم کا نمونہ بن کر رہ جائے۔

مسئلہ:- اگر شوہر نے بالکل حتمی فیصلہ چھوڑنے کا ہی کر لیا ہے کہ یہ رشتہ ہم سے نہیں نبھ سکے گا تو پھر وہ اس عورت سے بالکل الگ تھلگ رہے اس عورت کیساتھ ایسا ہی طرز عمل اختیار کیا جائے جیسا کہ غیر محرم عورت کیساتھ ہوتا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ وقتی زیب و زینت اور دل فریب نمائش سے مرعوب ہو کر رجعت تو کر لے مگر اپنے عزم اور فیصلے کے مطابق پھر طلاق دیدے تو خواہ مخواہ عورت کی عدت بڑھ جائے گی۔ لہٰذا گھر میں جائے تو اطلاع دیکر جائے اپنے جوتے کی آواز سنادے یا کھنکار لے تاکہ عورت پردہ کر لے اور عورت کے ہاتھ اور چہرہ کے علاوہ کسی چیز پر نظر نہ ڈالے۔ اور عورت عدت مکمل کرنے کے بعد فوراً شوہر کے گھر کو چھوڑ دے اور شوہر سے پردہ کرنا شروع کر دے۔[1]

بغیر رجعت کے عورت کو سفر میں لیجانا

اگر مطلقہ رجعیہ سے رجعت نہیں کی گئی ہے تو عدت کے دوران بھی اس کو

(۱) والمطلقة الرجعية تتشرف وتتزين لانها حلال للزوج اذ النكاح قائم بينهما ثم الرجعة مستحبة والتزين حامل عليها فيكون مشروعا يستحب لزوجها ان لا يدخل عليها حتى يؤذنها او يسمعها خفق نعليه معناه اذا لم تكن من قصده المراجعة لانها ربما تكون مجردة فيقع بصره على موضع يصير به مراجعا ثم يطلقها فتطول عليها العدة (هدايه صفحه ۲۹۸.۲۹۹ جلد۲)

سفر میں لیجانا درست نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے اور عورت کے لئے بھی جانا صحیح نہیں اور اگر مرد نے رجعت تو کرلی ہے مگر اس پر گواہ نہیں بنایا ہے تو بھی درست نہیں کہ عورت کو اپنے ساتھ سفر میں لیجائے۔[۱]

طلاق رجعی میں کب تک رجوع کیا جاسکتا ہے

مطلقہ رجعیہ سے دوران عدت رجوع کیا جاسکتا ہے۔ عدت کے لحاظ سے مطلقہ کی تین قسمیں ہیں۔ حائضہ، وہ عورت ہے جس کو ایام آتے ہوں اور اس کی عدت کے تینوں حیض کے دوران رجوع کیا جاسکتا ہے۔ اگر طلاق رجعی کے بعد دوران عدت رجوع نہیں کیا گیا یہاں تک کہ تینوں حیض کا زمانہ گزر گیا تو اب رجعت کا اختیار مرد کے ہاتھ سے نکل گیا۔

مسئلہ: اگر تیسرا حیض پورے دس دن آیا اور پھر عورت پاک ہوگئی تو خون بند ہوتے ہی یا خون بند تو نہ ہوا مگر عادت کے مطابق دس دن گزر گئے۔ تو عدت پوری ہوکر عورت نکاح سے نکل کر بائنہ ہو جائے گی خواہ دس دن مکمل ہونے کے بعد غسل کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

اور اگر تیسرا حیض دس دن سے کم ہی آکر بند ہوگیا۔ تو اگر عورت نے اب تک غسل نہیں کیا اور نہ کوئی نماز اس کے اوپر واجب ہوئی ہے تو اب بھی مرد کا اختیار باقی ہے وہ رجوع کر کے بیوی کو لوٹا سکتا ہے ہاں اگر خون بند ہونے پر عورت نے غسل کرلیا یا ایک نماز کا وقت گذر گیا کہ نماز اس کے اوپر قضاء ہوگئی تو ان دونوں صورتوں میں مرد کا اختیار ختم ہو جائے گا اور بغیر نکاح کے عورت کو واپس نہیں کر سکے گا۔[۲]

اگر عورت تین حیض گزار لینے کا دعویٰ کرے

شوہر نے مطلقہ رجعیہ سے کہا کہ میں تم سے رجوع کرتا ہوں اس پر عورت نے فوراً کہا کہ میں نے اپنی عدت گزار لی ہے۔ تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر عورت کا یہ

---

(۱) ولیس له ان یسافر بها حتی یشهد علی رجعتها (عالمگیری صفحه ۴۷۲ جلد۱)

(۲) وتنقطع الرجعة ان حکم بخروجها من الحیضة الثالثة ان کانت حرة والثلاثیة ان کانت امة لتمام عشرة ایام مطلقا وان لم ینقطع الدم کذا فی البحر الرائق وان انقطع لاقل من عشرة ایام ولم تنقطع حتی تغتسل او یمضی علیها وقت صلوة (عالمگیری صفحه ۴۷۱ جلد۱)

دعویٰ اس وقت ہے جبکہ اتنی مدت میں عدت گزر جانے کا احتمال ہے تو قسم کیساتھ عورت کے قول کا اعتبار ہوگا اور رجعت کرنا درست نہیں ہوگا مگر شرط یہ ہے کہ شوہر کی رجعت کے فوراً بعد دعویٰ کرے اگر قلیل وقفہ کیساتھ بھی دعویٰ کیا تو اس کا قول معتبر نہیں ہوگا۔ اور اگر اتنی کم مدت میں تین حیض کے گزرنے کا دعویٰ کرتی ہے کہ اس کا امکان ہی نہیں تو پھر عورت کے قول کا اعتبار نہیں ہوگا اور رجعت صحیح ہو جائے گی۔[1]

مدت حمل میں رجعت

مطلقہ رجعیہ اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے جب تک ولادت نہ ہو جائے رجوع کیا جاسکتا ہے ولادت ہوتے ہی عدت پوری ہو جائے گی اگرچہ طلاق کے فوراً بعد پیدائش ہوگئی ہو ارشاد باری ہے کہ:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ[2]	اور حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ ان کو وضع حمل ہو جائے۔

اسقاط حمل سے رجعت

اگر حمل ساقط کرایا یا خود بخود ساقط ہو گیا تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) اگر حمل کے کچھ اعضاء ظاہر ہو گئے ہوں تو عدت پوری ہو جائے گی۔ (۲) اگر اعضاء وغیرہ ظاہر نہ ہوئے ہوں تو ایسے اسقاط سے عدت پوری نہیں ہوگی اس لئے رجعت درست ہوگی۔[3] (باقی مسائل عدت کے بیان میں آئیں گے)

(۱) لو قال لها راجعتك فقالت المرأة موصولا بكلام الزوج انقضت عدتي لم تصح الرجعة الخ هذا مقيد بما اذا كانت المدة تحتمل الانقضاء فلو لم تحتمله تثبت الرجعة كذا في النهر الفائق وتستحلف المرأة هنا بالاجماع على ان عدتها كانت منقضية حال اخبارها كذا في فتح القدير اجمعوا على انها اذا سكتت ساعة ثم قالت انقضت عدتي تصح الرجعة (عالمگیری صفحه ٤٧٠ جلد١) (٢) سورة الطلاق آيت

(٣) واذا أسقطت سقطا ان استبان بعض خلقه انقضت به العدة لانه ولد والا فلا (شامی صفحه ١٩٠ جلده باب العدت)

عورت اگر ولادت سے فراغت کا دعویٰ کرے

اگر عورت یہ دعویٰ کرے کہ ولادت ہو کر ہماری عدت پوری ہو چکی ہے تو اس کا قول بینہ کے ذریعہ معتبر ہوگا اگر بینہ سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ حقیقت میں عورت نے ایسے بچہ کو جن دیا ہے جس کے بعض اعضاء ظاہر ہو چکے تھے تو عدت پوری ہو جائے گی اور رجعت کا اختیار ختم ہو جائے گا۔[1]

غیر حائضہ اور غیر حاملہ کی عدت

اگر عورت کو نہ حیض آتا ہے اور نہ حمل ہے یعنی آئسہ ہے تو اس کی عدت تین ماہ ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَالّٰئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَاءِ کُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰئِیْ لَمْ یَحِضْنَ[2]

اور تمہاری وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں تو ان کے معاملہ میں اگر تم کو کوئی شک ہے (تو جان لو) کہ انکی عدت مکمل تین مہینے ہیں اور یہی حکم ان عورتوں کا ہے جنھیں ابھی حیض نہ آتا ہو۔

لہٰذا آئسہ عورت سے طلاق رجعی میں تین ماہ کے اندر اندر رجعت کرنا ضروری ہے تین ماہ مکمل ہونے کے بعد رجعت درست نہیں ہو گی۔

طلاق بائن

بائن بینونت سے ہے بمعنی جدا کرنا، علیحدہ کرنا، فقہاء کی اصطلاح میں طلاق بائن وہ کہلاتی ہے جس کے ذریعہ بیوی بائنہ ہو کر زوجیت سے نکل جاتی ہے اور اس کے اندر رجعت کی گنجائش نہیں رہتی بلکہ ازدواجی تعلق پھر سے بحال کرنے کے لئے تجدید نکاح کی ضرورت پڑتی ہے طلاق کے باب میں طلاق بائن اور کنایات کو بڑی

(۱) ولو قالت انقضت العدة بالولادة لايقبل الا ببينة او اسقطت سقطا مستبين بعض الخلق فللزوج ان يطلب يمينها على انها اسقطت بهذه الصفة بالاتفاق (عالمگیری صفحه ۴۷۱ جلد۱) (۲) سورة الطلاق آيت ٤

اہمیت حاصل ہے اسی لئے فقہاء نے ان کی تمام کلیات وجزئیات کو نہایت ہی احتیاط سے بیان کیا ہے جو متعدد کتب فقہ میں پھیلی ہوئی ہیں جن کی قدرے تفصیل اس طرح ہے اولاً یوں سمجھئے کہ بائن کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) طلاق بائن خفیفہ۔ (۲) طلاق بائن غلیظہ۔ عام طور سے پہلی ہی قسم کو طلاق بائن کہا جاتا ہے اور دوسری قسم کو طلاق مغلظہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ پھر طلاق بائن خفیفہ ہونے کی تقریباً سات صورتیں ہیں۔ (۱) الفاظ صریح کے ذریعہ طلاق بائن (۲) الفاظ کنایہ کے ذریعہ طلاق بائن (۳) غیر مدخولہ کو کسی بھی لفظ سے طلاق۔ طلاق بائن ہے۔ (۴) طلاق رجعی میں رجعت نہ کرنے سے طلاق بائن۔ (۵) خلع اور طلاق بالعوض سے طلاق بائن۔ (۶) ایلاء کی مدت پوری ہونے سے طلاق بائن۔ (۷) فسخ نکاح سے طلاق بائن۔

صریح الفاظ کے ذریعہ طلاق بائن

طلاق رجعی کے بیان میں گزر چکا ہے کہ کبھی صاف اور صریح لفظ طلاق سے بھی عورت بائن ہو جاتی ہے اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ (۱) مرد نے عورت کو صاف لفظ طلاق سے ایک یا دو ہی طلاق دی مگر اس کے ساتھ بائن یا بائنہ کا لفظ بڑھا دیا مثلاً مرد نے کہا کہ میں نے تجھے ایک یا دو طلاق بائن یا بائنہ دی۔ (۲) الفاظ صریحہ کو دوسرے الفاظ سے مؤکد کر دیا مثلاً کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھ کو سخت طلاق یا لمبی چوڑی طلاق یا فحش طلاق یا خبیث طلاق دی۔ تو ان صورتوں میں طلاق بائن بغیر نیت کے ہی واقع ہو جائے گی اور ایک یا دو کی نیت سے ایک طلاق اور تین کی نیت سے تین طلاقیں واقع ہوں گی۔[1]

(۳) ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق رجعی دی پھر عدت کے دوران

(۱) وبانت طالق بائن او انت طالق اشد الطلاق او افحشہ اواخبثہ اوطلاق الشیطان او البدعۃ او کالجبل او کالف او ملأ البیت او تطلیقۃ شدیدۃ او طویلۃ او عریضۃ بلا نیۃ ثلاث واحدۃ بائنۃ ومعہا ثلث قولہ بلا نیۃ ثلث یشمل ما اذا لم ینو عددا او نوی واحدۃ اوثنتین (شرح الوقایہ صفحہ ۷۴۔ ۷۵ جلد۲)

کہدیا کہ میں اب رجوع کرنے والا نہیں ہوں تو کسی دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اسی طرح کسی اور جملہ سے طلاق رجعی کو مؤکد کر دیا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس نے بعد والے جملے سے مستقل طلاق کی نیت نہیں کی ہے تو پہلے دی ہوئی طلاق رجعی بائن ہو جائے گی اور رجوع کا حق ختم ہو جائے گا۔ اور اگر بعد والے جملہ سے مستقل طلاق کی نیت کی ہے تو پہلے دی ہوئی ایک طلاق کیساتھ یہ بعد والی طلاق بھی ملکر دونوں طلاق بائن ہو جائے گی اب بغیر نکاح کے عورت حلال نہیں ہو گی۔ اور اگر پہلے دو طلاق دیدی تھی تو بعد والی اس طلاق سے عورت مغلظہ ثلاثہ ہو جائے گی اب تو بغیر حلالہ کے کوئی صورت نہیں۔ [1]

الفاظ کنایہ سے طلاق بائن

طلاق بائن کی دوسری صورت الفاظ کنایہ کے ذریعہ طلاق دینا ہے اور کنایہ ہر وہ لفظ ہے جو محض طلاق کیلئے نہ ہو بلکہ طلاق اور غیر طلاق دونوں کا احتمال رکھتا ہو الفاظ کنایہ سے طلاق واقع ہونے کیلئے دو چیزوں میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے۔ (۱) طلاق کی نیت ہو (۲) یا ایسے حالات اور قرائن ہوں جن سے طلاق دینا معلوم ہوتا ہو۔ [2]

دلالت حال اور الفاظ کنایہ کی قسمیں

طلاق بائن کے کنایات کے باب میں دلالت حال کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے کنایات سے وقوع طلاق کیلئے نیت ضروری ہے مگر کبھی حالات اور سچویشن کو نیت کے قائم مقام قرار دیکر بغیر نیت کے قضاءً طلاق واقع کر دی جاتی ہے۔ اس

(۱) لو قال لامرأته انت طالق ثم قال للناس زن من برمن حرام است وعنی به الاول اولانیة له فقد جعل الرجعی بائنا وان عنی به الابتداء فهی طالق اخر بائن (خلاصة الفتاوی ۸۶ ج۲ بحواله فتاوی رحیمیه صفحه ۳۰۸ جلد۵)

(۲) ولما الضرب الثانی وهو الکنایات لا یقع بها الطلاق الا بالنیة او بدلالة الحال لأنها غیر موضوعة للطلاق بل تحتمله وغیره فلا بد من التعیین او دلالته (هدایه علی فتح القدیر ص ۲۹۷ تا ۳۹۸ ج۳

لئے الفاظ کنایہ کو بیان کرنے سے قبل حالات اور الفاظ کنایہ کی قسمیں بیان کردینا مناسب ہے تو سمجھئے کہ دلالت حال کی تین قسمیں ہیں۔(۱)حالۃ الرضاء۔یعنی مرد اور عورت کے مابین طلاق کا کوئی ذکر نہ ہو اور نہ کسی طرح کا غصہ اور ناراضگی کی بات ہو بلکہ میاں بیوی دونوں معتدل وسنجیدہ ہوں تو اسی کو حالت مُطْلَقہ اور حالت اعتدال بھی کہتے ہیں۔(۲)حالۃ مذاکرہ للطلاق: یعنی زوجین کے مابین اس وقت طلاق کے موضوع پر گفتگو ہو رہی ہو مگر مرد کو غصہ نہ آیا ہو۔(۳)حالۃ الغضب دونوں میں کشیدگی کی حالت ہو نزاع اور جھگڑے پھیلے ہوئے ہوں اور مرد غصہ کی حالت میں ہو۔

اسی طرح الفاظ کنایہ کی بھی تین قسمیں ہیں۔(۱)ما یصلح جواباً ورداً یعنی اگر عورت نے طلاق مانگی تو مرد نے جس لفظ سے جواب دیا وہ عورت کے مطالبہ کی تردید اور جواب دونوں کا احتمال رکھتا ہو اور وہ الفاظ جو دونوں کا احتمال رکھتے ہوں یہ ہیں (اذھبی) چلی جا (اخرجی) نکل جا (تقنعی) پردہ کرلے (قومی) اٹھ کھڑی ہو (تخمری) اوڑھنی سے منہ ڈھانک لے (۲) ما یصلح جوابا وشتما یعنی دوسری قسم کے وہ الفاظ جو جواب بھی ہو سکتے ہیں اور سخت گوئی اور گالی بھی۔ جیسے عورت نے کوئی بات کہی مرد نے اس کا جواب دیا اور جس بات سے جواب دیا وہ جواب طلاق اور گالی کا بھی احتمال رکھتا ہے وہ الفاظ یہ ہیں (خلیۃ) تو خالی ہے (بریّہ) تو سبکدوش ہے (بتۃ (تو منقطع ہے (بتلۃ) تو علیحدہ ہے (بائن) تو جدا ہونے والی ہے (حرام) تو حرام ہے۔(۳)ما یصلح جوابا لا ردا۔ تیسری قسم کے الفاظ وہ ہیں جن سے جواب تو ہو سکتا ہے مگر رد نہیں ہو سکتا وہ یہ ہیں۔ (اعتدی) تو عدت گذار لے (امرك بیدك) تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے (اختاری) تو اختیار کرلے۔

ان تینوں قسم کے الفاظ کنایہ کا حکم یہ ہے کہ اگر شوہر نے ان الفاظ کا تکلم

حالت رضاء میں کیا ہے تو بغیر نیت کے ان الفاظ میں سے کسی سے طلاق واقع نہ ہوگی البتہ نیت کر لینے سے طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر شوہر نے غصہ اور غضب کی حالت میں ان تینوں قسموں میں سے کسی کا استعمال کیا ہے تو پہلی دو قسم کے الفاظ (ما یصلح جواباً ورداً، وما یصلح جواباً وشتماً) نیت پر موقوف رہیں گے نیت سے طلاق ہوگی ورنہ نہیں۔

اور تیسری قسم کے الفاظ (مایصلح جواباً لا رداً) سے بلا نیت بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

اور اگر شوہر نے ان الفاظ کو مذاکرۂ طلاق کے وقت استعمال کیا ہے تو پہلی قسم کے الفاظ (مایصلح جواباً ورداً) نیت پر موقوف رہیں گے طلاق کی نیت سے طلاق ہوگی ورنہ نہیں اور دوسری تیسری قسم کے الفاظ (ما یصلح جواباً وشتماً اور مایصلح جواباً لا رداً) سے بغیر نیت کے طلاق واقع ہو جائے گی۔[1]

وہ الفاظ کنایہ جن سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے

الفاظ کنایہ مختلف ہیں جن کو شرح الوقایہ۔ اور فتاوی عالم گیری وغیرہ کتب میں نوٹ کیا گیا ہے۔ جیسے شوہر بیوی کو مخاطب کر کے یوں کہے کہ تو جدا ہونے والی ہے، تو منقطع ہے، تو علیحدہ ہے، تو حرام ہے، تو خالی ہے، تو سبکدوش ہے، تیری رسی تیرے گردن پر ہے، اپنے گھر والوں سے مل جا، میں نے تجھے تیرے گھر والوں کیلئے بخشدیا،

---

(۱) ثم الكنايات ثلاثة اقسام (مايصلح جوابا لا غير) امرك بيدك اختارى اعتدى (مايصلح جوابا وردا لا غير) اخرجي اذهبي اعزبي قومي تقنعي لستتري تخمري (وما يصلح جوابا وشتما) خلية برية بتة بتلة بائن حرام والاحوال ثلاثة حالة الرضا وحالة مذاكرة الطلاق بان تسأل هي طلاقها او غيرها يسأل طلاقها وحالة الغضب ففي حالة الرضا لايقع الطلاق في الالفاظ كلها الا بالنية والقول قول الزوج في ترك النية مع اليمين وفي حالة مذاكرة الطلاق يقع الطلاق في سائر الاقسام قضاء الا فيما يصلح جواباً وردا فانه لا يجعل طلاق كذا في الكافي وفي حالة الغضب يصدق في جميع ذلك لاحتمال الرد والسب الا فيما يصلح للطلاق ولا يصلح للرد والشتم كقوله اعتدى واختارى وامرك بيدك فانه لا يصدق فيها كذا في الهداية (عالمگیری صفحه ۳۷۴-۳۷۵ جلد۱)

میں نے تجھ کو رخصت کیا، میں نے تجھ کو جدا کر دیا، تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے، تو آزاد ہے، گھونگھٹ کر لے، اوڑھنی سے اپنے آپ کو ڈھانپ لے، تو پردہ کر لے، مجھ سے دور ہو، تو نکل جا، تو چلی جا، تو اُٹھ کھڑی ہو، دوسرا خاوند تلاش کر لے، تو ان الفاظ میں سے ہر ایک سے ایک طلاق بائن پڑ جائے گی اگر ایک یا دو طلاق کی نیت کی ہے تو ایک واقع ہو گی۔ اور اگر تین کی نیت کی ہے تو تین واقع ہو گی۔ اگر کسی نے اپنی بیوی سے تین بار کہا (اعتدی) عدت میں بیٹھ جا اس کے بعد کہتا ہے کہ اول اعتدی سے طلاق کی نیت تھی اور دوسرے اور تیسرے اُعتدی سے حیض کی نیت تھی تو تصدیق کر دی جائے گی اور اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہو گی (کما مر فی الرجعی) اور اگر مرد یوں کہتا ہے کہ اخیر کے دو سے کچھ نیت نہیں تھی تو تین طلاقیں پڑ جائیں گی۔ [1]

طلاق بائن واقع ہونے کے مختلف جملے

اوپر طلاق بائن واقع ہونے کے ضابطے اور اس کے وقوع کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ ذیل میں فتاویٰ کی مختلف کتابوں سے اس کی دیگر اور صورتیں خلاصہ کے طور پر ذکر کی جاتی ہیں۔ اگر کسی نے اپنی بیوی کے متعلق کہا کہ اس کی مجھ کو کوئی ضرورت نہیں تو طلاق کی نیت سے طلاق واقع ہو گی ورنہ نہیں۔ (۲) کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے تم کو چھوڑ دیا۔ تو اس سلسلے میں طلاق رجعی میں گذر چکا ہے کہ حضرت مفتی محمود صاحبؒ اس سے طلاق رجعی کے قائل ہیں۔ مگر بعض حضرات کے نزدیک اس سے طلاق بائن واقع ہو گی۔ جیسا کہ دار العلوم دیوبند کے فتویٰ میں ہے۔ (۳) کسی نے اپنی بیوی سے تین دفعہ لفظ چھوڑا کہا تو اس سے ایک ہی طلاق واقع ہو گی کیونکہ طلاق بائن کے بعد بائن نہیں واقع

---

(۱) وبباقیها کالنت بائن بتة بتلة حرام خلية برية حبلك على غاربك الحقی باهلك وهبتك لاهلك سرحتك فارقتك امرك بيدك انت حرة تقنعي تخمري استتري اغربي اخرجي اذهبي قومي ابتغي الازواج تقع واحدة بائنة ان نواها او ثنتين وثلث ان نواه وفي اعتدی ثلث مرات لو نوى بالاول طلاقا وبغيره حيضا صدق وان لم ينو بغيره شيئا فثلث (شرح الوقایه صفحه۷۷تا ۷۸ جلد۲)

ہوتی۔(۴)اگر بیوی سے کہا کہ ہم کو منھ نہ دکھانا ہم سے تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ تو طلاق کی نیت سے طلاق بائن ہوگی ورنہ نہیں۔(۵)اگر بیوی سے کہا کہ مجھے تجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔ تو طلاق کی نیت سے طلاق بائن ہوگی۔(۶)اگر شوہر نے کہا کہ نہ میں تیرا خاوند نہ تو میری بیوی۔ تو طلاق کی نیت سے طلاق بائن ہوگی۔(۷)اگر شوہر نے کہا جہاں تیرا جی چاہے چلی جا۔ تو بنیتِ طلاق طلاق بائن ہوگی۔(۸) اگر شوہر نے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے یا میں نے تم کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے۔ تو طلاق کی نیت سے طلاق بائن ہوگی۔(۹) عورت نے شوہر کو لکھا کہ اگر تم نے باضابطہ طلاق روانہ نہ کیا تو میں نکاح کر لونگی شوہر نے کہا کرنا ہو تو کر لو۔ تو یہ لفظ کنایہ ہے طلاق کی نیت سے طلاق بائن ہوگی۔(۱۰)اگر شوہر نے بیوی سے کہا تو میری زوجیت سے باہر ہو گئی۔ تو طلاق کی نیت سے طلاق بائن ہوگی۔(۱۱)اگر شوہر نے کہا کہ تجھ کو رکھوں تو بہن یا ماں کو رکھوں۔ تو طلاق کی نیت سے طلاق بائن ہوگی۔ (۱۲)اگر بیوی سے کہا کہ جس جگہ چاہو نکاح کر لو۔ تو طلاق کی نیت سے طلاق بائن ہوگی۔ (۱۳)اگر بیوی سے کہا تو میرے کام کی نہیں مجھے ہندہ سے کوئی سروکار نہیں۔ تو نیت طلاق سے طلاق بائن ہوگی۔(۱۴)اگر شوہر نے بیوی سے کہا کہ میں نے تم کو اپنی زوجیت سے علیحدہ کر دیا۔ تو بنیتِ طلاق۔ طلاق بائن ہوگی۔(۱۵)اگر شوہر نے کہا کہ ہم کو تیری ضرورت نہیں۔ تو نیت طلاق سے طلاق بائن ہوگی۔ (۱۶) شوہر نے بیوی کے متعلق کہا کہ میں اس سے مطلب نہیں رکھتا۔ تو بنیتِ طلاق طلاق بائن ہوگی۔(۱۷) شوہر نے بیوی کے متعلق کہا کہ میری طبیعت اس کی طرف سے صاف نہیں۔ تو بنیتِ طلاق۔ طلاق بائن ہوگی۔(۱۸) شوہر نے بیوی کے متعلق کہا کہ میں اس کو نہیں رکھتا یہ میرے لائق نہیں۔ تو بنیتِ طلاق۔ طلاق بائن ہوگی۔(۱۹) بیوی سے کہا کہ تو میری بیوی نہیں۔ بنیتِ طلاق۔ طلاق بائن ہوگی۔(۲۰) بیوی سے کہا کہ تو مجھ سے بے تعلق ہو گئی۔ تو بنیتِ طلاق۔ طلاق

بائن ہو گی۔(۲۱) بیوی سے کہادوسرا شوہر کرلو۔ تو بنیتِ طلاق۔ طلاق بائن ہو گی۔ (۲۲) جا دور ہو، چلی جا۔ تو بنیتِ طلاق۔ طلاق بائن ہو گی(۲۳) بیوی سے کہا یا بیوی کے متعلق کسی سے کہاکہ اب اس سے تعلق رکھنا منظور نہیں۔ تو طلاق کی نیت سے طلاق بائن ہو گی۔(۲۴) داماد نے خسر سے کہاکہ میری طرف سے اجازت ہے جہاں چاہیں اپنی لڑکی کا نکاح کر دیں۔ تو بنیتِ طلاق۔ طلاق بائن ہو گی۔(۲۵) شوہر نے بیوی سے تین دفعہ کہاکہ میں نے تم کو آزاد کر دیا۔ تو طلاق کی نیت سے ایک طلاق بائن واقع ہو گی۔(۲۶) شوہر نے کہاکہ ہم دونوں فریق کے درمیان آئندہ کوئی قصہ،زوجیت باقی نہیں رہا۔ تو بنیتِ طلاق یا دلالۃ حال سے طلاق ہو گی ورنہ نہیں۔(۲۷) میری طرف سے اس کو جواب ہے۔ تو بنیتِ طلاق۔ طلاق بائن ہو گی۔(۲۸) خسر سے کہاکہ اپنی بیٹی کو لیجا جہاں چاہے نکاح کر دے میری طرف سے طلاق ہے۔ تو اس سے طلاق بائن ہوئی۔(۲۹) میں نے اس کو اپنی زوجیت سے علیحدہ کر دیا۔ اس سے بنیتِ طلاق۔ طلاق بائن ہو گی۔(۳۰) بیوی سے پہلے کہا تو حرام پھر کہا طلاق۔ تو اس سے طلاق بائن واقع ہو گی۔(۳۱) بیوی سے آنے کو کہا بیوی نے منع کیا اس پر شوہر نے کہا اب تو جانے اور تیرا کام جانے۔ تو بنیتِ طلاق۔ طلاق بائن ہو گی۔(۳۲) بیوی سے کہا مجھ کو تیری زوجیت کا دعویٰ نہیں۔ تو بنیتِ طلاق۔ طلاق بائن ہو گی۔(۳۳) میں نے بیوی کو فارغ البال کر دیا۔ تو بنیتِ طلاق۔ طلاق بائن ہو گی۔(۳۴) میں اس کو اپنی عورت نہیں سمجھتا۔ تو بنیتِ طلاق۔ طلاق بائن ہو گی۔(۳۵) شوہر نے غصہ میں کہا تو آزاد ہے۔ تو اس سے ایک طلاق بائن ہو گی قضاءً نیت کا اعتبار نہیں ہو گا۔(۳۶) شوہر نے بیوی سے کہاکہ میں تیرے لائق نہیں جہاں چاہو نکاح کرلو۔ تو بنیتِ طلاق۔ طلاق بائن ہو گی۔(۳۷) میں نے تمہارا صفایا کر دیا۔ اس صورت میں طلاق کی نیت سے طلاق بائن ہو گی۔[1]

---

(۱) خلاصہ فتاوی دار العلوم دیوبند

(۳۸) بیوی کے متعلق کہا کہ یہ عورت بہنوئی کی ہے مجھ سے کوئی مطلب نہیں۔ تو بنیتِ طلاق۔ طلاق بائن ہو گی۔ (۳۹) تمہارا ہمارے ساتھ نکاح ٹوٹ گیا۔ تو اگر اس نے اس سے طلاق کی نیت کی ہے تو اس سے طلاق بائن واقع ہو گی۔ (۴۰) ہمارا تمہارا کوئی رشتہ نہیں۔ اس صورت میں طلاق کی نیت سے طلاق بائن ہو گی۔ (۴۱) داماد نے خسر کو لکھا کہ اگر اپنی بیٹی کو نصف دولت نہ دے تو دوسرے داماد کیلئے عدت شمار کرلے۔ تو طلاق کی نیت سے طلاق بائن ہو گی۔ (۴۲) بیوی سے کہا کہ میری طرف سے چوڑی توڑ لے۔ تو بنیتِ طلاق۔ طلاق بائن ہو گی۔ (۴۳) بیوی سے کہا کہ تم میری طرف سے بالکل ختم ہو۔ تو طلاق کی نیت سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ (۴۴) جھگڑے کے موقع پر عورت نے طلاق کا مطالبہ کیا شوہر نے کہا جا میں نے جھگڑا صاف کر دیا۔ تو اگر طلاق کی نیت سے کہا ہے تو ایک طلاق بائن واقع ہو گی۔ (۴۵) شوہر نے کہا کہ اگر میں فلاں کام کروں تو تم کو طلاق ہے پھر اس کام کو کر لیا۔ تو بنیت طلاق۔ طلاق بائن ہو گی۔ (۴۶) مرد نے عمر قید میں ہوتے ہوئے عورت سے کہا کہ اب تجھ کو اجازت ہے میرے چھوٹے بھائی سے نکاح کر لینا۔ اس صورت میں اگر طلاق کی نیت ہے تو طلاق بائن ہو گی۔ (۴۷) بیوی سے کہا کہ تو میرے نکاح سے باہر ہے۔ تو طلاق کی نیت سے طلاق بائن ہو گی۔ (۴۸) بیوی کے متعلق کہا کہ میں نے اس کو الگ کر دیا۔ تو طلاق کی نیت سے طلاق بائن ہو گی۔ (۴۹) بیوی سے کہا کہ اب میں تم کو اپنی زوجیت سے الگ کرتا ہوں۔ تو طلاق کی نیت سے ایک طلاق بائن ہوئی۔ (۵۰) بیوی کے متعلق کسی نے کہا رکھو یا طلاق دو شوہر نے کہا مجھے نہیں رکھنی ہے۔ تو بنیتِ طلاق۔ طلاق بائن ہو گی۔ (۵۱) خسر نے داماد سے کہا بھائی کچھ کام کرو داماد نے کہا میرے بس کا کوئی کام نہیں تمہیں اپنی بیٹی کا اختیار ہے جہاں چاہو بھیج دو میں کہہ چلا۔ تو اس صورت میں طلاق کی نیت سے کہا ہے تو طلاق بائن ہو گی۔ (۵۲) بیوی سے کہا جاؤ ایک دو تین اس صورت میں اگر طلاق کی نیت کی

ہے تو طلاق مغلظہ ہو جائے گی اگر نیت نہیں تو کچھ نہیں ہوگا۔ ا (۵۳) تو میرے نکاح میں نہ رہی۔ تو اس صورت میں بھی بنیت طلاق، طلاق بائن ہو گی۔ ۲

بعض وہ الفاظ جن سے طلاق ہو جاتی ہے اور بعض وہ الفاظ جن سے نہیں ہوتی

(۱) اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تیری ذات کو تیرے بھائی یا تیرے ماموں یا تیرے چچا یا کسی اجنبی مرد کو ہبہ کر دیا۔ تو اس سے طلاق واقع نہیں ہو گی۔ (۲) شوہر نے بیوی سے کہا کہ میں نے تیری ذات کو تیرے گھر والوں کو ہبہ کر دیا یا تیرے باپ کو ہبہ کر دیا۔ تو اگر طلاق کی نیت ہے تو طلاق بائن واقع ہوگی۔ (۳) شوہر نے بیوی سے کہا کہ میرے اور تیرے درمیان کچھ باقی نہ رہا۔ تو چونکہ یہ طلاق کا لفظ نہیں ہے اس لئے اس سے طلاق واقع نہیں ہو گی۔ (۴) شوہر نے بیوی سے کہا کہ میرے اور تیرے درمیان کوئی کام باقی نہ رہا۔ تو طلاق کی نیت سے طلاق بائن ہو جائے گی۔ (۵) شوہر نے بیوی سے کہا کہ تیرے لئے چاروں راستے کھلے ہوئے ہیں۔ تو چونکہ یہ طلاق کا کلمہ نہیں اس سے طلاق واقع نہیں ہو گی۔ (۶) شوہر نے اگر یوں کہا کہ تیرے لئے چاروں راستے کھلے ہوئے ہیں ان میں سے جونسا راستہ چاہے اختیار کر لے۔ تو اگر اس سے طلاق کی نیت ہے تو طلاق ہو جائے گی شوہر نے کہا کہ میں نے اس سے طلاق مراد نہیں لی ہے تو اس کی تصدیق کی جائے گی۔ (۷) شوہر نے بیوی سے کہا کہ (اذهبي الف مرة) چلی جا ایک ہزار مرتبہ۔ تو اگر طلاق کی نیت ہے تو تین طلاق واقع ہو گی ورنہ نہیں۔ (۸) شوہر نے کہا (اذهبي الى جهنم) تو جہنم میں چلی جا۔ تو طلاق کی نیت سے طلاق واقع ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ (۹) مرد نے عورت سے کہا میں نے تیری طلاق کو بیچ دیا عورت نے کہا میں نے خرید لیا۔ تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہو گئی۔ (۱۰) شوہر نے کہا میں نے تیری طلاق کو تیرے مہر کے عوض بیچ دیا بیوی نے کہا میں نے خرید لیا۔ تو اس سے طلاق

(۱) خلاصه فتاوی محمودیه (۲) آپ کے مسائل اور ان کا حل

بائن واقع ہوگی۔(۱۱)اگر شوہر نے اپنے نکاح کو فاسد گمان کر کے بیوی سے کہا کہ میں اس نکاح کو چھوڑ دیتا ہوں جو میرے اور تیرے درمیان ہے پھر بعد میں ظاہر ہوا کہ نکاح تو صحیح ہی ہوا تھا۔ تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔(۱۲)شوہر نے کہا کہ میں تجھ کو زوجیت سے بری کرتا ہوں۔ تو اس سے بغیر نیت کے بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ خواہ غصے کی حالت میں کہا ہو یا رضا کی حالت میں۔(۱۳)بیوی نے شوہر سے کہا کہ میں تجھ سے بری ہوں شوہر نے بھی کہا میں بھی تجھ سے بری ہوں عورت نے کہا سوچ لو کیا کہتے ہو اس پر مرد نے کہا کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی ہے۔ تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ نیت کی نفی کردی گئی۔(۱۴)شوہر نے بیوی سے کہا کہ (صفحت عن طلاقك) میں نے تیری طلاق سے اعراض کیا تیری طلاق کو معاف کیا۔ تو اس سے طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ نیت کرے۔

قاعدہ: عالم گیری میں ان تمام مثالوں کو بیان کرنے کے بعد ایک ضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر وہ لفظ جو طلاق کا احتمال بالکل نہیں رکھتا اس سے طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت کرے جیسے (بارك الله عليك) اللہ تجھ پر برکت نازل کرے۔(اطعمینی) مجھے کھانا کھلاؤ (اسقینی) مجھے پانی پلاؤ۔ وغیرہ ذلک۔[1]

(۱) روى الحسن عن ابى حنيفة رحمة الله تعالى انه اذا قال وهبتك لاهلك او لا بيك او لامك او للازواج فهو طلاق اذا نوى وان قال وهبتك لاخيك او لخالك او لعمك او لفلان الاجنبى لم يكن طلاقا كذا فى السراج الوهاج.... ولو قال لم يبق بينى بينك شئ ونوى به الطلاق لا يقع وفى الفتاوى لم يبق بينى وبينك عمل ونوى يقع... رجل قال لامرأته اربعة طرق عليك مفتوحة لايقع بهذا شئ وان نوى الا اذا قال خذى اى طريق شئت وقال نويت الطلاق ولوقال مانويت صدق.... وفى المنتقى لو قال لها اذهبى الف مرة ونوى الطلاق يقع الثلاث وفى مجموع النوازل لو قال لها اذهبى الى جهنم ونوى الطلاق يقع... ولو قال بعت طلاقك فقالت اشتريت فهو رجعى ولو قال بمهرك فهو بائن.... ظن الزوج ان نكاح امرأته وقع فاسدا فقال تركت هذا النكاح الذى بينى وبين امرأتى فظهر ان نكاحها كان صحيحا لا تطلق امرأته.... واذا قال لها ابرأتك عن الزوجية يقع الطلاق من غير نية وفى حالة الغضب وغيره كذا فى الذخيرة فى مجموع النوازل امرأة قالت لزوجها انا برئية منك فقال الزوج انا برى منك ايضا فقالت انظر ماذا تقول فقال ما نويت الطلاق لايقع الطلاق لعدم النية كذا فى المحيط ولو قال صفحت عن طلاقك ونوى الطلاق لم تطلق وكذا كل لفظ لا يحتمل الطلاق لا يقع به الطلاق وان نوى مثل قوله بارك الله عليك او قال لها اطعمينى او اسقينى ونحو ذلك (عالمگيرى صفحه ٣٧٦ جلد١)

بعض وہ الفاظ جو نہ صریح ہیں اور نہ کنایہ

(۱) اس کے ساتھ میرا نباہ دینا مشکل ہے۔ (۲) تیری ہی پیدا کہ میں تجھ کو گھر میں آنے دوں۔ (۳) کبھی میرے پاس نہ آنا۔ (۴) شوہر نے بیوی سے کہا کہ فلاں سے ہمبستر نہ ہونا باقی جس سے چاہو ہو (گالی ہے) (۵) بیوی سے کہنا کہ تجھ پر میرے گھر کا کھانا حرام ہے۔ (۶) میں نہ رکھنا چاہتا ہوں (صرف وعدہ ہے) (۷) ہم نہیں رکھیں گے۔ (۸) میں نہیں رکھتا۔ (۹) میں نے اپنی بیوی کو دیدی۔ (۱۰) مجھے لڑکی نہیں چاہئے۔ (۱۰) ماں بہن وغیرہ کسی کو کہا تجھ کو تین طلاقیں۔ (۱۱) بیوی کو کہنا کہ تو میری ماں یا بہن ہے یا دوسری محرمات سے تشبیہ دی یا کہا کہ میں تیرا بھائی ہوں (طلاق نہیں مگر ایسا کہنا مکروہ ہے)

(نوٹ) مذکورہ الفاظ طلاق کیلئے نہیں ہیں نہ صریح نہ کنایہ لہٰذا طلاق کی نیت سے بھی طلاق نہیں ہوگی۔[1]

الفاظ کنایات سے تین طلاق کی نیت

ماقبل میں ضمناً آچکا ہے کہ الفاظ کنایہ کا استعمال کرتے ہوئے اگر ایک یا دو کی نیت کی گئی ہے تو ایک ہی طلاق ہوگی دو نہیں ہوگی دو کی نیت صحیح نہیں لغو ہے البتہ اگر الفاظ کنایہ سے تین کی نیت کریگا تو تین واقع ہوگی اور بیوی مطلقہ بائنہ مغلظہ ہوجائے گی اور بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی صورت نہیں ہوگی صاحب بحرالرائق نے تفصیل سے اس کو بیان کیا ہے۔[2] اور صاحب بدائع اس کی دلیل بیان کرتے ہیں کہ حضرت رکانہؓ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی اس پر حضورؐ نے ان سے قسم لی تو انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے بتہ سے تین مراد نہیں لی ہے اگر یہ لفظ بتہ تین طلاق کا متحمل نہ ہوتا تو پھر قسم لینے کا کوئی مطلب نہیں نکلتا۔[3]

---

(۱) خلاصہ فتاوی محمودیہ
(۲) ای فی غیر الالفاظ الثلاثۃ وملفی معناھا تقع واحدۃ بائنۃ وثلاث بالنیۃ ولاتصح نیۃ الثنتین... الحاصل ان الکنایات کلھا تصح فیھا نیۃ الثلاث (بحر الرائق صفحہ ۵۲۱ تا ۵۲۲ جلد۳) (۳) والدلیل علیہ ما روی ان رکانۃ بن زید او زید بن رکانۃ طلق امرأتہ البتۃ فاستحلفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماالردت ثلاثا فلو لم یکن اللفظ متحملا للثلاث لم یکن للاستحلاف معنی (بدائع صفحہ ۱۷۳ جلد۳)

لفظ صریح سے واقع شدہ طلاق کے بعد لفظ کنایہ سے طلاق دینے اور لفظِ کنایہ سے واقع شدہ طلاق کے بعد لفظ صریح کے ذریعہ طلاق دینے کا حکم

ایک نوع کی طلاق کے بعد دوسری قسم کی طلاق اگر اسی وقت یا مدت کے اندر دی جائے تو اس کے واقع ہونے اور نہ ہونے کے سلسلے میں کچھ تفصیل ہے تھوڑی سی وضاحت یوں سامنے رکھئے کہ اس کی چند صورتیں ہیں۔

لفظ صریح سے طلاق واقع ہو جانے کے بعد (خواہ صریح لفظ سے طلاق رجعی دی ہو یا بائن) پھر اسی صریح لفظ سے اسی وقت یا عدت کے اندر اندر طلاق دی جائے تو پہلی طلاق کے ساتھ بعد والی بھی طلاق واقع ہو جائے گی مگر طلاق رجعی سے ملنے والی طلاق رجعی۔ طلاق رجعی ہی رہے گی لیکن اگر بائن سے رجعی مل گئی یا رجعی سے بائن مل گئی تو وہ طلاق بائن ہو جائے گی کیونکہ طلاق بائن کے ملنے سے رجعت کا حق ختم ہو جاتا ہے جیسے کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی۔ پھر اسی وقت یا عدت کے اندر کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی تو اس سے دو طلاق رجعی ہوئی۔

اگر کسی نے بیوی سے کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی پھر اسی وقت یا عدت میں کہا کہ سخت ترین طلاق دی یا اس کے برعکس۔ کسی نے کہا کہ میں نے تجھ کو سخت ترین طلاق دی پھر اس کے بعد کہا کہ طلاق دی یا کسی نے کہا کہ بدترین طلاق دی پھر اسی وقت کہا کہ بدترین طلاق دی تو ان تینوں صورتوں میں دو طلاق بائن واقع ہو گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ لفظ کنایہ سے واقع شدہ طلاق بائن کے بعد اگر لفظ صریح سے اسی وقت یا عدت کے اندر طلاق دی گئی تو طلاق واقع ہو جائے گی اور بعد والی طلاق بھی پہلی طلاق سے ملکر بائن ہو جائے گی۔ جیسے کسی نے مذاکرۂ طلاق کے وقت یا طلاق کی نیت سے اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر یوں کہا کہ تو مجھ سے جدا ہو۔ پھر اسی وقت یا عدت کے اندر کہا کہ میں نے تم کو طلاق دی۔ یا کسی نے مذاکرۂ طلاق کے وقت یا طلاق کی نیت سے کہا کہ تو مجھ سے جدا ہو پھر اسی وقت یا عدت

کے اندر کہا کہ میں نے تم کو پہاڑ جیسی طلاق دی۔ تو ان تمام صورتوں میں سے ہر ایک صورت میں دو طلاق بائن واقع ہو گی۔

تیسری صورت یہ ہے کہ لفظ صریح سے واقع شدہ طلاق رجعی کے بعد اسی وقت یا عدت کے اندر لفظ کنایہ سے طلاق دی جائے تو پہلی طلاق رجعی بھی بعد والی سے مل کر طلاق بائن ہو جائے گی۔ جیسے کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی پھر اسی وقت یا عدت کے اندر مذاکرۂ طلاق کے وقت یا طلاق کی نیت سے کہا کہ میں نے تم کو جدا کر دیا تو اس صورت میں پہلے جملہ سے طلاق رجعی اور بعد والے جملہ سے طلاق بائن ہو گی پھر دونوں ملکر دو طلاق بائن ہو جائے گی۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ لفظ صریح سے واقع شدہ طلاق بائن کے بعد لفظ کنایہ سے طلاق بائن واقع نہیں ہوتی ہاں اگر لفظ کنایہ کے ساتھ کوئی ایسا لفظ بڑھا ہوا ہو جو نئی طلاق پر دال ہو تو پھر بعد والے لفظ کنایہ سے بھی اسی وقت یا عدت کے اندر نئی دوسری یا تیسری طلاق واقع ہو جائے گی۔

جیسے کسی نے کہا کہ میں نے تم کو بدترین طلاق دی اور پھر کہا کہ تو مجھ سے جدا ہو جا تو اس صورت میں صرف ایک طلاق بائن واقع ہو گی۔ اور اگر یوں کہا کہ میں نے تم کو بدترین طلاق دی اور پھر اسی وقت یا عدت کے اندر کہا کہ میں تم کو از سر نو جدا کرتا ہوں تو اس صورت میں دو طلاق بائن واقع ہو گی۔

پانچویں صورت چوتھی صورت جیسی ہے وہ یہ کہ لفظ کنایہ سے واقع شدہ طلاق بائن کے بعد پھر لفظ کنایہ ہی سے طلاق بائن واقع نہیں ہوتی۔ خواہ ایک ہی لفظ کنایہ کو بار بار استعمال کرے یا متعدد الفاظ کنایہ استعمال کرے ہاں اگر بعد والے لفظ کنایہ کے ساتھ کوئی ایسا لفظ بڑھا دیا جو نئی طلاق پر دلالت کرتا ہو تو پھر بعد والے لفظ سے بھی عدت کے اندر نئی طلاق بائن ہو جائے گی۔

جیسے کسی نے مذاکرۂ طلاق کے وقت یا طلاق کی نیت سے کہا کہ میں نے تم کو جدا کیا پھر اسی وقت یا عدت کے اندر کہا کہ میں نے تم کو جدا کیا یا مذاکرۂ طلاق کے

وقت کہا کہ میں نے تم کو جدا کیا پھر اس کے بعد اسی وقت یا عدت میں کہا کہ میں نے تم کو چھوڑ دیا تو اس سے صرف ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔

اور اگر مذاکرۂ طلاق کے وقت یا طلاق کی نیت سے کہا کہ میں نے تم کو جدا کیا پھر اسی وقت یا عدت کے اندر کہا کہ میں نے تم کو از سر نو جدا کیا تو اس صورت میں دو طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔[1]

طلاق بائن کی تیسری صورت غیر مدخولہ کی طلاق ہے

طلاق بائن کی تیسری صورت یہ ہے کہ عورت سے نکاح کے بعد شوہر نے نہ تو جنسی تعلق قائم کیا اور نہ خلوت صحیحہ ہو سکی یا تو اس وجہ سے کہ خلوت کا موقع ہی نہیں ملا اگر چہ عورت بالغہ تھی یا اس وجہ سے کہ خلوت کا موقع تو ملا مگر عورت نابالغہ ہونے کی وجہ سے ہمبستری کے لائق نہیں تھی تو ایسی عورت کو اگر شوہر طلاق دیدے تو اس پر طلاق بائن ہی واقع ہوگی۔ خواہ طلاق صریح لفظ میں ہی کیوں نہ دی ہو (کنایہ)

(۱) الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن بشرط العدة والبائن يلحق الصريح، الصريح مالا يحتاج الى نية بائنا كان الواقع به او رجعيا... على المشهور لا يلحق البائن البائن (درمختار) قوله (الصريح يلحق الصريح) كما لو قال لها انت طالق ثم قال انت طالق أو طلقها على مال وقع الثاني بحر فلا فرق فى الصريح الثاني بين كون الواقع به رجعيا او بائنا قوله (ويلحق البائن) كما لو قال لها انت بائن او خالعها على مال ثم قال انت طالق او هذه طالق بحر عن البزازية ثم قال واذا لحق الصريح البائن كان بائنا لان البينونة السابقة عليه تمنع الرجعة كما فى الخلاصه... قوله (بشرط العدة) هذا الشرط لا بد منه فى جميع الصور اللحاق فالاولى تلخيره عنها اه ح ... قوله (بائنا كان الواقع به او رجعيا) يؤيده ما قدمنا فى اول فصل الصريح عن البدائع من ان الصريح نوعان صريح رجعي وصريح بائن وحينئذ فيدخل فيه الطلاق الرجعي والطلاق على مال وكذا ما مر قبل فصل طلاق غير المدخول بها من الفاظ الصريح الواقع بها البائن مثل انت طالق بائن او البتة أو افحش الطلاق او طلاق الشيطان او طلقة طويلة او عريضة الخ فهذا كله الصريح لايتوقف على النية يقع به البائن و يلحق الصريح والبائن قال فى الخلاصة والصريح يلحق البائن وان لم يكن رجعيا... وقوله (لايلحق البائن البائن) المراد بالبائن الذى لايلحق البائن هو ما كان بلفظ الكناية لانه هو الذى ليس ظاهراً فى انشاء الطلاق وكذا فى الفتح وقيد بقوله الذى لايلحق اشارة الى ان البائن الموقع اولا اعم من كونه بلفظ الكناية او بلفظ الصريح المفيد للبينونة كالطلاق على مال (شامي صفحه ٥٤٠۔ ٥٤٢ جلد٤ زكريا)

یعنی گول مول لفظوں میں غیر مدخولہ بیوی کو خواہ ایک مرتبہ طلاق دی ہو یا یکے بعد دیگرے دو مرتبہ یا تین مرتبہ بہر صورت وہ ایک ہی طلاق سے بائنہ ہو جائے گی دوسری اور تیسری مرتبہ کی طلاق لغو اور بیکار ہو جائے گی اور اس سے رجوع کرنے کا حق ختم ہو جائیگا۔

مثلاً مرد نے کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی۔ طلاق دی۔ طلاق دی۔ تو پہلی بار جونہی اس کی زبان سے لفظ طلاق نکلا اس پر ایک طلاق بائن پڑ کر نکاح سے خارج ہو گئی اب وہ طلاق کا محل نہ رہی اس لئے دوسری اور تیسری طلاق لغو ہو گئی۔

اسی طرح مرد نے کہا کہ تو ایک طلاق والی ہے اور ایک طلاق والی تو ایک ہی طلاق پڑے گی دوسری نہیں پڑے گی۔ [1]

غیر مدخولہ کو طلاق دینے کے بعد شوہر خلوت کا دعویٰ کرے

غیر مدخولہ کو جب شوہر نے طلاق دیدی تو عدم دخول کیوجہ سے صریح طلاق بھی بائن ہو گئی اور رجعت کا اختیار ہاتھ سے نکل چکا تھا کہ شوہر نے دعویٰ کر دیا کہ میں نے اس سے دخول کر لیا ہے یا خلوت ہو چکی ہے تا کہ رجعت کا اختیار باقی رہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر عورت کی رخصتی ہو چکی ہے یا خلوت پر گواہ قائم ہے تو شوہر کا دعویٰ تسلیم کیا جائے گا اور طلاق بائن کا حکم نہ لگا کر رجعت کا حق ہو گا اور اگر رخصتی بھی نہیں ہوئی اور نہ خلوت پر کوئی گواہ ہے اور عورت اس کا انکار بھی کرتی ہے یا وہ نابالغہ ہے تو پھر شوہر کا دعویٰ غلط ہو گا اور عورت ایک ہی طلاق سے بائنہ ہو جائے گی اور اسکو عدت گزارنے کی بھی ضرورت نہیں فوراً دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ [2]

غیر مدخولہ کو دو اور تین طلاقیں پڑنے کی صورتیں

جیسا کہ بیان کیا گیا کہ غیر مدخولہ کو اگر متفرق طور پر دو یا تین طلاقیں دی جائیں

---

(۱) اذ طلق الرجل امرأته ثلاثا قبل الدخول بها وقعن عليها فان فرق الطلاق بانت بالاولى ولم تقع الثانية والثالثة وذلك مثل ان يقول انت طالق طالق طالق وكذا اذا قال انت طالق واحدة واحدة وقعت واحدة كذا في الهداية (عالم گیری صفحه ۳۷۳ جلد ۱)

(۲) فتاوی رحیمیه صفحه ۳۰۵ جلد ۵)

تو بھی ایک ہی طلاق واقع ہو گی باقی طلاق لغو ہو گی۔ہاں اگر طلاق کیساتھ دو یا تین کا عدد ملا دیا جائے تو دو اور تین بھی واقع ہو جائے گی مثلاً شوہر نے بیوی سے کہا تجھ کو دو طلاق۔یا تین طلاق تو پہلے جملے میں دو اور دوسرے سے تین واقع ہو جائے گی۔[1]

غیر مدخولہ کو دو اور تین طلاق واقع ہونے کا ایک قاعدہ

اگر طلاق کیساتھ کوئی عدد ذکر نہیں کیا گیا تو عورت ایک ہی طلاق سے بائنہ ہو جائے گی۔مگر عدد ملا کر طلاق دینے سے عدد کے مطابق طلاق واقع ہو گی۔کیونکہ اصول فقہ کا ایک مقررہ ضابطہ یہ ہے کہ اول کلام کا حکم آخر کلام پر موقوف رہتا ہے جب آخر کلام میں کوئی ایسی بات ہو جو اول کلام کے مفہوم کو بدل دے تو اس سے اول کلام کا حکم بدل جاتا ہے۔لہٰذا جب طلاق کا لفظ استعمال کیا تو ایک طلاق مطلقاً واقع ہونے والی نہیں تھی اس کا حکم موقوف تھا کسی حکم کو لینے کیلئے بعد کے کلام کا انتظار کر رہا تھا اب جیسے اسکے ساتھ دو یا تین کا عدد بڑھایا گیا تو ایک طلاق کا حکم بدل کر دو یا تین کی طرف منقول ہو گیا اب ایک کے بجائے۔دو یا تین واقع ہو گی۔اسی وجہ سے اگر عدد طلاق کے ذکر سے پہلے عورت مر گئی تو کلام لغو ہو جائے گا کیونکہ کلام کی مراد متعین ہونے سے قبل موت کیوجہ سے محل طلاق ختم ہو گیا اس لئے کوئی طلاق نہیں پڑے گی۔[2]

غیر مدخولہ کو ایک اور دو طلاق ہونے کی صورت

اگر کسی شخص نے اپنی غیر موطوءہ بیوی کو اس طرح طلاق دی (انت طالق واحدة

---

(۱) قال لزوجته غير المدخول بها انت طالق... ثلاثا الخ وقعن الخ وان فرق ... بانت بالاول الخ ولذا لم تقع الثانية بخلاف الموطوءة حيث يقع الكل (درمختار على هامش شامى صفحه ۵۰۹-۵۱۲ جلد۴)

(۲) ويقع بعدد قرن بالطلاق لا به فيلغو انت طالق لو ماتت قبل ذكر العدد (شرح الوقايه) حاصله انه اذا لم يقترن صيغة الطلاق بالعدد يقع الطلاق بها وان قرنها بعدد يقع الطلاق بذلك العدد لابنفس الصيغة لاتقرر فى الإصول ان صدر الكلام يتوقف على ما بعده اذا كان فى آخره مغيرا له فيكون انت طالق واحدة او ثلثا لغوا لا يقع به شئ ان ماتت قبل ذكر العدد (عمدة الرعاية على شرح الوقايه صفحه ۷۵ جلد۲)

وواحدة) یعنی ایک طلاق پر دوسری طلاق کو معطوف کرتے ہوئے یوں کہا کہ تو ایک طلاق والی ہے اور ایک طلاق والی تو اس صورت میں ایک ہی طلاق واقع ہو گی۔

اور اگر یوں کہا (قبل واحدة او بعدها واحدة) کہ تجھ کو طلاق ہے ایک قبل ایک کے یا اس طلاق کے بعد ایک اور طلاق ہے۔ تو ایک ہی طلاق واقع ہو گی۔ کیونکہ اول واحدۃ کو طلاق واقع ہونے سے پہلے متصف کیا تو عورت ایک ہی طلاق سے بائنہ ہو گئی اب وہ غیر موطوءہ ہونے کی وجہ سے دوسری واحدۃ کا محل نہ رہی اس لئے دوسری طلاق لغو ہو گی۔

اگر شوہر نے اپنی غیر مدخولہ بیوی سے کہا کہ (انت طالق واحدۃ قبلہا واحدۃ او بعدہا واحدۃ او مع واحدۃ او معہا واحدۃ) یعنی تو ایک طلاق والی ہے قبل اس کے ایک اور ہے یا ایک طلاق والی ہے اس کے بعد ایک اور ہے یا ایک طلاق والی ہے ایک کے ساتھ اور ایک ہے تو اس صورت میں دو طلاق واقع ہو گی۔

دونوں صورت میں وجہ فرق

ضابطہ یہ ہے کہ ظرف مثلاً قبل یا بعد کو جب دو چیزوں کے بیچ میں ذکر کیا جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو اس ظرف کی اضافت اسم ظاہر کی طرف ہو گی ہے یا اسم ضمیر کی طرف اگر اسم ظاہر کی طرف اضافت کی گئی ہے تو یہ ظرف (قبل وبعد) پہلے اسم کی صفت ہو گی جیسے (جاء نی زید قبل عمر یا جاء نی زید بعد عمر) اس مثال میں قبل وبعد پہلے اسم کی صفت ہے اس لئے پہلے جملہ سے زید کا آنا عمر سے قبل اور دوسرے جملے سے زید کا آنا عمر کے بعد ثابت ہو گا۔

اور اگر ظرف (قبل وبعد) کی اضافت ایسی ضمیر کی طرف کی گئی ہو جو اول اسم کی طرف راجع ہو تو قبل اور بعد معنوی طور سے دوسرے اسم کی صفت ہوں گے۔

صفت معنویہ اس لئے کہہ رہے ہیں کہ حقیقت میں یہ ظرف دوسرے اسم کی خبر ہے اور خبر چونکہ حکماً ہذا کی صفت ہوتی ہے اس لئے یہ صفت لفظی تو نہیں البتہ

صفت معنوی ہے۔ اور خبر محکوم ہے اور ہذا المحکوم علیہ اس لئے دوسرے اسم پر ہی آنے کا حکم لگایا جائے گا۔ اس قاعدہ کو سمجھنے کے بعد اصل مسئلہ کی طرف آئیے۔ کہ زیر بحث مسئلہ میں جب غیر موطوءہ عورت سے کہا گیا کہ (انت طالق واحدۃ قبل واحدۃ) تو اس میں قبل دراصل پہلے واحدۃ کی صفت ہے یعنی دوسرا واحدۃ جس کی طرف قبل کی اضافت ہے اس سے پہلے واحدۃ کی یہ صفت ہے اس لئے قبل سے پہلے والا واحدۃ واقع ہو جائے گا اور بیوی چونکہ غیر موطوءہ ہونے کی وجہ سے دوسرے واحدۃ کا محل نہ رہی اس لئے یہ دوسرا واحدۃ واقع نہیں ہوگا۔

اور اگر قبل کے استعمال کے بجائے بعد استعمال کیا جائے مثلاً یوں کہا جائے کہ (واحدۃ بعد واحدۃ) تو اس میں بعد پہلے والے واحدۃ کی صفت ہے مگر بعد والے واحدۃ کی طرف مضاف ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اول واحدۃ سے پہلے ایک طلاق پڑچکی ہے کیونکہ ماضی میں واقع ہونا فی الحال واقع ہونا ہے اس لئے کہ ماضی کی طرف نسبت کر کے طلاق دینے سے فی الحال پڑتی ہے کیونکہ انشاء طلاق ماضی میں ممکن نہیں اس لئے کلام کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ فی الحال دے رہا ہے اب دونوں طلاق ایک ساتھ واقع ہوں گی۔

اسی طرح اگر کہا کہ (انت طالق واحدۃ قبلها واحدۃ) تو اس میں قبل کو بعد والے واحدۃ کی صفت قرار دیا گیا ہے تو اس کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ پہلے واحدۃ سے قبل یہ دوسرا واحدۃ واقع ہو جائے اور یہ ممکن نہیں اس لئے دونوں طلاق ایک ساتھ واقع ہوں گی اور مع تو مطلق اقتران کیلئے ہوتا ہے اسلئے اس میں اسم ظاہر اور اسم ضمیر کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے لہٰذا ہر صورت میں دو طلاق واقع ہوگی۔[1]

(۱) ولو قال لغير الموطؤة انت طالق واحدة وواحدة بالعطف او قبل واحدة او بعدها واحدة يقع واحدة بائنة ولا تلحقها الثانية لعدم العدة وفي انت طالق واحدة بعد واحدة او قبلها واحدة او مع واحدة او معها واحد ثنتان الاصلي انه متى اوقع بالاول لغا الثاني او بالثاني اقترنا لان الايقاع في الماضي ايقاع في الحال (درمختار) الضابط ان الظرف حيث ذكر بين شئين ان اضيف الى ظاهر كان صفة للاول كجاء ني زيد قبل عمرو (باقی اگلے صفحہ پر)

مطلقہ مدخولہ اور غیر مدخولہ میں فرق

لڑکی نابالغہ ہو یا بالغہ مگر شوہر سے نہ خلوت ہوئی اور نہ جماع۔ تو وہ غیر مدخولہ ہے اور جو عورت بالغہ ہو اور شوہر نے اس سے جماع بھی کرلیا ہو تو ایسی عورت کو مدخولہ کہتے ہیں دونوں عورتوں کے مابین شرعی احکام کے اعتبار سے کچھ فرق ہے۔

مدخولہ کو صریح الفاظ کے ذریعہ طلاق دی جائے تو دو تک طلاق رجعی اور کنایات کے ذریعہ طلاق بائن ہوتی ہے۔ جبکہ غیر مدخولہ کو دونوں قسم کے الفاظ کے ذریعہ طلاق بائن ہی ہوتی ہے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ مدخولہ کیلئے عدت طلاق، تین حیض یا تین ماہ یا وضع حمل ہے جبکہ غیر مدخولہ کیلئے طلاق کی کوئی عدت نہیں ہے طلاق ملتے ہی فوراً دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا الاية[1]

کہ اگر تم ان (بیویوں) کو ان سے جماع کرنے سے قبل طلاق دیدو تو ان عورتوں پر تمہاری طلاق کی عدت نہیں ہے کہ تم اس کو شمار کرو۔

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) وان اضیف الی ضمیر الاول کان صفة الثانی کجاء نی زید قبله او ر بعده عمر ولانه حینئذ خبر عن الثانی والخبر وصف للمبتدء والمراد بالصفة المعنوية والمحكوم عليه بالوصفية هو الظرف فقط والا فالجملة فی قبله عمرحال من زید لوقوعها بعد معرفة والحال وصف لصاحبها ففی واحدة قبل واحدة اوقع اللاولی قبل الثانية فبانت بها فلا تقع الثانية وفی بعدها ثانية كذلك لانه وصف الثانية بالبعدية ولولم يصفها بها لم تقع فهذا اولی وهذا فی غیر المدخول بها وفی المدخول بها تقع ثنتان لوجوده العدة کما یأتی قوله (ثنتان) لانه فی واحدة بعد واحدة جعل البعدية صفة للاولی فاقتضی ایقاع الثانية قبلها لان الایقاع فی الماضی ایقاع فی الحال لامتناع الاستناد الی الماضی فیقترنان فتقع ثنتان وکذا فی واحدة قبلها واحدة لانه جعل القبلية صفة للثانية فاقتضی ایقاعها قبل الاولی فیقترنان واما مع فللقران فلافرق فیها بین الاتیان بالضمیر والا فاقتضی وقوعهما معا تحقیقا لمعناها.
(شامی صفحہ ٥١٥ جلد٤) (١) سورة الاحزاب آیت ٤٩

(نوٹ) عدت وفات مدخولہ وغیر مدخولہ ہر ایک پر واجب ہے۔[1]

تیسرا فرق یہ ہے کہ مدخولہ کو ایک کے بعد دوسری اور تیسری طلاق بھی دینے کا حق شوہر کو رہتا ہے اسکے برخلاف غیر مدخولہ کو ایک طلاق کے بعد دوسری اور تیسری کا حق ختم ہو جاتا ہے کیونکہ وہ ایک ہی طلاق سے نکاح سے نکل جانے کی وجہ سے محل طلاق نہیں رہتی۔

چوتھا فرق یہ ہے کہ مدخولہ کو تو تین طلاق یکے بعد دیگرے دینے سے بھی واقع ہو جاتی ہے مگر غیر مدخولہ کو تین طلاق یکے بعد دیگرے دینے سے نہیں پڑتی البتہ یکبار گی تین کے عدد کیساتھ تین پڑ جاتی ہے۔

طلاق بائن کی چوتھی صورت طلاق رجعی کی عدت میں رجعت نہ کرنا ہے

طلاق بائن کی چوتھی صورت یہ ہے کہ کسی نے الفاظ صریحہ سے یا ان الفاظ کنایہ سے جن سے طلاق رجعی ہوتی ہے ایک یا دو طلاق رجعی دی تو اس کو عدت کے اندر رجعت کا اختیار حاصل تھا مگر جب عدت گزرنے تک رجعت نہیں کی تو یہ طلاق رجعی بھی بائن ہو گئی۔ (طلاق رجعی کے بیان میں تفصیل گذر چکی ہے)۔

طلاق بائن کی پانچویں صورت خلع اور طلاق بالعوض ہے

اگر عورت نے مہر معاف کر کے خلع کرایا اور اس پر مرد نے ایک طلاق دی تو یہ طلاق بائن ہوگی اگر چہ لفظ صریح سے طلاق دی گئی ہو۔ اسی طرح مرد نے عورت سے کچھ عوض یعنی مال وغیرہ لیکر طلاق دی تو یہ طلاق بھی بائن ہے خواہ ایک دی ہو یا دو خواہ رخصتی سے قبل دی ہو یا رخصتی کے بعد۔[2] (خلع اور طلاق بالعوض کی تفصیل انشاءاللہ آگے آئیگی)

طلاق بائن کی چھٹی صورت ایلاء کی مدت کا مکمل ہو جانا ہے

کسی نے جماع پر قدرت کے باوجود بغیر کسی عذر کے پورے چار ماہ تک یا چار

---

(۱) والعدة للموت اربعة اشهر... وعشرة الخ مطلقاً وطئت او لا ولو صغيرة (درمختار على هامش شامى صفحه ۱۸۸ جلده باب العدة)

(۲) وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال (هدايه صفحه ٤٠٤ جلد۲)

ماہ سے زائد تک یا مطلقاً جماع نہ کرنے کی قسم کھائی۔ تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر بیوی سے چار ماہ کے اندر اندر جماع کر لے تو اگرچہ شرعی ایلاء کا تحقق نہ ہوگا لیکن قسم کا کفارہ دینا پڑے گا اور اگر اس نے چار ماہ کے اندر اندر صحبت نہ کی یہاں تک کہ چار ماہ گزر گئے تو اس کی بیوی پر ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔[1] (ایلاء کی پوری تفصیل آگے آئے گی)

طلاق بائن کی ساتویں صورت فسخ نکاح ہے

اگر شوہر کی نامردی یا جنون یا متعنت یا مفقود یا عنین یا کسی مرض و عیب کے باعث نکاح کو فسخ کرایا جائے یا شوہر کے ظلم و زیادتی کی وجہ سے تفریق کرائی جائے اور یہ تفریق خواہ قضاء قاضی کے ذریعہ ہو یا حاکم اور جج یا شرعی پنچایت کے ذریعہ بہر حال اس سے طلاق بائن واقع ہوگی۔ (فسخ و تفریق کی ساری تفصیل آگے آرہی ہے)

طلاق بائن کا حکم

طلاق بائن مخففہ دو طلاق تک ہوتی ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے رشتۂ نکاح ٹوٹ جاتا ہے شوہر کو اپنی دی ہوئی طلاق سے رجوع کرنے اور بیوی کو رجعت کے ذریعہ لوٹانے کا اختیار نہیں رہتا البتہ زوجین آپسی رضامندی سے عدت میں یا عدت کے بعد جب چاہیں دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں اگر صرف مرد نکاح کرنا چاہے اور عورت تیار نہیں تو جبراً نکاح نہیں ہو سکتا جبکہ رجعت میں عورت کی رضا شرط نہیں۔

اور اگر طلاق بائن مغلظہ دی گئی ہے یعنی الفاظ صریحہ سے یا کنایہ سے تین طلاق دیدی تو پھر دوبارہ نکاح سے بھی رشتہ بحال نہیں ہو سکتا جب تک کہ حلالہ نہ کر لیا جائے۔[2]

---

(۱) واذ قال الرجل لامرأته والله لا اقربك او قال والله لااقربك اربعة اشهر فهو مؤل... فان وطيها فى الاربعة الاشهر حنث فى يمينه ولزمته الكفارة... وسقط الايلاء... وان لم يقربها حتى مضت اربعة اشهر بانت منه بتطليقة (هدايه صفحه ۴۰۱ جلد۲)

(۲) واذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها فى العدة وبعد انقضائها (هدايه صفحه ۳۹۹ جلد۲)

تجدید نکاح کے بعد شوہر کیلئے کتنی طلاق کا حق باقی رہتا ہے

مطلقہ ثلاثہ ہے تو ظاہر ہے کہ حلالہ کے بعد از سر نو شوہر اول کی طرف لوٹتی ہے اسلئے از سر نو تین طلاق کا مالک ہوگا۔ اور اگر مطلقہ بائنہ مخففہ ہے تو اس کی اولاً دو صورتیں ہیں مطلقہ مدخول بہا ہے یا غیر مدخول بہا اگر مدخول بہا ہے تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) مطلقہ رجعیہ (۲) مطلقہ بائنہ۔ اگر مطلقہ رجعیہ ہے تو بالاتفاق رجعت کے بعد باقی ماندہ طلاق ہی کا مالک رہے گا یعنی اگر ایک طلاق رجعی دی تھی تو اب دو کا اور اگر دو رجعی دی تھی تو اب صرف ایک کا مالک رہے گا اس باقی ماندہ طلاق دینے کے بعد عورت مغلظہ ہو جائے گی۔ چنانچہ حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے مجمع الانہر کے حوالہ سے اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے۔[1]

اور اگر مطلقہ بائنہ سے تجدید نکاح ہوا ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) زوج اول کی طرف بغیر کسی سے نکاح کئے لوٹی ہے تو اس صورت میں بالاتفاق شوہر باقی ماندہ ہی طلاق کا مالک رہے گا۔[2]

اور اگر مطلقہ بائنہ مدخول بہا زوج اول کے طلاق کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح اور عدت کے بعد پہلے شوہر کی طرف نکاح کے ذریعہ لوٹی ہے تو اس میں اختلاف ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا مذہب تو یہی ہے کہ باقی

---

(۱) وان قال لامرأته كلما ولدت فانت طالق زلدت ثلاثة اولاد فى بطون مختلفة بين كل ولدين ستة اشهر فصاعدا فالثاني والثالث رجعية فانها لما ولدت الاول وقع الطلاق وهو الرجعي وصارت معتدة فلما ولدت الثاني من بطن اخر علم انه صار مراجعا بوطي حادث فى العدة فبولادة الثاني وقع الطلاق الثاني لان اليمين معقودة بكلمة كلما والشرط وجد فى الملك لانه ثبت رجعته ثم لما ولدت الثالث من بطن اخر علم انه كان من علوق حادث بغير وقوع الطلاق الثاني مراجعاً وتتم الطلقات الثلاث بولادة الولد الثالث فتحتاج الى زوج آخر (مجمع الانهر صفحه ٤٣٧ جلد١ بحواله فتاوى محموديه صفحه ٣٦٨ جلد١٠)

(۲) ولو تزوجها قبل اصابة الزوج الثاني كانت عنده بما بقي من الطلاق (كشف الاسرار صفحه ٢٦ جلد ١ بحواله فتاوى محموديه صفحه ٣٦٩ جلد١٠)

ماندہ کا نہیں بلکہ پوری طلاق کا مالک ہوگا اور امام محمدؒ کے یہاں اس صورت میں بھی باقی ماندہ ہی طلاق کا مالک رہے گا۔[۱]

یہ ساری تفصیل تو مدخول بہا کے متعلق تھی اور غیر مدخول بہا میں تو بالاتفاق ہر صورت میں باقی ماندہ ہی طلاق کا مالک رہے گا۔[۲]

طلاق بائن کے بعد دوبارہ نکاح سے دوبارہ مہر واجب ہوگا

اگر کسی عورت کو وطی یا خلوت صحیحہ کے بعد طلاق بائن دی گئی یا طلاق رجعی کی عدت گزار کر بائنہ ہوئی پھر دوبارہ اس عورت کی اسی شوہر سے تجدید نکاح ہوئی تو اس عورت کو نکاح اول کے مہر کے علاوہ دوبارہ مستقل مہر ملے گا۔ اگر مہر اول ادا نہیں کیا ہے تو پھر دونوں ادا کرنا واجب ہوگا۔[۳]

طلاق بائن کی صورت میں مرد وعورت کا آپسی برتاؤ کیسا ہو

جس عورت کو طلاق بائن مخففہ یا مغلظہ دیدی جائے تو اس کو طلاق ملتے ہی شوہر سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کرکے غیر مردوں کی طرح اس سے بھی پردہ کیا کرے البتہ عدت گزارنے تک شوہر ہی کے گھر رہے پوری عدت کا نفقہ و سکنیٰ شوہر کے ذمہ ہے۔

عدت کے ایام میں بناؤ سنگار اور زیب وزینت کرنا خوشبو لگانا صحیح نہیں ہے بلکہ رشتۂ نکاح کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے سوگ منانا چاہئے صاحب ہدایہ سنن بیہقی سے ایک حدیث نقل فرماتے ہیں۔

---

(۱) واذا طلق الحرة تطليقة او تطليقتين وانقضت عدتها وتزوجت بزوج آخر ثم عادت الى الزوج الاول عادت بثلث تطليقات يهدم الزوج الثانى ما دون الثلث كما يهدم الثلث وهذا عند ابى حنيفة وابى يوسف وقال محمد لايهدم ما دون الثلث (هدايه صفحه ۴۰۰ تا ۴۰۱ جلد۲)

(۲) والخلاف مقيدبها اذا دخل بها وان لم يدخل لا يهدم اتفاقا (سكب الانهر صحفه ۴۴ جلد۱ بحواله فتاوى محموديه صفحه ۳۶۹ جلد۱۰)

(۳) فتاوى دار العلوم صفحه ۳۱۸ جلد۸

ولنا ما روی ان النبی صلی اللہ علیه وسلم نهی المعتدة ان تختضب بالحناء وقال الحناء طیب (حدیث) ولانه یجب اظهاراً للتأسف علی فوت نعمة النکاح (هدایه) اعم من ان تکون معتدة الوفاة او معتدة الطلاق (حاشیة)[1]

کہ ہماری دلیل وہ حدیث ہے جو حضورؐ سے منقول ہے کہ آپؐ نے عدت میں بیٹھنے والی عورت کو حناء سے خضاب کرنے اور رنگ سے منع کیا اور فرمایا کہ حناء ایک قسم کی خوشبو ہے (اس کے بعد صاحب ہدایہ فرماتے ہیں) کہ نعمت نکاح زائل ہونے کا افسوس ظاہر کرنے کے لئے سوگ واجب ہے (محشی فرماتے ہیں) معتدہ سے مراد عام ہے خواہ معتدۃ الوفات ہو یا معتدۃ الطلاق (حکم دونوں کو شامل ہے)

طلاق مغلظہ

مغلظہ غلیظہ سے مشتق ہے بمعنی سخت طلاق۔ طلاق ثلاثہ کو شریعت میں طلاق مغلظہ کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ طلاق رشتۂ نکاح کو توڑ دینے میں اتنا بڑا گہرا اثر ڈالتا ہے کہ دوبارہ نکاح کے ذریعہ بھی یہ رشتہ قائم نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ مطلقہ عدت کے بعد کسی اور سے رشتۂ نکاح قائم کر کے اس زوج ثانی کو اپنے جنسی منافع کی پوری اجازت نہ دیدے اور دوسرا شوہر اس سے پورے طور سے لطف اندوز ہو کر طلاق نہ دیدے پھر اس کی عدت گزار کر ہی زوج اول کی طرف بذریعہ نکاح لوٹ سکتی ہے اتنے سارے معالجے و تدابیر کرنے اور ان تمام مراحل سے گزرنے کے بعد ہی یہ رشتہ پھر سے وجود میں آتا ہے اس لئے اس طلاق کو مغلظہ کہتے ہیں۔ قرآن نے مرد کو دو طلاق تک اختیار دیا ہے تاکہ رجعت کر سکے تیسری طلاق کے بعد مرد کا اختیار بالکل ختم ہو جاتا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے۔

(۱) هدایه صفحه ٤٢٧ جلد۲ حاشیه ۹

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ (الاية) فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهٗ۱ (عورت سے رجوع کی گنجائش رکھنے والی طلاق) دو بار تک طلاق دینا ہے پھر تو اچھی طرح اس کو روک لے۔ (رجعت کے ذریعہ) یا احسان کر کے چھوڑ دے پھر اگر (دوبارہ طلاق کے بعد شوہر نے تیسری بار) طلاق دیدی تو پھر وہ عورت اس کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ کسی دوسرے سے نکاح نہ کرے (اور شوہر ثانی اس سے جنسی منافع حاصل کرنے کے بعد طلاق نہ دیدے)

طلاق مغلظہ کی صورتیں

طلاق مغلظہ واقع ہونے کی کئی صورتیں ہیں۔ (۱) طلاقہ مغلظہ کی ایک صورت طلاق حسن ہے یعنی تین طہر میں ایک ایک طلاق کل تین طلاقیں دی جائیں۔ (۲) تین طہر میں تو نہ دی جائیں مگر علیحدہ علیحدہ متفرق طور سے مختلف مجلسوں میں تین طلاقیں دی جائیں مثلاً ایک آج دی تو دوسری کل اور تیسری پرسوں یا دو دن یا ہفتہ کے فاصلہ کے ساتھ الحاصل عدت میں تینوں طلاقیں دیدیں۔ (۳) تیسری صورت یہ ہے کہ کسی نے طلاق رجعی دی پھر میاں بیوی رجعت کے بعد ایک ساتھ رہنے لگے پھر مدت کے بعد کسی بات پر تنازع کی صورت میں ایک اور طلاق دیدی پھر شوہر نے رجعت کے ذریعہ ازدواجی تعلق بحال کر لیا کیونکہ دو طلاق تک رجعت کا حق ہے ان دو کے بعد پھر کسی جھگڑے کے موقع پر تیسری طلاق بھی دیدی تو یہ تینوں طلاقیں ملکر مغلظہ ہو گئیں۔ (۴) اسی طرح چوتھی صورت یہ ہے کہ کسی نے اپنی بیوی کو ایک طلاق بائن دی پھر زوجین نے راضی ہو کر نکاح کر لیا پھر کسی موقع پر دوسری مرتبہ ایک طلاق بائن دی پھر برضا و رغبت نکاح کر لیا تو اب صرف ایک کا مالک رہا مگر کسی اختلاف اور جھگڑے کے موقع پر باقی ماندہ

(۱) سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۰

ایک طلاق بھی دیدی تو اب عورت مطلقہ بائنہ مغلظہ ہو جائے گی بغیر حلالہ کے کوئی صورت نہیں۔ا (۵) پانچویں صورت یہ ہے کہ ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دیدی جائیں۔ خواہ الفاظ صریحہ کے ذریعہ دی جائیں یا الفاظ کنایہ میں تین کی نیت کر کے یا تین کا عدد ملا کر تین طلاقیں دیدی جائیں بہر صورت عورت مطلقہ بائنہ مغلظہ ہو جائے گی۔ (ایک مجلس کی تین طلاقوں کی پوری تفصیل ماقبل میں آچکی ہے)

طلاق مغلظہ کے الفاظ

طلاق مغلظہ الفاظ صریحہ و کنایہ دونوں سے واقع ہوتی ہے ان میں سے ہر ایک کی دو صورتیں ہیں (۱) الفاظ طلاق کیساتھ عدد ثلاث کو بھی ملایا ہے یا نہیں۔ اس اعتبار سے کل چار صورتیں ہوتی ہیں (۱) اول صورت یہ ہے کہ الفاظ صریحہ کے ساتھ عدد ثلاث کو ملائے مثلاً یوں کہے کہ میں نے تم کو تین طلاقیں دیں یا یوں کہے کہ تجھ کو ایک طلاق آج دی دوسری طلاق کل، تیسری طلاق پرسوں دی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ بغیر عدد ملائے صرف الفاظ طلاق کو بار بار دہرائے۔ مثلاً بیوی سے کہے کہ تجھ کو طلاق دی تجھ کو طلاق دی۔ تجھ کو طلاق دی۔ یا یوں کہے کہ تجھ کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ الفاظ کنایہ کیساتھ عدد ثلاث کو ذکر کرے جیسے میں نے تم کو تین جواب دیا۔ یا یوں کہے کہ میں نے تم کو تین مرتبہ آزاد کر دیا یا یوں کہے کہ جاؤ ایک دو تین۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ الفاظ کنایہ کو بغیر عدد کے ساتھ ذکر کیا اور اس کے ذریعہ تین طلاقیں دیں تین مرتبہ میں جیسے کسی نے کہا میں نے تم کو چھوڑ دیا، میں نے تم کو چھوڑ دیا، میں نے تم کو چھوڑ دیا، یا ایک ہی مرتبہ کہا۔ میں نے تم کو آزاد کر دیا اور اسی میں تین طلاق کی نیت کر لی۔ خلاصہ یہ ہے کہ الفاظ کنایہ کی تیسری اور چوتھی

(۱) یتملك الزوج سواء كان حرا ام عبدا خيار طلاق زوجته الحرة ثلاث مرات (شرح البداية صفحه ۳۳۹ جلد۲ بحواله بهشتی زیور صفحه ۲۰ حصه ٤)

صورت میں تین طلاقیں واقع ہونے کے لئے نیت ضروری ہے اگر تین کی نیت نہیں کی ہے تو ایک پڑے گی۔[۱] (اس سے قبل کنایہ کی بحث میں تفصیل گذر چکی ہے۔)

طلاق مغلظہ کا حکم

تین طلاقیں جس طرح بھی دی جائیں خواہ تین طہر میں یا ایک ہی طہر میں کئی مرتبہ یا ایک ہی مجلس میں تین الگ الگ الفاظ میں، یا تین کے عدد کیساتھ۔ تو ان صورتوں کا حکم یہ ہے کہ نہ تو اب رجعت کر سکتا ہے اور نہ تجدید نکاح کے ذریعہ اس کو رکھ سکتا ہے۔ بلکہ اگر دوبارہ باہمی رضامندی سے رشتۂ نکاح استوار کرنا چاہیں تو اس کی ایک ہی صورت حلالہ ہے۔

حلالہ کی شرعی صورت

حلالہ کا شرعی طریقہ اور جائز صورت یہ ہے کہ مطلقہ ثلاثہ اپنی عدت طلاق مکمل کرے (اگر حیض آتا ہو تو تین حیض اور اگر بڑی عمر کیوجہ سے حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے اور اگر حاملہ ہو تو وضع حمل سے) اس کے بعد وہ اپنی مرضی سے کسی اور مرد سے نکاح کرے پھر زوج ثانی اس سے صحبت بھی کرے بعدہ زوج ثانی کسی وجہ سے اس کو طلاق دیدے تو پھر یہ عورت عدت طلاق یا زوج ثانی وفات پا جائے تو عدت وفات گزار کر زوج اول سے نکاح کر سکتی ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يَّتَرَاجَعَا اِنْ ظَنَّا اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ [۲]	اگر کوئی دو طلاق کے بعد تیسری طلاق بھی دیدے تو یہ عورت اس کے بعد اس کیلئے حلال نہیں رہے گی یہاں تک کہ کسی دوسرے شوہر سے

---

(۱) من قال لامرأته انت طالق وطالق او قال انت طالق فطالق او قال انت طالق ثم طالق ثم طالق او قال انت طالق طالق طالق بدون تعليقه بشرط في جميع هذه الصور طلقت امرأته المدخولة ثلاثا فان لفظ الطلاق مهما جلء بتكراره سواء كان بحرف الواو ام بغيره تعدد الطلاق (الفتاوى الهندية ص ۳۷۱ ج۲ بحواله بهشتي زيور ص۲۳ حصه ٤ حاشيه) (۲) سورة البقره آيت ۲۳۰

یہ نکاح کرے پھر (جماع کے بعد) وہ شوہر ثانی اس عورت کو طلاق دیدے اگر اس زوج ثانی نے طلاق دیدی تو اب ان دونوں کے لئے یہ اجازت ہے کہ پھر سے نکاح کرے مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ دونوں کو اس بات کا یقین ہو کہ اللہ کی ان حدود کو قائم رکھیں گے جو نکاح کے سلسلے میں بتائی گئی ہیں۔

حلالہ کی شرطیں

قرآن کی مذکورہ آیت واحادیث اور فقہ کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حلالہ کے اہم شرطیں چھ ہیں۔ (۱) دوسرے شوہر سے نکاح۔ (۲) زوج ثانی کا بغیر کسی دباؤ کے اپنی مرضی سے نکاح کرنا۔ (۳) نکاح کے بعد اس عورت سے زوج ثانی کا صحبت کرنا۔ (۴) زوج ثانی سے نکاح صحیح ہوا ہو۔ (۵) زوج ثانی کی طلاق کے بعد عدت پوری کرلی ہو۔ (۶) اصلاح اور نیک نیتی سے زوج اول نکاح کے ذریعہ رجوع کرے۔ (ہم ان تمام شرائط کو قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہیں)۔

حلالہ کی پہلی شرط دوسرے شوہر سے نکاح کرنا

قرآن کی مذکورہ آیت (فان طلقها فلا تحل له الاية) میں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ عورت تین طلاق کے بعد پہلے شوہر کی طرف نہیں لوٹ سکتی (حتى تنكح زوجا غيره) جب تک کہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے مگر اس دوسرے نکاح کیلئے شرط یہ ہے کہ پہلے شوہر کی طلاق کی عدت پوری کرلی ہو اگر عدت پوری کرنے سے قبل نکاح کیا تو یہ نکاح صحیح نہیں فاسد ہوگا۔

حلالہ کی دوسری شرط زوج ثانی اپنی مرضی سے نکاح کرے

حلالہ کیلئے دوسری شرط یہ ہے کہ شوہر ثانی بغیر کسی دباؤ اور جبر کے اپنی مرضی سے نکاح کرے آج کے اس دور میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ شوہر اپنی خباثت کی وجہ سے تین طلاق دیدیتا ہے اور پھر جب دماغ ٹھکانے لگتا ہے تو ادھر اُدھر ہاتھ پیر مارنے

لگتا ہے وقتی نکاح اور طلاق کی شرط پر بہنوئی یا کسی رشتہ دار وغیرہ سے نکاح کرا کے طلاق حاصل کر لیتا ہے۔ یہ سراسر ناجائز اور موجب لعنت ہے حلالہ کرنے اور کرانے والے دونوں گنہگار ہوتے ہیں چنانچہ متعدد صحابہ کرام سے مرفوعا روایت منقول ہے۔

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المحلل والمحلل لہ[1] کہ آپؐ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کروایا جائے اس پر لعنت فرمائی ہے۔ (یعنی زوج اول اور ثانی دونوں ملعون ہیں) البتہ اس وعید کے باوجود بھی اگر کوئی طلاق کی شرط پر نکاح کر کے طلاق دیتا ہے تو زوج اول کیلئے عورت حلال ہو جائے گی۔[2]

اور اگر حلالہ کی شرط شروع میں نہ لگائی گئی لیکن زوج ثانی کا اپنا خیال یہ ہے کہ وہ اس عورت کو صحبت کے بعد فارغ کر دیگا اور میری وجہ سے شوہر اول اور ان کے اہل وعیال اور گھریلو نظام وغیرہ درست ہو جائیں گے تو اس طرح اصلاح کی غرض سے نکاح کر کے طلاق دینا موجب لعنت نہ ہوگا بلکہ اچھی نیت کیوجہ سے عنداللہ ماجور ہوگا۔[3]

حلالہ کی تیسری شرط نکاح کے بعد زوج ثانی کا صحبت کر لینا ہے

تیسری شرط یہ ہے کہ نکاح کے بعد دوسرا شوہر اس عورت سے صحبت بھی کرے۔ بغیر صحبت کے اگر شوہر نے طلاق دیدی یا بغیر صحبت کے زوج ثانی مر گیا تو یہ عورت پہلے شوہر کیلئے حلال نہیں ہوگی چنانچہ بخاری میں حضرت عائشہؓ سے ایک مرفوع روایت منقول ہے فرماتی ہیں کہ:

(۱) ترمذی شریف صفحہ ۲۱۳ جلد۱

(۲) وکرہ التزوج للثانی تحریماً لحدیث لعن المحلل والمحلل لہ بشرط التحلیل کتزوجتک علی ان احللک وان حلت للاول لصحۃ النکاح وبطلان الشرط فلا یجبر علی الطلاق (درمختار علی ھامش شامی صفحہ ۴۷ جلد۵)

(۳) اما اذا اضمرا ذلک لایکرہ وکان الرجل ما جوراً لقصد الاصلاح (درمختار علی ھامش شامی صفحہ ۴۸ جلد۵

ان امرأة رفاعة القرظی جاء ت الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالت یا رسول الله ان رفاعة طلقنی فبت طلاقی وانی نکحت بعده عبدالرحمن بن الزبیر القرظی وانما معه مثل الهدبة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لعلك تریدین ان ترجعی الی رفاعة لا حتی یذوق عسیلتك وتذوقی عسیلته[۱]

رفاعہ قرظیؓ کی بیوی حضورؐ کے پاس آئی اور کہا کہ یا رسول اللہ میرے شوہر رفاعہؓ نے مجھے طلاق بتۃ (یعنی تین طلاقیں) دیدیں پھر میں نے عدت کے بعد عبدالرحمٰن بن زبیر قرظیؓ سے نکاح کیا مگر عبدالرحمٰنؓ کیسا تھ جو چیز ہے (یعنی ان کا آلہ تناسل) وہ کپڑے کی چھور کے مانند کمزور ہے (گویا نامرد ہے) اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ کیا تم پھر رفاعہ کی طرف لوٹنا چاہتی ہو تو جان لو کہ تم اسکے نکاح میں اس وقت تک نہیں آسکتی جب تک کہ عبدالرحمٰنؓ تمہارا شہد نہ چکھ لے اور تم اس کا شہد نہ چکھ لو۔

(یعنی دونوں آپس میں جب تک مجامعت سے لطف اندوز نہ ہو جاؤ تب تک تم پہلے شوہر کی طرف نہیں لوٹ سکتی) فاطمہ بنت قیس کا بھی اسی طرح کا واقعہ صحیح مسلم میں منقول ہے۔

حلالہ میں خلوت وطی کے قائم مقام نہیں

اگر مرد نے عورت سے خلوت صحیحہ تو کیا مگر جماع نہیں کیا تو حلالہ کا تحقق نہیں ہو گا کیونکہ حلالہ میں خلوت وطی کے قائم مقام نہیں ہے۔[۲]

نامرد سے حلالہ

اوپر آگیا کہ خلوت وطی کے قائم مقام نہیں ہے لہذا اگر عورت کا نکاح ثانی

(۱) صحیح بخاری صفحہ ۷۹۱ جلد۲ (۲) وکذا الخلوة فی نوادر هشام (فتاوی قنیه ۸۳)

کسی نامرد سے ہوا کہ وہ وطی پر قادر نہیں ہے اس کے آلہ تناسل میں بالکل ایستادگی نہیں ہوتی ہے تو اس سے بھی حلالہ درست نہیں ہوگا کیونکہ حدیث میں آیا ہے (حتی یذوق عسیلتك) کہ جب تک وہ عورت کا مزہ نہ چکھ لے اس لئے اگر نامرد نے اپنا آلہ تناسل ہاتھ سے بھی داخل کردیا تو بھی حلالہ نہ ہوگا ہاں اگر اس سے حمل ٹھہر جائے تو حلالہ درست ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر آلہ تناسل میں ایستادگی ہوئی اور پھر ہاتھ سے داخل کردیا تو حلالہ درست ہو جائے گا۔[1]

حلالہ کیلئے موجب غسل کے بقدر دخول شرط ہے

حلالہ کیلئے پورے آلہ تناسل کا داخل ہونا شرط نہیں بلکہ بلا کسی حائل کے صرف حشفہ کا داخل ہو جانا کافی ہے انزال بھی ضروری نہیں جیسا کہ غسل کے واجب ہونے کے لئے غیبوبتِ حشفہ فی الفرج کافی ہوتی ہے۔

وطی فی الدبر سے حلالہ

دُبر میں وطی کرنے سے حلالہ کا تحقق نہیں ہوگا کیونکہ وطی کا مقام قُبل ہے اور اس سے اس کا تحقق نہیں ہوا اور یہ فعل۔ فی نفسہٖ فعل معصیت اور گناہ کبیرہ کا باعث بھی ہے۔

مفضاۃ عورت سے حلالہ

اگر عورت مفضاۃ ہے (یعنی جس کا قبل ودبر ایک ہوگیا ہو) تو اس سے محض وطی کر لینے سے حلالہ کا تحقق نہیں ہوگا اور وہ اپنے شوہر اول کیلئے حلال نہ ہوگی البتہ اس وطی سے اس کو حمل ٹھہر گیا تب سمجھا جائے گا کہ وطی کا تحقق ہو چکا ہے اب عورت زوج اول کیلئے حلال ہو جائے گی۔

مسئلہ:- عورت سے وطی کرنا ضروری ہے خواہ جس حالت میں بھی ہو۔ چنانچہ اگر حیض ونفاس اور احرام جیسے ممنوع حالات میں بھی وطی پائی جائے تو بھی

(۱)،(۲) یشترط ان یکون الایلاج موجبا للغسل وهو التقاء الختانین بلا حائل یمنع الحرارة وکونه عن قوة نفسه فلا یحلها من لایقدر علیه الا بمساعدة الید الا اذا انتعش وعمل الخ وان لم ینزل لان الشرط الذوق لاالشبع (درمختار علی هامش شامی صفحه ٤٦ جلد٥)

صحت حلالہ کیلئے کافی ہے۔اگرچہ ان حالات میں شرعاً وطی کرنا درست نہیں ہے۔[۱]

شیخ فانی سے حلالہ

بوڑھے شخص کا آلہ تناسل خواہش ابھرنے کے وقت اتنا سخت ہو جاتا ہے کہ بغیر ہاتھ لگائے اندر چلا جاتا ہے تو بالاتفاق اس سے حلالہ ہو جائے گا۔

اور اگر وہ اتنا کمزور ہے کہ اس کا آلہ تناسل بالکل بیکار ہو کر رہ گیا ہے اس میں انتشار بالکل نہیں ہوتا، پھر ایسے آلہ تناسل کو اگر ہاتھ سے داخل کر دیا جائے تو ایک قول کی بناء پر اس سے حلالہ درست نہیں ہوگا مگر علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ صحیح قول یہ ہے کہ اس سے بھی حلالہ درست ہو جائے گا۔[۲]

مراہق بچے سے حلالہ

اگر لڑکا اتنا چھوٹا ہے کہ اس کا آلہ تناسل بالکل حرکت نہیں کرتا اور نہ اس کو عورت کی خواہش ہوتی ہے اور نہ وہ جماع پر قادر ہے تو ایسے لڑکے سے حلالہ درست نہیں ہوگا۔

ہاں اگر لڑکا مراہق یعنی قریب البلوغ ہے تو اس سے حلالہ کروانا درست ہے مراہق کی تفصیل یہ ہے کہ اس کے ہم عمر لڑکے جماع کر لیا کرتے ہیں۔اسی طرح اس کا آلہ تناسل حرکت میں آتا ہے۔اس کو عورت کی خواہش بھی ہوتی ہے اس کے لئے شیخ الاسلام نے دس سال کی قید لگائی ہے کہ کم سے کم دس سال کا لڑکا حلالہ کیلئے ضروری ہے۔[۳]

---

(۱) فلو وطئ مفضاة لاتحل له الا اذا حبلت ليعلم ان الوطأ كان فی قبلها كما لو تزوجت بمجبوب فانها لا تحل حتی تحبل لوجود الدخول حكماً الخ ولو فی حيض ونفاس واحرام وان كان حراما وان لم ينزل لان الشرط الذوق لاالشبع (درمختار علی هامش شامی صفحه ٤٤ تا ٤٦ جلد ٥

(۲) وقيل ايلاج الشيخ الفانی بيده يحلها وقيل اذا لم تنتشر آلته فادخله بيده او بيدها او كان الذكر اشل لايحلها بالايلاج والصواب حلها لانه متعلق بدخول الحشفة (شامی ص٤٦ ج٥

(۳) لاينكح مطلقة من نكاح صحيح نافذ... بها ای بالثلاث... حتی يطأها غيره ولو الغير مراهقا يجامع مثله وقدره شيخ الاسلام بعشر سنين (درمختار علی هامش شامی صفحه ٤٠ تا٤٢ جلد٥)

حد بلوغ کیا ہے

حد بلوغ کے متعلق پوری تفصیل خزینۃ الفقہ جلد اول میں آچکی ہے یہاں بھی مختصراً سمجھ لیا جائے کہ لڑکے کی علامات بلوغ تین ہیں۔(۱)انزال ہونا۔(۲)احتلام ہونا۔(۳)اس سے کسی عورت کو حمل ٹھہر جانا۔مذکورہ بالا علامات میں سے اگر کوئی بھی علامت نہ پائی جائے تو پندرہ سال مکمل ہونے پر بلوغ کا حکم لگایا جائے گا۔ڈاڑھی۔مونچھ۔اور زیر ناف کا نکلنا علامات بلوغ نہیں ہیں۔

خصی مرد اور مجنون سے حلالہ

خصی مرد سے حلالہ کیا تو حلالہ درست ہے بشر طیکہ جماع پر قادر ہو کیونکہ خصی کرنے سے صرف خصیتین ختم ہوئے ہیں مگر آلہ تناسل باقی ہے اس لئے جماع کی قدرت کیساتھ حلالہ درست ہے۔

اسی طرح اگر مجنون اور پاگل جماع سے لطف اندوز ہوتے ہوں تو ان سے حلالہ درست ہے نیز ذمی مرد، ذمیہ عورتوں کیساتھ حلالہ کرے تو درست ہے مگر مسلمہ عورت کا ذمی مرد سے حلالہ جائز نہیں کیونکہ اس سے نکاح ہی درست نہیں ہوتا ہے۔[1]

حلالہ کی چوتھی شرط نکاح صحیح اور نکاح نافذ کا ہونا ہے

حلالہ کیلئے چوتھی شرط یہ ہے کہ زوج ثانی سے جو نکاح ہوا ہے وہ اپنے تمام شرائط وارکان کے لحاظ سے صحیح ہو لہٰذا اگر مطلقہ ثلاثہ کا نکاح ثانی عدت کے بعد بغیر گواہ کے ہوا۔یا کسی محرم مرد سے نکاح ہوا۔یا ان شرائط کے بغیر نکاح ہوا جن کے پائے جانے سے نکاح فاسد اور باطل ہو جاتا ہے۔تو حلالہ درست نہیں ہوگا۔

نیز نکاح نافذ ہوا ہو اگر نکاح موقوف ہوا اور پھر شوہر نے وطی کی تو حلالہ درست نہیں ہوگا جیسے کسی عورت نے بغیر ولی کی اجازت کے غیر کفو میں نکاح

(۱) حتی یطأها غیره ولولغیر مراهقا الخ اوخصیا او مجنونا او ذمیا لذمیة (درمختار علی هامش شامی صفحه ۴۱ تا ۴۲ جلد ۵)

کرلیا تو یہ نکاح ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا ولی نے اجازت دیدی تو نافذ ورنہ نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا بغیر ولی کی اجازت کے نکاح کر کے وطی کرلی تو یہ حلالہ کیلئے کافی نہیں ہوگا۔ (۱)

حلالہ کی پانچویں شرط زوج ثانی کی طلاق کے بعد عدت کا پورا ہو جانا ہے

پانچویں شرط یہ ہے کہ زوج ثانی کی طلاق کے بعد عورت عدت پوری کر کے زوج اول سے نکاح کرے لہٰذا عدت پوری کئے بغیر نکاح کرے تو نکاح درست نہیں ہوگا اور اگر عورت نے دوسرے شوہر کی طلاق کے بعد عدت پوری ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کا دعویٰ اس شرط پر قبول کیا جائے گا کہ اتنی مدت میں تین حیض آجانا ممکن ہو اس کی مقدار کم از کم دو ماہ ہے۔ (۲)

حلالہ کی چھٹی شرط زوج اول اصلاح اور نیک نیتی سے نکاح کے ذریعہ رجوع کرے

آخر میں حلالہ کیلئے یہ شرط لگائی گئی ہے کہ زوج اول اور زوجہ۔ زوج ثانی کے نکاح اور طلاق کے بعد اگر رشتۂ نکاح پھر سے قائم کرنا چاہتے ہیں تو نکاح سے قبل دونوں خوب غور و فکر کرلیں کہ جس اختلاف اور نزاع کیوجہ سے طلاق واقع ہوئی

(۱) لا ینکح مطلقة من نکاح صحیح نافذ... بها ای بالثلاث... حتی یطأها غیره ولولغیر مراهقا یجامع مثله وقدره شیخ الاسلام بعشر سنین او خصیا او مجنونا او ذمیا لذمیة بنکاح نافذ خرج الفاسد والموقوف فلونکحها عبد بلا اذن سیده ووطئها قبل الاجازة لایحلها حتی یطأها بعدها الخ لکن علی روایة الحسن المفتی بها انه لا یحلها لعدم الکفاءة ان لها ولی والا فیحلها اتفاقا کما مر (درمختار) یجامع مثله تفسیر للمراهق ذکره فی الجامع وقیل هو الذی تتحرک آلته ویشتهی النساء الخ او خصا... وهو من قطعت خصیتاه وانما جاز تحلیله لوجود الآلة (شامی صفحه ٤٢ جلد٥)

(۲) ولواخبرت مطلقة الثلاث بمضی عدته وعدة الزوج الثانی بعد دخوله والمدة تحتمله جاز له ای للاول ان یصدقها ان غلب علی ظنه صدقها واقل مدة عدة عنده بحیض شهران (درمختار علی هامش شامی صفحه ٥٢ ـ ٥٣ جلد٥)

تھی اس اختلاف کو دور کریں گے اور ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت کر کے پھر سے ازدواجی زندگی خوشگوار بنائیں گے اگر اس طرح اصلاح اور نیک نیتی سے دو بارہ نکاح کرنا چاہتے ہیں تو کرلیں۔ ورنہ اس کے علاوہ کوئی وقتی فائدہ اور کوئی غرض نکالنا مقصود ہو تو ہرگز رجوع نہ کریں اسی کی طرف قرآن میں اس آیت سے اشارہ کیا گیا ہے۔ (فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يَّتَرَاجَعَا اِنْ ظَنَّا اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَاللّٰهِ)

سونے اور بے ہوشی کی حالت میں حلالہ

مرد سویا ہوا تھا یا بے ہوش تھا کہ اسی حالت میں عورت نے اس سے جماع کروالیا یعنی اس کے آلۂ تناسل کو اپنی شرمگاہ میں داخل کرلیا۔ اسی طرح عورت سوئی ہوئی تھی یا بے ہوش پڑی تھی کہ مرد نے اس سے جماع کرلیا۔ تو صحیح قول کی بناء پر حلالہ ہو جائے گا۔ (۱)

آلۂ تناسل پر کپڑا لپیٹ کر حلالہ

انزال سے بچنے یا شرمندگی میں تخفیف کی غرض سے آلۂ تناسل پر کپڑا لپیٹ کر وطی کرلی تو حلالہ کا تحقق اس صورت میں ہوگا کہ مرد کا حشفہ عورت کی شرمگاہ میں داخل ہو کر ایک دوسرے کی حرارت اور لذت محسوس ہونے لگے نیز ذکر اپنی طاقت کے بل بوتے پر اندر جائے۔ (۲)

نیرودھ کیساتھ وطی کرنے سے حلالہ

نیرودھ کیساتھ وطی کرنے سے بھی حلالہ کا تحقق اسی شرط کیساتھ ہوگا کہ ایک دوسرے کی حرارت اور لذت محسوس ہونے لگے۔ (۳)

---

(۱) قلت ورأيت في المعراج الدراية ووطء النائمة والمغمى عليه يحل عندنا الخ ثم لايخفى ان نومه واغماءه كنومها واغمائها (شامی صفحہ ۴۷ جلد۵)

(۲) اشار بالوطء الى ان شرط الايلاج بشرط كونه عن قوة نفسه وان كان ملفوفا بخرقة اذا كان يجد لذة حرارة الحمل (بحر الرائق صفحہ ۹۴ جلد۴)

(۳) فتاوی محمودیہ صفحہ ۲۲۰ جلد ۱۱

مطلقہ ثلاثہ غیر موطوءہ کے حلالہ کا مسئلہ

اگر غیر موطوءہ کو یکبارگی تین طلاقیں دیدی گئی ہوں تو اس کے لئے حلالہ ضروری ہے۔ اور اگر یکے بعد دیگرے تین طلاقیں دی گئیں تو اس کے لئے حلالہ ضروری نہیں کیونکہ غیر مدخول بہا ایک ہی طلاق سے بائن ہو کر نکاح سے نکل جاتی ہے اور دوسری اور تیسری طلاق لغو ہو جاتی ہے۔

نابالغہ کو یکبارگی تین طلاق دے کر حلالہ

اگر کسی نے اپنی ایسی نابالغہ بیوی کو جو نا قابل جماع ہے ایک جملہ میں تین طلاقیں دیدیں تو ایسی نابالغہ بیوی بھی شوہر اول کی طرف بغیر حلالہ کے نہیں لوٹ سکتی اور اس کے حلالہ کی صورت یہ ہے کہ وہ قابل جماع ہونے تک رکی رہے جب قابل جماع ہو جائے تو شوہر ثانی سے وطی کرائے اور شرعی طریقہ کے مطابق شوہر اول کی طرف لوٹ آئے۔[1]

عورت نے حلالہ کرانے کا دعویٰ کیا

اگر عورت نے زوج اول سے کہا کہ میں حلالہ کرا چکی ہوں تم پھر مجھ سے نکاح کر لو تو صرف عورت کے اتنا کہہ دینے سے مرد کیلئے دوبارہ نکاح کر لینا درست نہیں ہو گا بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ پورے معاملے کی تحقیق کرے کہ کب اور کہاں نکاح کیا اور نکاح کے بعد دوسرے شوہر سے اس نے ہمبستری بھی کرائی یا نہیں جب پوری شرائط حلالہ متحقق ہو جائیں تب نکاح کرے ورنہ عورت نے اگر حلالہ نہ کروایا اور شوہر نے بغیر معاملہ کی تحقیق کے نکاح کر لیا تو عورت اس مرد کے لئے حرام رہے گی اور دونوں پوری زندگی زنا کاری میں مبتلا ہوں گے اور اس کا

(۱) والشرط التيقن بوقوع الوط في المحل المتيقن به فلو كانت صغيرة لايوطأ مثلها لم تحل للاول (درمختار على هامش شامي صفحه ٤٤ جلده)

زیادہ تر وبال شوہر پر ہوگا۔[1]

وطی سے قبل اگر شوہر ثانی مرجائے تو حلالہ درست نہیں

مطلقہ ثلاثہ نے کسی سے نکاح کیا مگر وطی سے قبل زوج ثانی کا انتقال ہو گیا تو اس عورت کا اس شوہر سے حلالہ محقق نہیں ہوا کیونکہ موت وطی کے قائم مقام نہیں (کما فی البحر الموت لا یقوم مقام فی حق التحلیل) اب اس کے لئے یہی شکل ہے کہ وہ پھر کسی تیسرے مرد سے نکاح کر کے شرعی حلالہ کرائے اور پھر شوہر اول کی طرف لوٹ آئے۔[2]

البتہ اگر شوہر ثانی کا انتقال وطی کے بعد اور طلاق سے قبل ہو جائے تو عورت شوہر اول کیلئے حلال ہو جائے گی۔ مگر اس صورت میں عورت شوہر ثانی کی عدت وفات گذارے گی نہ کہ عدت طلاق۔[3]

تحریری طلاق

شریعت میں مکتوب کا وہی حکم ہے جو ملفوظ کا ہے اگرچہ بعض مواقع میں خصوصی اسباب کی وجہ سے دونوں میں کچھ فرق ہے۔ بعض مسائل میں شریعت نے کتابت کو تکلم جیسا بنیادی درجہ نہیں دیا ہے جیسے طلاق مکرہ میں بغیر تلفظ کے تحریری طلاق معتبر نہیں اور بعض مسائل میں تو تحریر ہی کو ضروری قرار دیا ہے جیسے گونگا اگر لکھنا جانتا ہے تو اشارہ وکنایہ معتبر نہیں طلاق کا لکھنا ہی معتبر ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ بعض مسائل کے علاوہ کتابتِ طلاق تلفظِ طلاق کے برابر ہے۔

---

(۱) لو قالت حللت لك او قالت حلاله کردم لایحل له التزوج مالم یستفسرها لاختلاف الناس فی کیفة التحلیل وهو الصواب (فتاوی قنیه صفحه ۸٤)

(۲) لو مات عنها قبل الوط لایحلها للاول الخ لان الشرط هنا الوط (شامی صفحه ٤٥ جلد٥)

(۳) لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحا صحیحا ویدخل بها ثم یطلقها او یموت عنها (فتاوی عالمگیری صفحه ٤٧٣ جلد١)

یعنی صفتِ طلاق سنی و بدعی اور ایقاع طلاق صریح و کنایہ کے اعتبار سے اس کا بھی وہی حکم ہے جو تلفظ طلاق کا ہے۔ لہٰذا جس طرح تلفظ طلاق سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اسی طرح کتابت طلاق سے بھی طلاق ہو جاتی ہے وقوع طلاق کیلئے تکلم شرط نہیں ہے، ہم ان تمام مسائل کو قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

کتابت طلاق کی اولاً دو صورتیں ہیں۔ کتابت طلاق خود شوہر نے کی ہے۔ یا شوہر کے علاوہ کسی اور نے کی ہے۔ پہلی صورت یعنی کتابت شوہر نے کی ہے تو اس کی تین قسمیں ہیں۔

کتابت مستبینہ مرسومہ: یعنی اس نے طلاق کو کسی کاغذ یا دیوار یا کسی ایسی چیز پر تحریر کی جو واضح اور باقی رہنے والی ہے اور باضابطہ عنوان دیکر طلاق نامہ یا مکتوب نامہ اور مخاطب کیساتھ لکھا ہے۔ تو اس کا حکم یہ ہے کہ وہ کتابت تلفظ کے قائم مقام ہو گی اور اس سے علی الاطلاق طلاق واقع ہو کر عورت پر عدت واجب ہو جائے گی اس میں شوہر کے نیت کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اگر شوہر بعد میں انکار کرے کہ میں نے اس سے طلاق کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ صرف تجربہ کرنا مقصود تھا کہ دیکھیں میرا خط کیسا ہوتا ہے۔ تو اس کا یہ عذر قضاءً قابل قبول نہیں ہو گا کیونکہ کتابت مستبینہ و مرسومہ سے مطلقاً طلاق ہو جاتی ہے خواہ نیت کرے یا نہ کرے۔

ہاں اگر اس نے طلاق کو خط پہنچنے پر معلق کیا کہ جب یہ خط تمہارے پاس پہنچے اس وقت طلاق۔ تو یہ طلاق کتابت کے وقت سے نہیں خط پہنچنے کے وقت سے واقع ہو گی اور اسی وقت سے عدت واجب ہو گی خواہ عورت اس کو پڑھے یا نہ پڑھے محض خط پہنچتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور اگر خط راستہ ہی میں ضائع ہو گیا تو اب بالکل یہ طلاق واقع نہ ہو گی کیونکہ طلاق کو وصولیابی پر معلق کیا تھا جو پائی نہیں گئی۔

مسئلہ:- اگر خط لڑکی کو ملنے کے بجائے اس کے باپ کو ملا اور باپ نے اس کو پھاڑ دیا، خواہ پڑھ کر پھاڑا یا بغیر پڑھے پھاڑا، تو اس کا حکم یہ ہے کہ باپ اگر لڑکی

کے معاملے میں دخیل ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ باپ کو ملنا گویا لڑکی کو ملنا ہے اور اگر لڑکی کے معاملہ میں دخیل نہیں ہے تو لڑکی کو ملنا ضروری ہے باپ کو ملنے سے طلاق نہیں ہو گی۔

اگر باپ نے خط کی اطلاع لڑکی کو دی اور چاک شدہ خط بھی لڑکی کے حوالہ کیا تو اگر خط اس حالت میں ہے کہ ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے بعد بھی پڑھا جاسکتا ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور اگر ٹکڑے ٹکڑے حصے کو ملانے کے بعد بھی نہیں پڑھا جاسکتا تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔

مسئلہ :- شوہر نے خط کے ملنے پر طلاق کو معلق کیا اور خط میں طلاق کا ذکر کرنے کے بعد اس کو مٹادیا اور اس کے بعد خط کو سپرد ڈاک کیا تو خط ملتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی عورت کا پڑھنا شرط نہیں۔

اگر کسی نے خط میں طلاق کا تذکرہ کرنے کے بعد اس کو مٹادیا یا کسی کو مٹانے کا حکم کیا تو خط پہونچتے ہی قضاءً دو طلاق واقع ہو گی اور دیانۃً ایک واقع ہو گی۔

کتابت مستبینہ غیر مرسومہ: یعنی کتابت تو کاغذ یا دیوار یا کسی ایسی چیز ہی پر کی گئی جو واضح اور ظاہر ہے مگر عنوان قائم کئے بغیر اور عورت کو مخاطب کئے بغیر اور طلاق کی اضافت عورت کی طرف کئے بغیر محض یوں لکھ دیا۔ طلاق ہے یا طلاق دی اور اس تحریر کو بیوی کے پاس بھیجا بھی نہیں تو اسکا حکم یہ ہے کہ یہ طلاق اس وقت معتبر ہو گی جبکہ شوہر نے اس سے بیوی کو طلاق دینے کی نیت کی ہو اور اس کا اقرار شوہر کرتا ہو کہ میری مراد بیوی ہی کو طلاق دینا ہے۔ اور اگر شوہر بیوی کو طلاق دینے کی نیت سے انکار کرتا ہے تو یہ طلاق معتبر نہیں ہو گی۔

کتابت غیر مستبینہ: یعنی جو تحریر ظاہر نہ ہو اور پڑھنے میں نہ آئے جیسے پانی یا ہوا میں ہاتھ چلانا اور طلاق لکھنا۔ تو اس کا حکم واضح ہے کہ اس سے کسی

حال میں طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ حقیقتاً نہ یہ تحریر ہے اور نہ تلفظ ہے[1]

شوہر کے علاوہ کسی دوسرے نے طلاق لکھا

اگر شوہر نے خود طلاق لکھنے کے بجائے کسی اور سے لکھوایا تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ کاتب سے صراحۃً کہا کہ میری بیوی کو طلاق لکھدو تو اتنا کہتے ہی اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی اگرچہ کاتب نے اب تک طلاق نہیں لکھا کیونکہ حکم دینا گویا خود سے زبانی طلاق دینا ہے۔ اور کاتب سے بغیر صراحت کے صرف یوں کہا کہ لکھو کاتب نے اس کی بیوی کو طلاق لکھ کر شوہر کو سنادیا شوہر نے خوشی سے اس پر دستخط کر دیا یا بتصدیق مہر لگادیا۔ یا انگوٹھے کا نشان لگادیا تو اس سے بھی طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر اس نے سن کر نہ تصدیق کی، نہ دستخط کیا، نہ مہر ثبت کیا اور نہ صراحۃً انکار کیا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

مسئلہ:- بیوی کو شوہر کی طرف سے طلاق نامہ یا طلاق والا خط ملا تو اس

---

(۱) قوله (كتب الطلاق الخ) قال فی الهندية الكتابة على نوعين مرسومة وغير مرسومة ونعني بالمرسومة ان يكون مصدرا ومعنونا مثل ما يكتب الى الغائب وغير المرسومة ان لايكون مصدرا او معنونا وهو على وجهين مستبينة وغير مستبينة فالمستبينة ما يكتب على الصحيفة والحائط والارض على وجه يمكن فهمه وقرأته وغير المستبينة ما يكتب على الهواء والماء وشئ لايمكن فهمه وقرأته ففي غير المستبينة لايقع الطلاق وان نوى وان كانت مستبينة لكنها غير مرسومة ان نوى الطلاق يقع والا لا وان كانت مرسومة يقع الطلاق نوى او لم ينو ثم المرسومة لاتخلو اما ان أرسل الطلاق بأن كتب اما بعد فانت طالق فكما كتب هذا يقع وتلزمها العدة من وقت الكتابة وان علق طلاقها بمجيئ الكتابة بان كتب اذا جاءك كتابي فانت طالق فجاء ها الكتاب فقرأته او لم تقرأ يقع الطلاق الخ ولا يحتاج الى النية فی المستبين المرسوم ولا يصدق فی القضاء انه عنى تجربة الخط بحر ومفهومه أنه يصدق ديانة فی المرسوم رحمتی ولو وصل الى ابيها فمزقه ولم يدفعه اليها فان كان متصرفا فی جميع امورها فوصل اليه فی بلدها وقع وان لم يكن كذلك فلا مالم يصل اليها وان اخبرها بوصوله اليه ودفعه اليها ممزقا ان امكن فهمه قرأته وقع والا فلا عن الهندية وفی التاتر خانية كتب فی قرطاس اذا اتاك كتابی هذا فانت طالق ثم نسخه فی آخر او امر غيره بنسخه ولم يمله عليه فاتاه الكتابان طلقت ثنتين قضاءً ان اقرانهما كتابان اوبرهنت وفی الديانه تقع واحدة (شامی صفحه ۴۵۵ تا ۴۵٦ جلد٤)

سے طلاق اس صورت میں واقع ہوگی جبکہ شوہر اقرار کرے کہ ہاں یہ خط میرا ہی ہے میری طرف سے کسی نے لکھا ہے۔ اور اگر شوہر نے اس خط کا انکار کر دیا کہ میرا نہیں ہے تو اس سے طلاق نہیں ہوگی ہاں اگر شوہر کے انکار پر بیوی نے بینہ قائم کر دیا کہ حقیقتاً یہ خط شوہر ہی کا ہے اس نے دوسرے سے لکھنے کو کہا تھا اور اس پر گواہ بھی موجود ہے تو پھر شوہر کا انکار معتبر نہیں ہوگا بلکہ طلاق پڑ جائے گی۔

اور اگر کسی طرح سے بھی یہ ثابت نہ ہو سکے کہ یہ خط شوہر کی طرف سے ہے نہ تو خود شوہر اقرار کرتا ہے اور نہ اس پر کوئی گواہ قائم ہے تو پھر اس معاملہ کو شوہر کے حوالہ کر دیا جائے گا اور قضاءً عدم وقوع کا فیصلہ ہوگا مگر دیانۃً طلاق قرار دی جائے گی۔ اگر حقیقتاً شوہر نے خط لکھا یا لکھوایا ہوگا تو انکار کرنے سے گنہگار ہوگا اور پوری زندگی زناکاری میں مبتلا رہے گا۔[1]

شوہر سے جبراً طلاق لکھوائی گئی یا طلاق نامہ پر دستخط کرایا گیا

زبانی طلاق تو جبراً واکراہ کی حالت میں بھی واقع ہو جاتی ہے مگر کتابت طلاق میں جبراً طلاق کا اعتبار نہیں ہوتا ہے کیونکہ کتابت کو تلفظ کے قائم مقام طلاق کے باب میں مجبوراً کیا گیا ہے اور اکراہ وجبر کی حالت میں وہ مجبوری اور ضرورت مفقود ہے۔

لہٰذا اگر کسی نے شوہر کو دھمکا چمکا کر طلاق لکھوائی یا طلاق نامہ پر قہراً دستخط کرا لیا یا دھوکہ دیکر یہ کام کرایا۔ یا مہر لگوایا یا انگوٹھے کا نشان جبراً لے لیا۔ یا شوہر کو معلوم ہے مگر اس پر راضی نہیں صرف خوف کی وجہ سے اس نے ایسا کیا تو طلاق واقع نہیں ہوگی

(۱) ولو قال للكاتب اكتب طلاق امرأتي كان اقرار بالطلاق وان لم يكتب ولو استكتب من آخر كتابا بطلاقها وقرأه على الزوج فاخذه الزوج وختمه وعنونه وبعث به اليها فاتاها وقع ان اقر الزوج انه كتابه او قال الرجل ابعث به اليها او قال له اكتب نسخة وابعث بها اليها وان يقر انه كتابه ولم تقم بينة لكنه وصف الامر على وجهه لاتطلق قضاءً ولاديانة وكذا كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه لا يقع الطلاق مالم يقرانه كتابه (شامی صفحه ٤٥٦ جلد٤)

جب تک کہ وہ تلفظ نہ کرے۔[1]

کتابت میں استثناء کا حکم

اگر کسی نے لفظ طلاق لکھ کر زبان سے انشاء اللہ کہدیا یا زبان سے طلاق کا استعمال کر کے کاغذ پر انشاء اللہ لکھدیا تو ان دونوں صورتوں میں طلاق واقع ہو گی یا نہیں علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ حنفیہ کی کوئی روایت اس سلسلے میں نظر سے نہیں گزری۔ مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دونوں استثناء کو مان کر عدم وقوع طلاق کا فیصلہ کیا جائے۔[2]

(نوٹ) جب مخالفت استثناء کو معتبر مان لیا گیا تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ موافقت کی صورت میں جب کہ طلاق واستثناء دونوں ہی تحریری ہوں تو بدرجہ اولیٰ استثناء کو معتبر مان کر طلاق کے عدم وقوع کا فیصلہ ہوگا۔

طلاق بذریعہ ٹیلیفون یا ٹیلی گرام

طلاق کے لئے بیوی کا سامنے ہونا ضروری نہیں اس لئے ٹیلیفون یا ٹیلی گرام کے ذریعہ اگر شوہر طلاق دیتا ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی مگر صرف ٹیلیفون کی آواز یا ٹیلی گرام کی تحریر پر وقوع طلاق کا فیصلہ نہیں ہوگا بلکہ اس بات کا یقین ہو جانا ضروری ہے کہ یہ ٹیلیفون یا ٹیلی گرام شوہر کی طرف سے ہے۔ اس کا یا تو شوہر خود اقرار کرلے یا دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اس پر گواہی دیدیں کہ میں نے اس کو ٹیلیفون یا ٹیلی گرام یا تار وغیرہ کے ذریعہ طلاق دیتے ہوئے دیکھا اور سنا

---

(۱) وفی البحر ان المراد الاکراہ علی التلفظ بالطلاق فلواکرہ علی ان یکتب طلاق امرأته فکتب لاتطلق لان الکتابة اقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولا حاجة هنا کذا فی الخانیة (شامی صفحه ۴۴۰ جلد۴)

(۲) وفی الهندیة کتب الطلاق واستثنی بلسانه او طلق بلسانه واستثنی بالکتابة هل یصح لا روایة لهذه المسئلة وینبغی ان یصح کذا فی الظهیریة (شامی صفحه ۴۵۷ جلد۴)

ہے تب اس ٹیلیفون و ٹیلی گرام کا اعتبار کر کے طلاق کا اعتبار کرلیا جائے گا۔ ورنہ نہیں کیونکہ آواز میں کافی مماثلت اور یکسانیت ہوتی ہے ٹیلیفون کی آواز سے پورے طور پر سمجھ میں نہیں آسکتا ہے کہ شوہر فون کر رہا ہے یا کوئی اور، ٹیلی گرام اور تار کی تحریر تو حقیقتاً شوہر کی ہوتی بھی نہیں۔

لہٰذا جب شوہر کے ٹیلیفون یا ٹیلی گرام پر کوئی گواہ قائم نہ ہوسکا اور کسی قرینہ کے ذریعہ شوہر کی طرف سے اس کا ہونا بھی یقینی نہ ہوسکا اور شوہر اس کا انکار بھی کرتا ہے تو اس معاملہ کو اس کے حوالہ کردیا جائے گا اور قضاءً وقوع طلاق کا فیصلہ نہیں ہوگا۔ اور اگر حقیقتاً اسی نے ٹیلیفون یا ٹیلی گرام پر طلاق دی ہوگی تو پوری زندگی زناکاری میں مبتلا ہونے کا گناہ اسی کے سر ہوگا۔

تفویض طلاق

طلاق کا اختیار بیوی کے سپرد کرنا

شروع میں بیان کیا گیا ہے کہ طلاق کا اختیار شریعت نے مرد ہی کو دیا ہے نص قطعی سے اس کا ثبوت ہے اور پوری امت کا اس بات پر اجماع بھی ہے۔ کیونکہ مرد نکاح کے باب میں عورتوں کا حاکم ہے اس اہم رشتہ کو خوشگوار بنانے کی اس میں صلاحیت ہے صبر وتحمل، سوچ و فکر، نفع و نقصان کے سمجھنے کا اس کے اندر مادہ ہے اس کے برخلاف عورت غیر مستقل مزاج اور ناقص العقل ہے بغیر سوچے سمجھے آخری قدم اٹھالینا اس کی فطرت ہے اس لئے طلاق جیسی ایک اہم چیز جو اس مقدس رشتہ کو توڑنے کا ذریعہ ہے عورت کے حوالہ نہیں کیا گیا۔

مگر اسلام نے عورتوں کو مجبور محض بھی نہیں بنایا ہے کہ مردوں کی طرف سے ظلم وتشدد کا پہاڑ ٹوٹتا رہے اور ان کے حقوق کی پامالی ہوتی رہے اور وہ (کالمیت فی ید الغسال) ساری چیزوں کو سہتی رہیں بلکہ شریعت نے عورتوں کے حقوق کی

بھی پوری پوری رعایت کی ہے ان کے لئے مستقل قوانین مرتب کئے ہیں ان کو ظالموں کے پنجے سے نکال کر انسانی سطح پر زندگی گزارنے کا پورا اختیار دیا ہے کہ اگر شوہر کی طرف سے ظلم وتشدد کی انتہا ہو جائے اور حقوق کی ادائیگی میں پوری لاپرواہی برتنے لگے تو جہاں ان کو شریعت نے مہر معاف کر کے خلع کرنے یا قاضی شریعت، حاکم اور شرعی عدالت میں اپنا معاملہ پیش کر کے فسخ نکاح کا اختیار دیا ہے وہیں عورتوں کے لئے یہ بھی راستہ نکالا ہے کہ وہ شوہر کو راضی کر کے اس کی اجازت سے طلاق کا اختیار اپنے قبضہ میں لیکر گلو خلاصی کرائیں۔ خلاصہ یہ کہ طلاق تو بہر حال مرد کا حق ہے مگر وہ اپنا حق عورت کو دے سکتا ہے اور عورت اس اختیار کو استعمال کر سکتی ہے۔ اور شرعی حدود میں رہ کر اس طرح کا حق شوہر سے حاصل کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ شریعت کی طرف سے ایک سہولت کی راہ ہے اس پر صحابۂ کرام کا اجماع ہے کبار صحابہ حضرت علی، عثمان غنی، عبداللہ ابن مسعود، عبداللہ ابن عمر، جابر، زید بن ثابت اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اس سلسلہ میں روایات منقول ہیں کہ مرد اپنا حق طلاق عورت کے حوالہ کرے تو عورت کو اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔ نیز جہاں شریعت نے خود اس کا حل بڑے اہتمام سے پیش کیا ہے وہیں اس نے اہل محلہ، اہل شہر اور شرعی پنچ پر یہ ذمہ داری بھی عائد کی ہے کہ وہ ان معاملوں کو خود طے کر لیا کریں اور مظلومہ عورتوں کے مسائل کو حل کر کے ان کو ظلم سے نجات دلائیں۔

تفویض طلاق کے شرائط

طلاق کا اختیار عورتوں کے سپرد کرنے اور اس اختیار کو استعمال کرنے کے سلسلے میں کچھ اہم شرائط ہیں جن پر تفویض طلاق کا سمجھنا موقوف ہے اور وہ شرائط وہدایات کل سات ہیں۔

پہلی شرط:- یہ ہے کہ طلاق کا اختیار عورت کے سپرد کرنے کا علم عورت

کو ہو خواہ یہ اطلاع شوہر نے بیوی کو براہ راست دی ہو یا بذریعہ قاصد یا بذریعہ خط یا وکیل کو بھیج کر دی ہو۔ اگر شوہر نے تفویض طلاق کی اطلاع عورت کو دی مگر عورت اس کو نہ سن سکی۔ یا وہ غائب تھی جس کی وجہ سے اطلاع نہ پہنچ سکی۔ تو یہ اختیار عورت کو اس وقت حاصل ہوگا جب اس کو اس کا علم ہوگا۔

اور اگر شوہر نے اطلاع دی مگر وہ اس پر مطلع ہونے کی نفی کرتی ہے اور مرد اس کو ثابت کرنا چاہتا ہے تاکہ اس سے اختیار ساقط کردے تو وہ ساقط نہیں کرسکتا اس سلسلے میں عورت ہی کا قول معتبر ہوگا۔[1]

دوسری شرط: یہ ہے کہ جس مجلس کے اندر یہ اختیار سپرد کیا گیا ہے اسی مجلس میں عورت کو حق طلاق حاصل رہے گا چاہے تو اپنے اوپر طلاق لے لے اور چاہے تو اس اختیار کو رد کردے۔ مجلس سے وہ جگہ مراد ہے جس جگہ زوجین اختیار طلاق کی بات کررہے ہیں۔ کوئی خاص عرفی مجلس مراد نہیں ہے۔ اس مجلس کے اخیر تک اختیار رہے گا خواہ مجلس کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو جائے۔

اگر مرد اختیار دینے کے بعد مجلس سے اٹھ گیا تو بھی اختیار باقی رہے گا جب تک کہ عورت خود مجلس نہ بدل دے۔[2]

تبدیل مجلس اور اختیار باطل ہونے کی صورت

تفویض کے بعد اسی مجلس میں عورت کی طرف سے اختیار کو قبول کرنا ضروری ہے ورنہ تبدیل مجلس یا کسی ایسے طرز کے اظہار سے جس سے عورت کی

---

(۱) ولو اخبرها فلم تسمع او كانت غائبة فلها الخيار فى مجلس علمها ولو قال الزوج علمت فى مجلس القول وانكرت المرأة فالقول لها كذا فى محيط السرخسى (عالم گیری ص۳۸۸ ج۱)

(۲) فلها ان تطلق نفسها مادامت فى مجلسها ذلك وان تطاول يوما او اكثر مالم تقم منه او تاخذ فى عمل اٰخر وكذا اذ قام هو من المجلس فالامر فى يدها مادامت فى مجلسها (عالم گیری صفحه ۳۸۷ جلد۱

ناگواری اور عدم قبولیت کا اندازہ ہوتا ہو، اختیار باطل ہو جائے گا۔ مثلاً اختیار کے قبول کرنے سے قبل عورت اس مجلس سے اٹھ کر چلی گئی یا اس بات کو ناپسند کر کے دوسرے کسی کام میں مشغول ہو گئی۔ جیسے کھانا کھانے کے لئے بلائی گئی۔ یا سو گئی یا کنگھی کرنے لگی یا غسل کرنے لگی یا خضاب لگانے لگی یا شوہر نے اس سے جماع کر لیا اگرچہ جبراً جماع کیا ہو یا عورت نے کسی کو خرید و فروخت کی طرف متوجہ کیا۔ تو ان تمام صورتوں میں اختیار باطل ہو جائے گا۔

ہاں اگر ایسا عمل کیا جس سے اعراض معلوم نہ ہوتا ہو تو اختیار ختم نہ ہوگا جیسے بیٹھی بیٹھی سونے لگی یا کھڑی تھی اسی مجلس میں بیٹھ گئی یا اپنے باپ اور کسی رشتہ دار کو مشورہ کیلئے بلایا۔[1]

تیسری شرط: یہ ہے کہ اگر اس اختیار کیلئے شوہر نے کچھ مدت کی تعیین کی ہے تو اس وقت تک عورت کو قبول کرنے کا حق رہے گا جب تک کہ وقت متعینہ گزر نہ جائے اس صورت میں صرف مجلس بدلنے سے اختیار ختم نہیں ہوگا۔ ہاں اگر عورت نے وقت متعینہ تک قبول نہ کیا تو اختیار ختم ہو جائے گا۔[2]

چوتھی شرط: یہ ہے کہ شوہر نے اگر تفویض طلاق الفاظ کنایہ سے کیا ہے تو اس میں شوہر کیلئے طلاق کی نیت کرنا شرط ہے لہٰذا اگر شوہر نے صرف زبان سے کسی لفظ کنایہ مثلاً اختیار استعمال کیا مگر نیت کچھ بھی نہیں ہے تو تفویض درست نہ ہوگی اور نہ اس سے عورت کو طلاق کا اختیار ہوگا۔[3]

---

(۱) اذا قامت عن مجلسها قبل ان تختار نفسها وكذا اشتغلت بعمل آخر يعلم انه كان قاطعا لما قبله كما اذا دعت بطعام لتاكله او نامت او نشطت اواغتسلت او اختضبت او جامعها زوجها او خاطبت رجلا بالبيع والشراء فهذا كله يبطل خيارها الخ ان نامت قاعدة او لبست ثيابا من غير ان تقوم او فعلت فعلا قليلا يعلم انه ليس باعراض لم يبطل خيارها (عالمگیری صفحه ۳۸۷ جلد۱)

(۲) ولا يبطل الموقت اى الخيار الموقت بيوم او شهر اوسنة بالاعراض فى مجلس العلم بل بمضى الوقت المعين علمت بالتخير اولا اما الخيار المطلق فيبطل بالاعراض (شامي ص٥٦٥ ج٤)

(۳) ثم لابد من النية في قوله اختياري فان اختارت نفسها فى قوله اختياري كانت واحدة بائنة (عالمگیری صفحه ۳۸۸ جلد۱)

پانچویں شرط: یہ ہے کہ عورت کو اتنی ہی طلاق واقع کرنے کا حق ہوگا جتنی طلاق کا اختیار شوہر کی طرف سے ملا ہے ایسا نہیں کہ مرد کی طرف سے تو ایک طلاق کا اختیار ہو اور وہ اپنے اوپر دو یا تین طلاق واقع کرے۔[1]

چھٹی شرط: یہ ہے کہ اختیار دینے کے بعد مرد کو اپنے اختیار سے نہ رجوع کرنے کا حق رہتا ہے اور نہ اس اختیار کو باطل کر سکتا ہے۔[2]

ہاں اگر شوہر اختیار کو ختم کرنا چاہتا ہے کہ عورت اپنے اختیار کے استعمال سے رک جائے تو اس کی صورت یہ ہے کہ عورت کو کچھ دیکر راضی کرلے یہ صورت اگرچہ جائز ہے لیکن اس رقم کی ادائیگی ضروری نہیں کیونکہ اس طور پر کچھ دینا دلادیں رشوت ہے۔[3]

ساتویں شرط: یہ ہے کہ تفویض طلاق کیلئے ایک لفظ اختیار ہے مگر اس لفظ سے اختیار مکمل ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ نفس یا طلاق یا ان کے قائم مقام الفاظ کا استعمال متصلا کیا جائے۔ مثلاً (اختاری نفسك) تو اپنے نفس کو اختیار کرلے یا (اختاری طلاقك) تو اپنی طلاق کو اختیار کرلے۔ اور اگر بغیر ان چیزوں کے صرف اختاری کہا کہ تم اختیار کرلو اور کس چیز کو اختیار کرو اس کا ذکر نہیں کیا تو اس سے اختیار مکمل نہیں ہوگا البتہ میاں بیوی دونوں کے کلام میں اس کا ذکر ضروری نہیں صرف ایک کے کلام میں ہونا کافی ہے۔[4]

(۱) وفی اختیاری نفسك لا تصح نیة الثلاث لعدم تنوع الاختیار (درمختار علی هامش شامی صفحه ۵۵۸ جلد۴)

(۲) ولیس للزوج ان یرجع فی ذلك ولا ینهاها عما جعل الیها ولا یفسخ كذا فی الجوهرة النیرة (عالم گیری صفحه ۳۸۷ جلد۱)

(۳) ولو خیر ها ثم جعل لها شیئا لتختاره فاختارته لم یقع ولا یجب المال لانه رشوة كذا فی الفتح القدیر (بحر الرائق صفحه ۵۴۱ جلد۳)

(۴) لا بد من ذكر النفس او التطلیقة او اختیارة فی احد الكلامین لوقوع الطلاق الخ ولو قال لها اختیاری فقالت فعلت فكذا ولا یقع شئ بخلاف ما لو قال اختیاری نفسك فقالت فعلت حیث یقع كذا فی غایة السروجی (عالمگیری صفحه ۳۸۸ ـ ۳۸۹ جلد۱)

تفویض طلاق کے الفاظ مخصوصہ

فقہاء نے طلاق کا اختیار بیوی کو سپرد کرنے کے لئے جن الفاظ کا ذکر کیا ہے وہ تین ہیں۔

(۱) تخییر یعنی لفظ اختاری (۲) الامر بیدك (۳) مشیت

ہم ہر ایک کے سلسلے میں قدرے تفصیل سے تبصرہ اور ہر ایک سے متعلق کچھ اہم جزئیات کو بیان کریں گے انشاء اللہ العزیز۔

(اللہ الموفق والمستعان والیہ المرجع والمآب)

تفویض طلاق کیلئے لفظ اختاری کا استعمال کرنا

شوہر نے بیوی کو طلاق کا مالک بنانے کے لئے (اختاری نفسك) یعنی تو اپنے آپ کو اختیار کر لے یا خود کو پسند کر لے یا اس کے ہم معنی الفاظ عربی یا کسی بھی زبان میں استعمال کیا جیسے اردو میں کہا تیرا نفس تیرے اختیار میں ہے یا طلاق کے سلسلے میں جو اختیار کرنا چاہے کر لے وغیرہ وغیرہ تو ان الفاظ سے گویا شوہر نے اپنا اختیار طلاق بیوی کے سپرد کر دیا۔ اب بیوی کو کلی اختیار ہے چاہے تو اسی مجلس میں اس اختیار کو استعمال کرے یا رد کر دے۔ مجلس کے ختم تک اس اختیار کو استعمال نہیں کیا تو اختیار ختم ہو جائے گا۔ اور یہ اختیار طلاق کا مسئلہ غیر مدرک بالقیاس ہے۔ کیونکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ جس لفظ سے شوہر طلاق واقع کرنے کا مالک نہیں تو دوسرے کو بھی مالک نہیں بنا سکتا مگر صحابہ کرامؓ کے اجماع کیوجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا گیا۔ اور مرد کے اختیار دیدینے سے عورت کو اختیار حاصل ہونے کا اعتبار کر لیا گیا اگر عورت نے اس اختیار کو استعمال کر کے اپنے اوپر طلاق کو واقع کر لیا تو اس سے طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔[۱]

(۱) فان اختارت نفسها فی قوله اختیاری کانت واحدة بائنة والقیاس ان لایقع بهذا شئ وان نوی الزوج الطلاق لانه لایملك الایقاع بهذا اللفظ فلا یملك التفویض الی غیره الا انا استحسناه لاجماع الصحابة رضی الله عنهم (هدایة صفحه ۳۷۶ جلد۲)

مگر لفظ اختاری سے وقوع طلاق کیلئے چند باتوں کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔
سب سے پہلی بات جس کو میں نے پہلے شرط کے طور پر بیان کردیا ہے کہ صرف لفظ اختاری سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ جب تک کہ اس کے ساتھ نفس یا اس کے قائم مقام وہ الفاظ جو طلاق کیلئے قرینہ ہیں استعمال نہ کئے جائیں۔ کیونکہ اختاری ایک مجمل کلمہ ہے جو اختیار طلاق کے علاوہ دوسری چیز کا بھی احتمال رکھتا ہے اس لئے تفویض طلاق کے باب میں اس کے ساتھ ایسے قرینہ کی ضرورت ہے جو طلاق کے اختیار ہی پر دال ہو۔ مگر نفس یا اس کے ہم معنی الفاظ کا، میاں بیوی دونوں کے کلام میں ہونا ضروری نہیں بلکہ زوجین میں سے کسی ایک کے کلام میں پایا جانا کافی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ایک بات یاد رہے کہ جب شوہر کا قول ان الفاظ سے خالی ہو اور عورت نے نفس یا اس کے ہم معنی الفاظ ملا کر اختیار طلاق مراد لیا تو اس میں شوہر کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ مثلاً شوہر نے کہا اختاری اس کے جواب میں عورت نے کہا اخترت نفسی۔ تو شوہر کے نیت کرنے سے طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں۔[1]

نفس کے قائم مقام الفاظ

اوپر متعدد بار گزر چکا ہے کہ اختاری کے ساتھ نفس یا اس کے قائم مقام الفاظ کا ذکر زوجین کے کلام میں سے کسی ایک میں ہونا ضروری ہے۔ نفس کی کوئی خصوصیت نہیں اس کے مثل الفاظ جو طلاق پر دال ہوں ان کا ہونا کافی ہے اب اس کے مثل الفاظ کیا ہیں تو علامہ شامیؒ نے اس پر بسیط کلام فرما کر ہمارے لئے بڑی سہولت کا سامان فراہم کردیا ہے چنانچہ علامہ شامی کی عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ وہ الفاظ جو نفس کے قائم مقام ہو کر لفظ اختاری کو طلاق کے معنی میں متعین کردے وہ آٹھ ہیں۔ (۱) نفس (۲) اختیارۃ (۳) تطلیقۃ (۴) تکرار (۵) ابی (۶) امی (۷) اہلی

(۱) ولو (قال لها) اختیاری فقالت اخترت نفسی یقع الطلاق اذا نوی الزوج (هدایه صفحه ۳۷۷ جلد۲)

(۸)ازواج۔ لہٰذا اگر شوہر نے مذکورہ آٹھوں کلمات میں سے کسی کلمہ کے ساتھ بیوی سے اختاری کہااور بیوی نے اس کا استعمال کر لیا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور اگر ان آٹھ کلمات کے علاوہ لفظ اختاری کیساتھ عدد ثلاث کو بھی ذکر کیا جیسے کہا (اختاری ثلاثا) کہ تین اختیار کر لے۔ تو بیوی کے اختیار کر لینے سے تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔[۱]

والدین کے نہ ہونے کے باوجود اخترت ابی وامی کہنا

اگر شوہر نے عورت کو طلاق کا اختیار دیا اس پر عورت نے جواباً (اخترت ابی وامی) کہا یعنی میں نے اپنے ماں باپ کو اختیار کر لیا حالانکہ اس کے والدین گزر چکے ہیں البتہ بھائی ہے اگر بھائی بھی نہ ہو تو بھی فقہاء نے ایسی صورت میں وقوع طلاق کا فیصلہ دیا ہے کیونکہ وقوع طلاق کیلئے والدین کا ہونا ضروری نہیں الفاظ طلاق ہی وقوع طلاق کیلئے کافی ہیں اور لفظ ابی وامی وغیرہ اخترت نفسی کے قائم مقام ہیں۔[۲]

اختاری نفسک میں تین طلاق کی نیت درست نہیں

تفویض کی بعض صورتیں کنایات میں سے ہیں جن میں نیت طلاق بھی ضروری ہے اور ان سے ایک ہی طلاق بائن واقع ہوتی ہے انہیں میں سے لفظ اختاری بھی ہے یعنی اگر شوہر نے اختاری کہا تو اس سے تین کی نیت صحیح نہیں ہو گی کیونکہ اختیار کی قسمیں نہیں ہوتیں اس لئے ایک ہی پر محمول ہو گا (کمافی الہدایہ) اور صاحب نہر نے بیان کیا ہے کہ اختیار سے طلاق بائن مراد لینا اقتضاءً ثابت ہے اور

---

(۱) والحاصل ان المفسر ثمانية الفاظ النفس والاختيارة والتطليقة والتكرار وابى وامى واهلى والازواج ويزاد تاسع وهو العدد فى كلامه فلو قال اختيارى ثلاثا فقالت اخترت يقع ثلاث (شامى صفحه ٥٦٠ جلد٤)

(۲) وينبغى ان يحمل على ما اذا كان لها اب او ام اما اذا لم يكن وكان لها اخ ينبغى ان يقع لانها حينئذ تكون عنده عادة كذا فى الفتح قال فى النهر ولم ارملو قالت اخترت ابى او امى وقدماتا ولا اخ لها وينبغى ان يقع لقيام ذلك مقام اخترت نفسى (شامى صفحه ٥٦٠ جلد٤)

اقتضاءً ضرورت کیساتھ مقید رہتا ہے اور ضرورت ایک سے پوری ہو جاتی ہے اس لئے زائد کی نیت معتبر نہیں اسی بات کو علامہ شامیؒ نے بھی تحریر کیا ہے۔[1]

تین طلاقیں واقع ہونے کی صورتیں

اگر شوہر نے اپنی بیوی سے تین مرتبہ لفظ اختاری کہا اور عورت نے اس کے جواب میں اخترت کہا یا یوں کہا اخترت الاولی والوسطی والاخیرۃ یا اخترت اختیارۃ کہا تو بغیر شوہر کی نیت کے تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔[2]

نیز جیسا کہ گزر چکا کہ اگر لفظ اختاری کیساتھ عدد ثلاث کو ذکر کیا۔ مثلاً (اختاری ثلاثا) کہا تو بھی باتفاق ائمہ تین طلاقیں واقع ہوں گی۔[3]

اختاری سے طلاق رجعی واقع ہونے کی صورت

اوپر آ چکا کہ تفویض کے لفظ اختاری سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ لیکن اگر اختاری کیساتھ طلاق کا لفظ صراحۃً استعمال کیا جائے مثلاً مرد اختاری الطلاق کہے اور عورت اسکے جواب میں اخترت الطلاق کہے تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی کیونکہ جب طلاق کا صریح لفظ موجود ہے تو رجعی کا وقوع ہی معتبر ہوگا۔[4]

امرک بیدک سے تفویض طلاق

تفویض طلاق کے لفظ اختاری کی تفصیل کے بعد دوسرا لفظ امرک بیدک

---

(۱) وفی اختیاری نفسك لاتصح نية الثلاث لعدم تنوع الاختيار (درمختار) لان اختيارها انما يفيد الخلوص والصفاء والبيونة تثبت به مقتضى ولاعموم له نهر الخ والمقتضى لاعموم له لانه ضروری فيقدر بقدر الضرورة وهو البينونة الصغرى (شامی صفحه ۵۵۸ جلد ٤)

(۲) ولو كررها ای لفظة اختیاری ثلاثا بعطف او غيره فقالت اخترت او اخترت اختيارة او اخترت الاولى اوالوسطى او الاخيرة يقع بلانية من الزوج لدلالة التكرار ثلاثا (درمختار على هامش شامی صفحه ۵٦۱ تا ۵٦۲ جلد ٤)

(۳) فلو قال اختیاری ثلاثا فقالت اخترت يقع ثلاث (شامی صفحه ۵٦۰ جلد ٤)

(٤) لو قال لها اختیاری الطلاق فقالت اخترت الطلاق فهی واحدة رجعية لانه لما صرح بالطلاق كان للتخيير بين الاتيان بالرجعی وتركه (شامی صفحه ۵۵۲ جلد ٤)

کے تعلق سے قدرے تفصیل پیش ہے تو یوں سمجھئے کہ جن باتوں کا لحاظ لفظ اختاری میں کیا جاتا ہے انہیں باتوں کا لحاظ امرک بیدک میں بھی ضروری ہے۔ اور جس طرح لفظ اختاری سے طلاق بائن اور بعض صورتوں میں طلاق رجعی کا وقوع ہوتا ہے اسی طرح امرک بیدک سے بھی دونوں قسم کی طلاق واقع ہو سکتی ہے اور جس طرح تخییر میں اتحاد مجلس شرط ہے اسی طرح یہاں بھی شرط ہے الغرض تمام باتوں میں یہ دونوں الفاظ یکساں اور برابر ہیں البتہ ایک مسئلہ میں دونوں کے مابین فرق ہے وہ یہ ہے کہ اختاری میں تین طلاق کی نیت کا اعتبار نہیں ہوتا جبکہ امرک بیدک میں تین کی نیت کا اعتبار کیا گیا ہے لہٰذا جب شوہر نے امرک بیدک کے ذریعہ تفویض طلاق کرتے ہوئے تین کی نیت کرلی اور عورت نے اپنے اوپر تین واقع کرلی تو عورت اس سے مطلقہ ثلاثہ بائنہ ہو جائے گی۔[1]

مگر اَمْرُكِ بیدك سے تین کی نیت کرنے اور تین واقع کرنے کے لئے اس میں تفویض کی نیت کرنی چاہئے تاکہ عورت کو صحیح طریقہ سے تین طلاق واقع کرنے کا اختیار مل سکے۔[2]

نیز تین طلاق کو معتبر قرار دینے اور نہ دینے کی بابت شوہر کے قول کا اعتبار ہوگا لہٰذا اگر عورت نے امرک بیدک کی وجہ سے اپنے اوپر تین طلاق واقع کرلی اور شوہر انکار کرتا ہے کہ میں نے تین کی نیت نہیں کی ہے تو شوہر کا انکار قسم کیساتھ معتبر ہوگا۔[3]

امرک بیدک کا عورت کی طرف سے کیا جواب ہو

مرد نے جب عورت کو امرک بیدک کہہ کر طلاق کا اختیار دیا تو اس کے

(۱) الامر بالید کالتخیر فی جمیع مسائله من اشتراط ذکر النفس او ما یقوم مقامه ومن عدم ملك الزوج والرجوع وغیر ذلك سوی نیة الثلاث فانها تصح ههنا الا فی التخیر کذا فی فتح القدیر (عالمگیری صفحه ۳۹۰ جلد۱)

(۲) واراد بنیة الثلاث نیة تفویضها (بحر الرائق صفحه ۵۵۰ جلد۳)

(۳) فاذا قال الزوج نویت التفویض فی واحدة بعد ما طلقت نفسها ثلاثا فی الجواب یحلف انه ما اراد الثلاث (بحر الرائق صفحه ۵۵۱ جلد۳)

جواب میں اسی مجلس کے اندر عورت کی طرف سے اخترت نفسی کہنا ضروری ہے تاکہ طلاق واقع کرنے والے لفظ کے استعمال سے طلاق واقع ہو امرک بیدک کے جواب میں صرف امری بیدی کہنا صحیح نہیں ہوگا اور نہ اس سے طلاق واقع ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ جس کلمہ کے اندر وقوع طلاق کی صلاحیت ہے وہ وقوع طلاق کیلئے مفید ہوگا۔ محض اخترت نفسی ہی اس کے لئے شرط نہیں ہے۔ جیسے مرد نے کہا (امرک بیدک) تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے اس کے جواب میں عورت نے کہا تم مجھ پر حرام ہو یا تو مجھ سے جدا ہے یا میں تم سے بائن ہوں۔ تو اس سے طلاق کا وقوع صحیح ہو جائے گا۔

اسی طرح مرد نے امرک بیدک کے ذریعہ عورت کو اختیار دیا عورت نے اس اختیار کو باپ کے حوالہ کر دیا باپ نے کہا (قبلتها طلقت) میں نے اس اختیار کو قبول کر کے طلاق دیدی ہے تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی۔[1]

تفویض میں ید کے علاوہ کسی دوسرے عضو کا استعمال

تفویض کیلئے امرک بیدک ہی کا لفظ خاص نہیں بلکہ اس کے علاوہ ہر وہ الفاظ جو اس کے قائم مقام ہو سکتے ہیں ان کے استعمال سے بھی تفویض طلاق مکمل ہو جائے گی حضرات فقہاء نے اس میں وسعت پیدا کی ہے۔ مثلاً امرک بیدک کے بجائے شوہر کہے (امرك فی كفيك) تیرا معاملہ تیری ہتھیلیوں میں ہے یا کہے (امرك فی يمينك) تیرا معاملہ تیرے دائیں ہاتھ میں ہے (او شمالك) یا تیرا معاملہ تیرے بائیں ہاتھ میں ہے (او فمك) یا تیرا معاملہ تیرے منہ میں ہے (او لسانك) یا تیری

(۱) وقيد بقولها اخترت نفسی لانها لو قالت فی جوابه امری بيدی لا يصح قياسا واستحسانا الخ فالاصل ان كل لفظ يصلح للايقاع من الزوج يصلح جوابا من المرأة ومالا فلا الا لفظالاختيار خلصة فانه ليس من الفاظ الطلاق ويصلح جوابا منها كذا فی البدائع ولذا قال فی الاختيار وغيره لو قال لها امرك بيدك فقالت انت علی حرام او انت منی بائن او انا منك بائن فهو جواب لان هذه الالفاظ تفيد الطلاق الخ لو جعل امرها بيد ابيها فقال أبوها قبلتها طلقت (بحر الرائق صحه ۵۵۱ جلد۳)

زبان میں ہے وغیرہ وغیرہ الفاظ سے بھی اختیار اور تفویض صحیح ہو جائیگی۔[۱]

متعینہ مدت کی قید کیساتھ اختیار طلاق

یہ بات پہلے بھی آچکی ہے کہ تفویض طلاق مطلق بھی ہوسکتی ہے جس کے قبول کرنے اور نہ کرنے کا مدار مجلس تک محدود رہتا ہے اور کبھی کسی وقت متعینہ۔ دن و تاریخ کی قید کیساتھ بھی طلاق کا اختیار دیا جاسکتا ہے اس صورت میں اختیار صرف مجلس تک محدود نہیں رہتا بلکہ متعینہ مدت کے آنے تک اختیار باقی رہتا ہے وقت گذرنے کے بعد اختیار خود بخود ساقط ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ایک دن تک ہے۔ یا ایک مہینہ یا ایک سال تک ہے تو جب تک وہ متعینہ دن یا مہینہ اور سال نہ آجائے عورت کا اختیار باقی رہے گا اس وقت متعین کے آنے سے قبل جب اور جس وقت چاہے اپنے اختیار کو استعمال کرکے طلاق واقع کرسکتی ہے مجلس کے بدلنے سے اختیار ساقط نہیں ہوگا۔[۲]

زوجۂ صغیرہ کو طلاق کا اختیار دینا

اختیار کا مسئلہ عام ہے اس میں زوج اور زوجہ کا نابالغ ہونا منافی نہیں اگر میاں بیوی دونوں نابالغ ہوں یا دونوں میں سے ایک نابالغ ہو، بہر صورت طلاق کا اختیار دینا اور اس اختیار کو نابالغہ بیوی کا استعمال کرنا قابل اعتبار سمجھا جائے گا حتیٰ کہ فقہاء نے نابالغ کیلئے شعور یا مراہق ہونے کی بھی قید نہیں لگائی ہے۔ علامہ شامیؒ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اگر میاں بیوی دونوں بچے ہوں مگر اختیار کا تکلم کرلیتے ہوں

---

(۱) والید ایضا لیس بقید فلنه لو قال امرك فی كفیك او یمینك او شمالك او فمك او لسانك كان كذالك (بحر الرائق صفحه ۵۵۲ جلد۳)

(۲) وان قال امرك بیدك یوما او شهرا او سنة او قال الیوم او الشهر او السنة او قال هذا الیوم او هذا الشهر او هذه السنة لایتقید بالمجلس ولها الامر في الوقت كله تختار نفسها فیما شأت منه ولو قامت من مجلسها او تشاغلت بغیر الجواب لا یبطل خیارها ما بقي شئ من الوقت بلا خلاف (عالمگیری صفحه ۳۹۲ جلد۱)

تو ان کا اختیار طلاق معتبر ہو کر وقوع طلاق کا فیصلہ ہو جائے گا۔[۱]

تفویض میں دو کی نیت غیر معتبر ہے

''اختاری'' و ''امرک بیدک'' اور اسی طرح دیگر الفاظ تفویض میں دو طلاق کی نیت معتبر نہیں۔ اگر اختیار دیتے ہوئے شوہر دو کی نیت کرے گا تو بھی ایک ہی طلاق بائن ہوگی اور بیوی کو اپنے اوپر ایک سے زائد واقع کرنے کا حق نہ ہوگا۔[۲]

نکاح سے قبل تفویض طلاق صحیح نہیں

تفویض کا تعلق نکاح سے ہے لہٰذا نکاح سے قبل نکاح کی طرف نسبت کئے بغیر تفویض طلاق معتبر نہیں۔ چنانچہ اگر کسی نے نکاح سے قبل اپنی ہونے والی بیوی (جس سے منگنی ہو چکی ہے) سے کہا کہ تم جس وقت چاہو بذریعہ طلاق اپنے آپ کو مجھ سے جدا کر لو اور پھر اس عورت سے نکاح کرتا ہے اور وہ عورت اس تفویض کو استعمال کر کے اپنے اوپر طلاق واقع کرتی ہے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

نیز اگر مرد نے کسی عورت سے کچھ شرائط کے ساتھ نکاح کیا اور ان شرائط کو رجسٹر میں درج بھی کر لیا گیا اور اس پر مرد نے دستخط بھی کر دیا اور بعد عقد کے ان شرائط کو نکاح کی طرف منسوب کئے بغیر مطلقاً قبول کر لیا۔ تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور اس سے عورت کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا حق بھی نہیں ہوگا اور اس سے نکاح میں کوئی فرق بھی نہیں پڑے گا بلکہ نکاح بدستور باقی رہے گا۔[۳]

ہاں اگر ان شرائط کی ابتداء عورت کی طرف سے ہو مثلاً۔ وہ یوں کہتی ہو کہ

---

(۱) اذا قال لامرأته الصغيرة امرك بيدك بنوى الطلاق فطلقت نفسها صح لان تقدير كلامه ان طلقت نفسك فانت طالق قوله وصبيى لايعقل بشرط ان يتكلم فيصح ان يوقع عليها الطلاق ولايلزم من التعبير العقل (شامی صفحه ٥٥٦ جلد٤)

(۲) بان لم ينو عدداً او نوى واحدة او ثنتين فى الحرة فانها تقع واحدة بائنة (شامی صفحه ٥٦٧ جلد٤)

(۳) والتفويض قبل النكاح فلا يصح (شامی صفحه ٤٢٣ جلد٢)

میں اس شرط پر نکاح کرتی ہوں کہ میرے معاملہ کا اختیار مجھے ہوگا جب میں چاہونگی طلاق لے لونگی اوراس پر شوہر نے کہا مجھے منظور ہے تو نکاح صحیح ہو کر عورت کو اختیار مل جائے گا اور اگراس کی ابتداء شوہر کی طرف سے ہو تو پھر تفویض درست نہ ہوگی اور عورت کو طلاق کا اختیار نہیں ملے گا۔[1]

نکاح سے قبل تفویض بطور تعلیق درست ہے

تفویض کو اگر نکاح کی طرف منسوب کر کے شوہر نے یوں کہا کہ جب میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھ کو طلاق لینے کا حق ہو گا یایوں کہا کہ نکاح کے بعد تجھ کو طلاق لینے کا اختیار ہے تواس طرح نکاح سے قبل تفویض طلاق درست ہے مگر دیکھا جائے تو حقیقتاً یہ تفویض نہیں بلکہ تعلیق طلاق ہے کیونکہ اس اختیار کو نکاح کرنے پر معلق کیا جارہا ہے کہ جب نکاح کروں تو تجھ کو اختیار ہے لہٰذا اگر نکاح پر معلق اور منسوب کئے بغیر قبل النکاح صرف یوں کہہ دے کہ تجھ کو اختیار ہے تو اس سے نہ تو تفویض طلاق درست ہوگی اور نہ نکاح کے بعد عورت کو اختیار حاصل ہوگا۔

بہر حال نکاح کی طرف منسوب کر کے تفویض کو معتبر ماننا ایسا ہی ہے جیسے نابالغ زوج اور زوجہ کی تفویض طلاق کا اعتبار کر لیا جاتا ہے۔ حالانکہ ان دونوں کے اندر طلاق کی اہلیت نہیں مگر اسکا اعتبار کرنا گویا تملیک طلاق کو تعلیق کے ضمن میں معتبر قرار دینا ہے۔[2]

بین نامہ اور شرط کیساتھ نکاح

اگر نکاح کے وقت شوہر نے اپنی زوجہ کو بین نامہ بایں مضمون لکھ کر دیدیا کہ اگر میں نامرد یا مفقود الخبر ہو جاؤں یا قید و بند میں مبتلا ہو جاؤں یا پردیس میں رہ

---

(۱) نکحها على ان امرها بيدها صح (درمختار) مقيد بما اذا ابتدأت المرأة فقالت زوجت نفسى منك على ان امرى بيدى اطلق نفسى كلما اريد او على انى طالق فقال الزوج قبلت اما لو بدأ الزوج لاتطلق ولايصير الامر بيدها كما فى البحر عن الخلاصه والبزازيه (شامى صفحه ۵۷۳ جلد٤)

(۲) لان هذا تمليك فى ضمنه تعليق فان لم يصح باعتبار التمليك يصح باعتبار معنى التعليق فصححناه باعتار التعليق (شامى صفحه ۵۵٦ جلد٤)

کر تمہارے پاس آمد ورفت نہ رکھوں اور نان ونفقہ کی خبرگیری نہ کروں تو مجھے طلاق دینے کا جو حق اور اختیار ہے وہ تمہیں سپرد کرتا ہوں تم دو سال (یا کچھ متعین مدت) تک میرا انتظار کرنے کے بعد اپنے آپ کو تین طلاق دیکر دوسرے شخص سے نکاح کر لینا۔

یا اس شرط پر نکاح کیا کہ اگر میں چھ مہینے تمہاری خبر گیری نہ کروں یا نان ونفقہ ادا نہ کروں تو تم کو تین طلاق کا اختیار ہے۔ یا کہا کہ جب چاہو طلاق دیکر اپنی ذات کو مجھ سے آزاد کرلو۔ تو ان تمام صورتوں میں تحقق شرط کے بعد عورت کو تین طلاق لینے کا اختیار ہے۔ بشرطیکہ جس مجلس میں وہ مدت پوری ہو اسی میں وہ ایسا کرلے ورنہ اس کا اختیار ختم ہو جائے گا۔[1]

تفویض طلاق میں دلالت حال کا اعتبار

طلاق بائن کے باب میں دلالت حال کی پوری تفصیل گذر چکی ہے لہٰذا جس طرح حالت غضب اور مذاکرۂ طلاق کی صورت میں وقوع طلاق کو معتبر گردانا گیا ہے اسی طرح تفویض طلاق کے باب میں بھی دلالت حال کا اعتبار کیا گیا ہے۔ لہٰذا دلالت حال کی صورت میں بھی بغیر نیت کے عورت کو اختیار مل جائے گا اور اس اختیار کو استعمال کرنے سے طلاق واقع ہو جائے گی۔[2]

مسئلہ: اگر شوہر نے امرک بیدک وغیرہ کے ذریعہ اختیار والا جملہ استعمال

---

(۱) قال لها اختیاری او امرک بیدک ینوی تفویض الطلاق الخ او طلقی نفسک فلها ان تطلق فی مجلس علمها به مشافهة او اخبار او ان طال یوما او اکثر مالم یوقته ویمضی الوقت قبل علمها (درمختار) قوله مالم یوقته فلو قال جعلت لها ان تطلق نفسها الیوم اعتبر مجلس علمها فی هذ الیوم فلو مضی الیوم ثم علمت خرج الامر عن یدها وکذا کل وقت قید التفویض به (شامی صفحه ۵۵۳ جلد٤ زکریا) اقول وظاهر ان التعلیق کالتخییر فی وقت تحقق الشرط (قال فی الشامی) والتخییر بمنزلة التعلیق (صفحه ٤٨٤ جلد٢) وفی الدرالمختار لکن فی البحر عن القنیة ظاهر الروایة ان المعلق کالمنجز (صفحه ٤٨٤ جلد٢) وفی الدرالمختار ایضا ومن الالفاظ المستعملة الطلاق یلزمنی والحرام یلزمنی وعلی الطلاق وعلیّ الحرام فیقع بلانیة للعرف (شامی صفحه ٤٣٢ جلد٢ بحواله فتاوی دارالعلوم دیوبند صفحه ٣٦ جلد١٠)

(۲) وقدمنا انه لا بد من نیة التفویض الیها دیلنة او یدل الحال علیه قضاءً (بحر الرائق صفحه ۵۵۱ جلد٣)

کیا مگر نزاع کے وقت شوہر نے کہا کہ میں نے اس سے تفویض طلاق کی نیت نہیں کی ہے۔ اور اس کے ساتھ دلالت حال کا بھی انکار کرتا ہے کہ اس وقت طلاق کا کوئی ذکر نہیں تھا اور نہ غصہ کی حالت میں، میں نے ''امرک بیدک'' کہا ہے۔ لیکن عورت اس پر دلیل پیش کرتی ہے تو دلالت حال کے سلسلے میں عورت کے بینہ کا اعتبار کر کے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا ہاں اگر عورت بینہ پیش نہ کر سکے تو پھر قسم کیساتھ شوہر کا قول معتبر ہوگا۔

البتہ نیت کے سلسلے میں عورت کے بینہ کا بالکل اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ نیت پر واقفیت عورت کے لئے ممکن نہیں ہے۔ ہاں اگر عورت نے شوہر کی نیت کے اظہار و اقرار پر بینہ قائم کیا کہ تم نے فلاں وقت یوں کہا تھا کہ میری نیت تفویض طلاق کی تھی۔ تو پھر عورت کا بینہ معتبر ہوگا۔[1]

مشیت طلاق کی بحث

تفویض طلاق کی دو صورتیں اختیاری اور امرک بیدک کے بعد مشیت طلاق (یعنی جب چاہو طلاق لے لو) کے متعلق کچھ تفصیلی جزئیات سپرد قلم کی جاتی ہیں۔ ایسے تینوں کے بعض اصول و ضوابط اور بہت سے جزوی مسائل اور تفویض سے متعلق شرائط۔ مثلاً اختیار کا مجلس تک محدود رہنا، مرد کو رجوع کا حق نہ ہونا مرد نے جتنی طلاق کا مالک بنایا اتنی ہی طلاق واقع کرنے کا عورت کو اختیار ہونا وغیرہ ایک ہی جیسے معلوم ہوتے ہیں۔[2]

(۱) ولو لم يرد الزوج بالامر باليد طلاقا فليس الامر بشئ الا ان يكون فى حالة الغضب او فى حالة مذاكرة الطلاق ولا يدين في الحكم انه لم يرد به الطلاق في الحالتين وان ادعت المرأة نية الطلاق او انه كان فى غضب او مذاكرة الطلاق فالقول قوله مع اليمين وتقبل بينة المرأة فى اثبات حالة الغضب ومذاكرة الطلاق ولا تقبل بينتها فى نية الطلاق الا ان تقيم البينة على اقرار الزوج بذلك كذا فى الظهيرية (عالمگیری صفحہ ۳۹۱ جلد ۱) (۲) اى ولايملك الزوج الرجوع عن التفويض سواء كان بلفظ التخير او بالامر باليد او طلقى نفسك لما قدمنا انه يتم بالملك الخ فباعتبار التمليك تقييد بالمجلس (بحر الرائق ص۵٦٨ ج۳)

مگر کچھ احکام و مسائل اور جزئیات میں تیسری صورت مذکورہ دونوں صورتوں سے مختلف ہے مثلاً مشیت والا اختیار بھی مجلس تک محدود رہتا ہے مگر مشیت کیساتھ متی یا اذا یا حین وغیرہ الفاظ جو زمانۂ غیر معینہ پر دلالت کرتے ہیں بڑھا دینے سے مجلس کی تحدید ختم ہو جاتی ہے مثلاً مرد نے اختیار دیتے ہوئے (طلقي نفسك إن شئت) کی بجائے متی شئت۔ یا إذا شئت۔ یا حین شئت۔ کہا تو اس سے اسکا اختیار مجلس میں اور مجلس کے بعد بھی باقی رہے گا کیونکہ یہ سارے الفاظ عموم وقت پر دلالت کرتے ہیں اس کے برخلاف اگر ان، کیف، حیث، کم، این اور اینما وغیرہ الفاظ کی زیادتی کی ہے تو اس سے اختیار عام نہیں ہوگا مجلس ہی تک محدود رہے گا کیونکہ یہ سب الفاظ عموم وقت پر دلالت نہیں کرتے۔ یہ ساری تفصیل بحر الرائق میں موجود ہے۔[1]

مرد نے جتنی اور جس قسم کی طلاق کا اختیار دیا ہے اسی کا وقوع ہوگا

طلاق واقع کرنے کا حق مرد کو ہے لہٰذا وہ جتنی اور جس قسم کی طلاق عورت کے سپرد کریگا اس کو اتنی ہی اور اسی صفت کی طلاق واقع کرنے کا حق ملے گا اس کی خلاف ورزی سے کوئی فرق نہیں پڑیگا اس مسئلہ کو مثال سے یوں سمجھئے کہ شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی کا اختیار دیا مگر بیوی نے شوہر کی خلاف ورزی کر کے اپنے اوپر طلاق رجعی کے بجائے طلاق بائن واقع کر لی تو عورت کے وصف بینونیت کا اعتبار نہیں ہوگا طلاق رجعی ہی واقع ہوگی۔ اسی طرح شوہر نے طلاق بائن کا اختیار دیا مگر عورت نے اپنے اوپر طلاق رجعی واقع کی تو عورت کی طرف سے وصف رجعت کو کالعدم قرار دیکر طلاق بائن ہی واقع ہوگی کیونکہ شوہر نے عورت کو ایک

(۱) وهو يقتصر على المجلس واذا زاد متى شئت كان لها التطليق في المجلس وبعده لان كلمة متى علمة في الاوقات فصار كما اذا قال في اى وقت شئت ومراده من متى ما دل على عموم الوقت فدخل اذا الخ ودخل حين قال في المحيط ولو قال حين شئت فهو بمنزلة قوله اذا شئت لان الحين عبارة عن الوقت اه وقيد بما يدل على عموم الوقت احترازاً عن، ان، وكيف، وحيث، وكم، واين، واينما، فلانه يتقيد بالمجلس (بحر الرائق صفحه ٥٧٠ جلد٣)

وصف خاص (رجعت یا بینونت) کیساتھ طلاق کی تفویض کی ہے اور طلاق واقع کرتے وقت عورت نے اس وصف میں شوہر کی مخالفت کی ہے جس کو شوہر نے تفویض کے وقت خود متعین کی تھی اس لئے عورت کی طرف سے اس وصف زائد کا اعتبار نہیں ہوگا۔ شوہر نے جس طرح کی طلاق تفویض کی ہے اسی طرح کی طلاق واقع ہوگی خواہ طلاق بائن ہو یا رجعی۔[۱]

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو دو یا تین طلاق کا اختیار دیا کہ تو اپنے اوپر دو یا تین طلاقیں واقع کرلے عورت نے دو یا تین کے بجائے اپنے اوپر ایک طلاق واقع کی تو اس صورت میں بھی بظاہر خلاف ورزی ہے مگر پھر بھی عورت کے اوپر ایک طلاق بالاتفاق واقع ہو جائے گی۔ کیونکہ ضابطہ یہ ہے کہ تفویض کے وقت اگر مرد نے کسی خاص عدد کو بیان کیا اور عورت نے اس سے کم واقع کی تو کم واقع ہو جائے گی اسلئے کہ عدد اقل عدد اکثر میں داخل ہوتا ہے تو تین کے مالک بنانے کا مطلب یہ ہے کہ عورت کو اختیار ہے کہ اپنے اوپر جتنی چاہے ایک یا دو یا تین واقع کرلے۔

اور اگر شوہر نے بیوی کو ایک طلاق کا اختیار دیا اور اس نے اپنے آپ کو ایک ہی کلمہ کے ذریعہ تین طلاقیں دیدیں تو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس سے نہ ایک طلاق واقع ہوگی اور نہ تین اس لئے کہ شوہر نے مستقلاً ایک طلاق کا اختیار دیا ہے اور تین کے ضمن میں ایک کا اختیار نہیں ہوتا لہٰذا اخلاف تفویض ہونے کی وجہ سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ لیکن صاحبینؒ کے نزدیک اس صورت میں بھی ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔[۲]

(۲) وان امرها بطلاق يملك الرجعة فطلقت بائنة اوامرها بالبائن فطلقت رجعية وقع ما امربه الزوج الخ لان الزوج لما عين صفة المفوض اليها فحاجتها بعد ذلك الى ايقاع الاصل دون تعيين الوصف فصار كانها اقتصرت على الاصل فيقع بالصفة التى عينها الزوج بائنا او رجعيا (هدايه صفحه ۳۸۲ جلد ۲)

(۲) ولو قال لها طلقى نفسك ثلثا فطلقت واحدة فواحدة ولا يقع شئ فى عكسه اى لو قال لها طلقى نفسك واحدة فطلقت ثلثا لا يقع شى عند ابى حنيفة لانه فوض اليها ايقاع الواحدة قصدا لا فى ضمن الثلث وعندهما تقع واحدة (شرح الوقايه صفحه ۸۳ جلد ۲)

اور فقہاء کے کلام سے صاحبینؒ ہی کا قول ہی راجح ہے، یہی صحیح معلوم ہوتا ہے، شامی کی عبارت۔
چنانچہ علامہ شامیؒ نے علامہ رملیؒ سے نقل کیا ہے کہ صاحبینؒ ہی کا قول راجح ہے۔[1]

اور اگر عورت نے ایک ہی کلمہ کے ذریعہ تین طلاقیں واقع نہیں کیں بلکہ یکے بعد دیگرے ایک ایک کر کے تین طلاقیں واقع کیں تو بالاتفاق ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔ مثلاً شوہر نے عورت کو ایک طلاق کا اختیار دیا اس پر عورت نے کہا کہ میں نے ایک طلاق واقع کی اور ایک طلاق واقع کی اور پھر ایک طلاق واقع کی۔ تو پہلی مرتبہ کی طلاق شوہر کے اختیار دینے کی وجہ سے واقع ہو جائے گی دوسری اور تیسری مرتبہ کی دونوں طلاقیں عدم اختیار کی وجہ سے لغو ہو جائیں گی۔[2]

مشیت کے ہم معنی الفاظ سے تفویض طلاق

شوہر نے مشیت کے علاوہ ان الفاظ کیساتھ عورت کو اختیار دیا جو مشیت کے ہم معنی اور اس کے مترادف ہیں تو فقہاء نے اس کو بھی مشیت کے حکم میں شامل کر کے اس پر اختیار طلاق کا حکم لگایا ہے۔ مثلاً کسی شخص نے (طلقي نفسك ان شئت) کے بجائے (طلقي نفسك ان اردت) یا (طلقي نفسك ان رضيت) یا (طلقي نفسك ان تحبي) استعمال کیا تو مشیت کی طرح مجلس کے باقی رہنے تک عورت کو اختیار ملے گا۔ علامہ شامیؒ نے ان الفاظ کی نشاندہی فرمائی ہے۔[3]

مجلس کی قید ختم کرنے کی بعض صورتیں

اوپر آچکا ہے کہ عورت کو اختیارات ملنے کی تمام صورتوں میں مجلس تک

---

(۱) قال الرملي مقتضاه ان في مسألة ما اذا قال لها طلقي نفسك ونوى ثلاثا فطلقت ثنتين تقع ثنتان لانها ملكت ايضا ايقاع الثلاث فكان لها ان توقع منها ما شأت (شامي صفحه ۵۷۸ جلد ۴)

(۲) (لايقع شئ في عكسه) اى فيما اذا امرها بالواحدة فطلقت ثلاثا بكلمة واحدة عند الامام اما لوقالت واحدة وواحدة وواحدة وقعت واحدة اتفاقا لامتثالها بالاولى ويلغو ما بعده (شامي صفحه ۵۷۹ جلد ۴)

(۳) والارادة والرضاء والمحبة كالمشيئة (شامي صفحه ۵۷۷ جلد ۴)

اختیار رہتا ہے۔ مگر بعض شکلیں ایسی ہیں ان میں مجلس کی کوئی قید نہیں۔ وہ یہ کہ مرد نے تفویض طلاق کو عورت کے کسی کام پر معلق کیا کہ فلاں کام کرنے تک تجھ کو اختیار طلاق ہے۔ مثلاً مرد نے عورت سے یوں کہا کہ کھانا کھانے سے قبل اپنے آپ کو طلاق دیدے، تو کھانا کھانے تک اس کا اختیار باقی رہے گا اگر کھانا اسی مجلس میں کھالیا تو مجلس ختم ہونے سے قبل محض کھانا کھانے سے ہی اختیار ختم ہو جائے گا۔ اور اگر مجلس کے ختم تک اس نے کھانا نہیں کھایا۔ بلکہ مجلس ختم ہونے کے بعد کھانا کھایا تو اس کا اختیار اس وقت تک باقی رہے گا جب تک کہ کھانا نہ کھالے۔ [1]

وکیل کے ذریعہ تفویض

طلاق کے وکیل بنانے کی دو صورتیں ہیں (۱) وکیل کے ذریعہ عورت کو طلاق کا مالک بنانا (۲) خود وکیل کو طلاق دینے کا اختیار دیدینا۔ پہلی صورت میں وکیل کی حیثیت صرف ناقل کلام، مخبر اور ایلچی کی ہے انشاء کلام اس کا حق نہیں اسلئے اس کا حکم تو وہی ہے جو براہ راست خود شوہر کے اختیار دینے کا ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ [2]

دوسری صورت خود وکیل ہی کو طلاق دینے کا اختیار دینا ہے۔ نیز اسکی بھی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ شوہر وکیل کو مشیت وغیرہ کی قید لگائے بغیر صرف (طلقي امرأتي) کہہ کر محض طلاق دینے کا وکیل بنائے تو اس کا حکم بیوی کو طلاق سپرد کرنے سے کچھ علیحدہ ہے وہ یہ کہ بیوی کو طلاق سپرد کرنے کی صورت میں اختیار مجلس تک رہتا ہے۔ اور توکیل کی صورت میں وکیل کو مجلس میں اور مجلس کے بعد بھی اختیار رہتا ہے۔ نیز تفویض طلاق إلى الزوجة (یعنی شوہر بیوی کو طلاق سپرد کرنے) کی صورت میں مرد کو اپنے قول سے رجوع کرنے کا حق نہیں ہوتا برخلاف

---

(۱) بخلاف ما اذا علقه بشئ آخر من افعالها كالاكل فانه لايقتصر على المجلس نهر في الجميع بحر فتأمله (شامي صفحه ۵۷۷ جلد۴)

(۲) كان يقول لرجل اذهب الى فلانة وقل لها ان زوجك يقول لك اختاري فهو ناقل لكلام المرسل لا منشئ لكلامه (شامي صفحه ۵۵۲ جلد۴)

توکیل کی صورت کے کہ اس میں مرد اپنا اختیار وکیل سے واپس لے سکتا ہے دونوں میں وجہ فرق یہ ہے کہ شوہر کا قول (طلقي نفسك) تملیک طلاق ہے کیونکہ عورت خود اپنے واسطے عمل کرتی ہے اور وکیل اپنے غیر کے واسطے عمل کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ تملیک کی صورت میں شوہر کو رجوع کا اختیار نہیں ہوتا ہے اور وہ مجلس کے ساتھ خاص ہوتی ہے۔ برخلاف توکیل کے اس کا اختیار مجلس تک محدود نہیں رہتا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ شوہر نے مطلق نہیں بلکہ مشیت کی قید کیساتھ وکیل بنایا مثلاً اس نے کہا (طلقها إن شئت) اگر چاہو تو میری بیوی کو طلاق دیدو۔ تو اس کا حکم تفویض طلاق الی الزوجۃ جیسا ہے اس وکیل کا اختیار بھی مجلس تک محدود رہیگا مجلس ختم ہونے کے بعد طلاق کا اختیار ختم ہو جائے گا نیز شوہر کو اپنے قول سے رجوع کرنے کا حق بھی نہیں رہے گا اور یہی قول راجح ہے اگرچہ امام زفر کا مذہب دونوں صورتوں میں یکساں ہے جمہور کی دلیل یہ ہے کہ قول ثانی (طلقها إن شئت) یہ ایسی تملیک ہے جس میں تعلیق کے معنی پائے جاتے ہیں پس معنی تملیک کا اعتبار کرتے ہوئے یہ اختیار مجلس کیساتھ مقید رہے گا اور تعلیق (یمین) کا اعتبار کرتے ہوئے یہ تصرف لازم ہوگا اور شوہر کو اپنے قول سے رجوع کا اختیار نہیں ہوگا۔[1]

خط یا ٹیلیفون وغیرہ کے ذریعہ اختیار دینا

جس طرح وکیل اور ایلچی کے ذریعہ عورت کو اختیار طلاق دینا صحیح اور عورت کا اس اختیار کو استعمال کرنا معتبر گردانا گیا ہے اسی طرح اگر خط بھیج کر یا ٹیلیفون وغیرہ کے ذریعہ عورت کو اختیار دیدیا جائے تو صحیح اور معتبر ہے عورت کو ان تمام شرائط کے

(۱) واذا قال لرجل طلق امرأتي فله ان يطلقها في المجلس وبعده وله ان يرجع لانه توكيل وانه استعانة فلا يلزم ولا يقتصر على المجلس بخلاف قوله لامرأته طلقي نفسك لانها عاملة لنفسها فكان تمليكا لاتوكيلا ولو قال لرجل طلقها ان شئت فله ان يطلقها في المجلس خاصة وليس للزوج ان يرجع وقال زفر رحمه الله هذا والاول سواء الخ ولنا انه تمليك لانه علقه بالمشية والمالك هوالذي يتصرف عن مشيئته والطلاق يحتمل التعليق (هدايه صفحه ۳۸۱ جلد۲)

پائے جانے کی صورت میں جو تفویض طلاق کی ہیں یہاں بھی اختیار حاصل ہوگا۔ مثلاً مجلس کی قید جتنی اور جس قسم کی طلاق کی تفویض ہوئی ہے اسی کو واقع کرنا۔ وغیرہ۔

مرد نے عورت سے کہا تم خود بھی اور اپنی سوتن کی بھی طلاق لے لو

اگر کسی کی دو بیویاں ہیں (۱) خالدہ (۲) ہندہ۔ شوہر نے خالدہ کو مخاطب کر کے کہا کہ تم اپنے کو اور اپنی سوتن ہندہ کو بھی طلاق دے دو تو خالدہ کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار اسی مجلس تک باقی رہے گا اور اپنی سوتن کو طلاق دینے کا اختیار مجلس کے بعد بھی باقی رہے گا کیونکہ اس کے حق میں شوہر کا یہ کلام تفویض ہے اور اس کی سوتن ہندہ کے حق میں توکیل ہے اور ان دونوں کے درمیان جو وجہ فرق ہے قریب ہی میں گزر چکی۔[1]

دو آدمی کو طلاق کا وکیل بنانے کی مختلف صورتیں

دو آدمی کو ایک ساتھ وکیل بنانے کی مختلف صورتیں ہیں۔ (۱) اگر کسی نے دو آدمی کو وکیل بناتے ہوئے مشیت کا ذکر کیا۔ مثلاً کہا (طلقا امرأتي إن شئتما) کہ تم دونوں چاہو تو میری بیوی کو طلاق دیدو تو دونوں کا ایک ساتھ طلاق دینا ضروری ہے علیحدہ علیحدہ طلاق دینے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ (۲) اور اگر بغیر مشیت کی قید بڑھائے ہوئے صرف یوں کہا (طلقا إمرأتي) کہ تم دونوں میری بیوی کو طلاق دیدو تو اس صورت میں دونوں میں سے کسی ایک وکیل کے طلاق دینے سے بھی طلاق واقع ہو جائے گی دونوں وکیل کا ایک ساتھ طلاق دینا ضروری نہیں۔ بشرطیکہ یہ طلاق بالمال نہ ہو۔ (۳) کسی نے دو آدمی کو وکیل بناتے ہوئے یوں کہا کہ ایک دوسرے کے بغیر طلاق نہ دے پس ان میں سے ایک وکیل نے پہلے طلاق دی پھر دوسرے نے دی۔ یا پہلے وکیل کی دی ہوئی طلاق کو دوسرے نے

---

(۱) ان قال لها طلقي نفسك وصاحبتك فلها ان تطلق نفسها في المجلس لانه تفويض في حقها ولها أن تطلق صاحبتها في المجلس وغيره لانه توكيل في حقها (عالمگیری ص ۴۰۷ ج ۱)

جائز قرار دیا تو کسی کی بھی طلاق واقع نہ ہوگی۔ (۴) شوہر نے دو آدمی کو وکیل بناتے ہوئے کہا (طلقاها جميعا ثلاثا) کہ تم دونوں ملکر میری بیوی کو تین طلاق دیدو پس ایک وکیل نے ایک طلاق دی اور دوسرے نے دو طلاق دی تو کچھ بھی واقع نہ ہوگی جب تک کہ دونوں ملکر ایک ساتھ تینوں طلاقیں واقع نہ کریں۔ (۵) اگر جمیعا کی تاکید کے بغیر صرف یوں کہا (طلقاها ثلاثا) کہ تم دونوں میری بیوی کو تین طلاقیں دیدو تو دونوں وکیلوں میں سے ہر ایک تین طلاق دینے کا حقدار ہوگا اسی طرح ایک وکیل ایک طلاق اور دوسرا وکیل دو طلاق دینے کا بھی حقدار ہوگا۔ اس لئے اس صورت میں ایک کے ایک اور دوسرے کے دو طلاق، دینے سے اس کی بیوی پر کل تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔[1]

نوٹ: (اس کے علاوہ اور بھی جزئیات فتاویٰ عالمگیری میں نقل کئے گئے ہیں تفصیل کیلئے وہاں دیکھئے)

ایک ساتھ دو سوتن کو طلاق کا اختیار دینے کی مختلف صورتیں

(۱) اگر کسی نے اپنی دو مدخولہ بیوی کو ایک ساتھ مخاطب کرتے ہوئے یوں کہا (طلقا انفسكما ثلاثا) کہ تم دونوں اپنے آپ کو تین طلاقیں دے دو پس ان میں سے ہر ایک نے پہلے اپنے آپ کو پھر اس کے فوراً بعد اپنی سوتن کو طلاق دی تو دونوں سوتن مطلقہ ثلاثا بائنہ پہلی ہی طلاق سے ہو جائیں گی اور بعد میں جو

---

(۱) وان قال لرجلين طلقا امرأتي ان شئتما فليس لاحدهما التفرد بالطلاق مالم يجتمعا عليه وان قال طلقا امرأتي ولم يقرنه بالمشئة كان توكيلا وكان لاحدهما ان يطلقها كذا فى الجوهرة النيرة اذا وكل رجلين بالطلاق كان لكل واحد منهما ان يطلقها اذا لم يكن الطلاق بمال ولو وكلهما بالطلاق وقال لايطلقها احد كما بدون صاحبه فطلقها احدهما ثم طلقها الاخر او طلق احدهما واجاز الاخر لايقع شئ ولو قال لرجلين طلقاها جميعا ثلاثا فطلقها احدهما واحدة ثم طلقها الاخر تطلقتين لايقع شئ حتي يجتمعا على الثلاث كذا فى فتاوي قاضيخان ولو قال لرجلين طلقاها ثلاثا ينفرد كل واحد منهما بالطلاق وكذا يملك احدهما واحدة والاخر ثنتين (عالمگیری صفحه ٤٠٧ جلد١)

طلاق دی ہے وہ لغو اور بیکار ہو جائے گی۔ (۲) اگر ایک عورت نے اوّلاً تو اپنی سوتن کو طلاق دی پھر اپنے اوپر واقع کیا تو اس کی سوتن پر طلاق واقع ہو جائے گی مگر خود یہ مطلقہ نہیں ہوگی کیونکہ یہ اپنے حق میں مالک ہے اور تملیک مجلس تک منحصر رہتی ہے اس لئے جب اس نے اپنی سوتن کو طلاق دیدی تو اب اختیار اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور شروع میں اپنے آپ کو طلاق دینے سے سوتن کی طلاق کا اختیار اس کے ہاتھ سے نہیں نکلے گا اس لئے کہ سوتن کے حق میں یہ وکیلہ ہے اور وکالت مجلس تک منحصر نہیں رہتی۔ (۳) اگر کسی نے کہا کہ تم دونوں اپنے اوپر اور اپنی سوتن کے اوپر طلاق واقع کرلو اور پھر اسی مجلس میں کہا کہ تم دونوں نہ اپنے اوپر اور نہ اپنی سوتن پر طلاق واقع کر سکتی ہو تو اس صورت میں دونوں سوتن مجلس کے باقی رہنے تک اپنے اوپر طلاق واقع کر سکتی ہیں مگر منع کرنے کے بعد اپنی سوتن کو طلاق دینے کی حقدار نہ ہوگی کیونکہ توکیل کی صورت میں مرد کو اپنے اختیار سے رجوع کرنے کا حق رہتا ہے۔ اور سوتن کے حق میں دونوں وکیلہ ہیں۔[1]

عورت کے اولیاء کا مرد سے طلاق کے مطالبہ کی ایک صورت

اس دور میں عموماً ایک غلط مسئلہ رائج ہے کہ اگر عورت کے اولیاء میں سے کوئی ولی مرد سے طلاق کا مطالبہ کرتا ہے اور مرد جواب میں یہ کہہ دیتا ہے کہ

---

(۱) ولو قال لامرأتین له طلقا انفسکما ثلاثا وقد دخل بهما فطلقت کل واحد منهما نفسها وصاحبتها علی التعاقب طلقت کل واحد منهما ثلاثا بتطلیق الاولی لا بتطلیق الاخری لان تطلیق الاخری بعد ذلك نفسها وصاحبتها باطل ولو بدأت الاولی فطلقت صاحبتها ثلاثا ثم طلقت نفسها طلقت صاحبتها دون نفسها لانها فی حق نفسها مالکة والتملیك یقتصر علی المجلس فاذا بدأت بطلاق صاحبتها خرج الامر من یدها وبتطلیقها نفسها لا یبطل تطلیقها الاخری بعد ذلك لانها فی حق الاخری وکیلة والوکالة لاتقتصر علی المجلس کذا فی الظهیریة فی المنتقی عن ابی حنیفة رحمة الله تعالی فیمن قال لامرأتیه طلقها انفسکما ثم قال بعده لاتطلقا انفسکما فلکل واحدة منهما ان تطلق نفسها مادامت فی ذلك المجلس ولم یکن ان تطلق صاحبتها بعد النهی (عالمگیری صفحه ۴۰۳ جلد۱)

تم کیا چاہتے ہو جو کرنا ہے کرلو تو لڑکی کے ولی اور رشتہ دار لوگ اس جملہ کو طلاق یا اختیار طلاق سمجھ کر لڑکی کو طلاق دے دیتے ہیں اور دوسری جگہ اس کی شادی کرادیتے ہیں۔ یہ بالکل ناجائز ہے نکاح درست نہیں ہوگا کیونکہ مرد کا یہ جملہ نہ طلاق ہے اور نہ اس سے اختیار طلاق ملتا ہے۔

ہاں اگر مرد نے اس جملہ سے تفویض طلاق کی نیت کی تھی تو پھر عورت کے اولیاء کا طلاق دیکر دوسری جگہ نکاح کرانا درست ہوگا مگر نیت کرنے اور نہ کرنے کے سلسلے میں شوہر کا قول معتبر ہوگا۔[1]

وکیل کو کئی زوجہ میں سے ایک کو طلاق کا اختیار دینے کی صورتیں

اگر مرد نے کسی آدمی سے کہا کہ میری بیویوں میں سے کسی ایک کو طلاق دیدو۔ اور وکیل نے اسی کے مطابق طلاق دی تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ وکیل نے مؤکل کی ایک بیوی کو متعین کر کے طلاق دی ہے تو اس متعینہ بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی اور شوہر کو اختیار نہ ہوگا کہ اس طلاق کو متعینہ بیوی کے علاوہ کسی دوسری کی طرف پھیر دے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وکیل نے بلا تعیین کسی ایک بیوی کو طلاق دیدی تو اب اس کی بیویوں میں سے ایک غیر متعینہ بیوی پر طلاق واقع ہوگی اور اس کی تعیین کا حق شوہر کو ہوگا اور بغیر متعین کئے کسی بیوی سے جماع کی اجازت نہیں ہوگی۔[2]

---

(۱) اولیاء المرأة اذا طلبوا من الزوج ان یطلقها فقال الزوج لابیها ماذا ترید منی افعل ما ترید وخرج ثم طلقها ابوها لم تطلق ان لم یرد الزوج التفویض ویکون القول قوله انه لم یرد به التفویض کذا فی الخلاصه (عالمگیری صفحه ۴۰۷ جلد ۱)

(۲) واذا قال لغیره طلق احدی نسائی وطلق واحدة منهن بعینها صح ولیس للزوج ان یصرف الطلاق الی غیرها وکذا اذا طلق واحدة منهن لابعینها صح ویکون الخیار للزوج (عالمگیری صفحه ۴۰۸ جلد ۱)

بچہ اور غلام کو وکیل بالطلاق بنانا درست ہے

اگر کسی نے ایسے نابالغ بچہ کو اپنی بیوی پر طلاق واقع کرنے کا وکیل بنایا جو عقلمند ہے تو اس کو وکیل بنانا اور اس کا طلاق دینا درست ہوگا یہی حکم غلام کو وکیل بنانے کا ہے کہ اس کی بھی دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی۔[۱]

وکیل اگر نشہ کی حالت میں بھی طلاق دے تو درست ہے

کسی شخص نے کسی کو وکیل بالطلاق کیا اور وکیل نے حالت نشہ میں عورت کو طلاق دیدی تو اس کے وقوع اور عدم وقوع کے سلسلے میں اگرچہ فقہاء کا اختلاف ہے مگر راجح قول یہ ہے کہ طلاق واقع ہو جائے گی۔[۲]

وکیل کا عورت یا مرد کے مرتد ہونے کے بعد طلاق دینا

شوہر کسی کو طلاق دینے کا وکیل بنا کر خود مرتد ہوگیا یا عورت مرتدہ ہوگئی (نعوذ باللہ من ذلک) اور پھر اس ارتداد کے بعد وکیل نے عورت کو طلاق دی۔ تو جب تک عورت عدت پوری نہ کرلے اس وقت تک وکیل کا طلاق دینا درست ہے۔[۳]

تفویض یا توکیل سے شوہر کا حق طلاق ختم نہیں ہوتا

شوہر کی تفویض یا توکیل طلاق سے اس کا جو حق طلاق ہے وہ بالکلیہ ختم نہیں ہوجاتا بلکہ باقی رہتا ہے لہٰذا اگر وہ تفویض و توکیل کے بعد بھی خود طلاق دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ بشرطیکہ عورت یا وکیل نے اپنا حاصل شدہ اختیار ابھی تک استعمال نہ کیا ہو۔

---

(۱) واذا وکل صبیا عاقلا او عبدا بالطلاق صح کذا فی السراجیہ (عالمگیری ص۴۰۹ ج۱)

(۲) رجل وکل رجلا بطلاق امرأته فطلقها الوکیل فی سکرہ اختلفوا فیه والصحیح انه یقع (عالمگیری صفحه ۴۰۹ جلد۱)

(۳) وکذا لو ارتد الزوج او المرأۃ والعیاذ باللہ تعالی ثم طلقها الوکیل فطلاق الوکیل واقع مادامت فی العدۃ (عالمگیری صفحه ۴۰۹ جلد۱)

تعلیق طلاق

وقوع طلاق کو مستقبل میں کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے پر یا کسی وقت یا کسی حادثہ وغیرہ پر موقوف رکھنے یا کسی شرط کے ساتھ مشروط کرنے کو تعلیق طلاق کہتے ہیں۔

مثلاً شوہر نے بیوی سے کہا کہ اگر تو فلاں کے گھر گئی یا فلاں سے بات کی تو تجھ کو طلاق ہے۔ یا کہا۔ کہ اگر تو شام تک یا مغرب کے بعد تک گھر نہ آئی تو تجھ کو طلاق یا اگر میرے بچے کو کچھ ہوا تو تجھ کو طلاق وغیرہ ذالک۔

طلاق معلق کا حکم

اس کا حکم یہ ہے کہ جب بھی وہ چیزیں پائی جائیں گی جن پر طلاق کو معلق کیا گیا ہے تو عورت پر طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔

طلاق معلق کے واقع ہونے کی شرطیں

طلاق معلق کے وقوع کی چند شرطیں ہیں۔ (۱) شوہر کا عاقل، بالغ ہونا جس طرح ایقاع طلاق کیلئے شرط ہے اسی طرح تعلیق طلاق کیلئے بھی شرط ہے۔ (۲) جس چیز پر طلاق کو معلق اور مشروط کیا گیا ہے اس کا امر محال نہ ہونا۔ مثلاً کسی نے اپنی زوجہ سے کہا کہ جب آسمان زمین پر آجائے تو تجھ کو طلاق، سوئی کے ناکے سے اونٹ اگر نکل جائے تو تجھ کو طلاق، تو یہ کلام لغو ہو جائے گا اور اس سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ (۳) جس چیز پر طلاق کو معلق کیا گیا ہو وہ فی الفور موجود ہو یا آئندہ پائے جانے کا امکان ہو۔ مثلاً شوہر نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو نے فلاں آدمی سے بات چیت کر لی تو تجھ کو طلاق مگر وہ آدمی یہاں نہیں امریکہ میں ہے۔ تو جب بھی بات کرے گی طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور اگر وہ آدمی بات چیت سے قبل مر گیا تو شوہر کا یہ کلام لغو ہو جائے گا۔ اسی طرح شوہر نے کہا کہ اگر تو فلاں گھر میں داخل ہوئی تو تجھ کو طلاق ہے اس کے بعد وہ گھر گر گیا تو شوہر کا یہ کلام لغو ہو جائے گا اور کبھی

طلاق نہ ہوگی اگرچہ دوبارہ گھر بنانے کے بعد داخل ہو جائے۔(۴) شرط اور جزاء کے جملوں کا متصل ہونا بھی ضروری ہے۔ لہٰذا اگر شرط و جزاء کے مابین کوئی غیر متعلق بات بڑھادی جائے یا طویل سکوت اختیار کیا جائے جو عادۃً نہیں کیا جاتا یا مجلس بدل جائے تو پھر یہ صورت تعلیق کی نہیں ہوگی بلکہ طلاق مطلق ہوگی اور فوراً واقع ہو جائے گی۔ مثلاً کسی نے اپنی بیوی سے کہا (تجھ کو طلاق) اس کے بعد کسی سے ایک دو بات کرلی۔ یا کچھ کھاپی لیا۔ یا ایک دو منٹ خاموشی اختیار کرلی۔ یا گھر کے اندر داخل ہو کر باہر آیا اور پھر کہا (جب تو اس گھر میں داخل ہو) تو ان دونوں جملوں کے درمیان فصل واقع ہونے کی وجہ سے پہلا جملہ (تجھ کو طلاق) ہی سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور دوسرا جملہ (جب تو اس گھر میں داخل ہو) سے دخول دار پر معلق نہیں ہوگی۔(۵) طلاق کو کسی ایسی چیز اور ایسی ذات کی مشیت پر موقوف نہ کرے جس کی مشیت کا علم ممکن نہ ہو جیسے اللہ، فرشتہ، جنات، حیوانات، نباتات وغیرہ اس لئے اگر کسی نے یوں کہا۔ کہ تجھ کو طلاق اگر اللہ چاہے۔ یا تجھ کو طلاق اگر فرشتہ چاہے یا تجھ کو طلاق اگر بکری چاہے۔ یا تجھ کو طلاق اگر یہ درخت چاہے۔ تو مذکورہ بالا جملوں سے نہ تو فی الفور طلاق واقع ہوگی اور نہ طلاق معلق رہے گی بلکہ کلام مذکور لغو ہو جائے گا۔ ہاں اگر طلاق کے متصل ان میں سے کسی کی مشیت کا ذکر نہیں کیا تو پھر فوراً طلاق واقع ہو جائے گی۔

اور اگر یوں کہے کہ تجھ کو طلاق ہے اگر زید چاہے تو یہ تعلیق طلاق نہیں بلکہ تفویض طلاق ہے اسلئے زید کے چاہنے سے طلاق واقع ہو جائے گی۔

(۶) طلاق کی شرط کا اتنا زور سے بولنا ضروری ہے کہ قریب والے کو سنائی دے اگر طلاق کو زور سے بولا مگر شرط کو آہستہ منہ میں رکھ کر بولا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

مسئلہ:- طلاق اور شرط دونوں کا تلفظ ضروری نہیں لہٰذا اگر طلاق کو زبان سے ذکر کرے اور استثناء کو کاغذ پر لکھ دے۔ یا اس کے برعکس طلاق کو کاغذ پر لکھے اور استثناء

کاذکر زبان سے کرے۔ تو بھی طلاق واقع نہیں ہوگی اگرچہ لکھاہوامٹ جائے۔

مسئلہ:- اگر شوہر طلاق کاتلفظ کرنے کے بعد اور استثناء سے قبل مرگیا تو فوراً طلاق واقع ہوجائے گی۔

(۷) لفظ استثناء کے معنی کا علم بھی ضروری نہیں لہٰذا اگر طلاق کے بعد متصلاً غیر ارادی طور پر بھی انشاءاللہ نکل گیا تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (۸) تعلیق طلاق میں شک نہ ہو۔ جس طرح شک سے طلاق نہیں ہوتی اسی طرح شک سے تعلیق طلاق بھی متحقق نہ ہوگی۔ (۹) جملہ شرطیہ سے تعلیق کے علاوہ کوئی اور معنی مراد نہ لیا ہو مثلاً شوہر نے کہا۔ تجھ کو طلاق اگر میں گھر میں داخل ہوں۔ تو دخول دار کو طلاق ہی کیلئے استعمال کیا ہو اس شرط کا مقصد اس کے علاوہ کچھ اور نہ ہو۔ (۱۰) مرد نے جس عورت کی طلاق کو معلق کیا ہے وہ اس کی منکوحہ یا معتدہ ہو لہٰذا اگر نکاح سے قبل کسی اجنبیہ سے کہے کہ اگر تم نے زید کی زیارت کی تو تجھ کو طلاق پھر وہ اس اجنبیہ سے نکاح کرلے، اس کے بعد وہ عورت زید کی زیارت کرے تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی۔[1]

(۱) معلوم من كليات الشريعة ان التصرفات لاتنفذ الا ممن له اهلية التصرف وادرنلها بالعقل والبلوغ خصوصا ما هو دائر بين الضرر والنفع (فتح القديرص۳۴۳ تا ۳۴۴ج۳) وشرط صحته كون الشرط معدوما على خطر الوجود فالمحقق كإن كان السماء فوقنا تنجيز والمستحيل كان دخل الجمل فى سم الخياط لغو وكونه متصلا الا لعذر وان لا يقصد به المجازاة الخ شرط الملك... كقوله لمنكوحته او معتدته ان ذهبت فانت طالق... فلغا قوله لاجنبية ان زرت زيدا فانت طالق فنحكها فزارت (الى قوله) قال لها انت طالق انشاء الله متصلا الالتنفس او سعال او جشاء او عطاس او ثقل لسان او امساك فم او فاصل مفيد لتاكيد او تكميل اوحد او طلاق او نداء .... مسموعا بحيث لو قرب شخص اذنه الى فيه يسمع فصح استثناء الاصم خانية لايقع للشك وان ماتت قبل قوله انشاء الله وان مات يقع ولا يشترط فيه القصد ولا التلفظ بهما فلو تلفظ بالطلاق وكتب الاستثناء موصولا او عكس او ازال الاستثناء بعد الكتابة لم يقع عمادية ولا العلم بمعناه حتى لو اتى بالمشيئة من غير قصد جاهلا لم يقع... وحكم ما لم يوقف على مشيئته فيما ذكر كالانس والجن والملائكة والجدار والحمار كذلك وكذا ان شرك كأن شاء الله وشاء زيد لم يقع اصلا (درمختار على هامش شامي ملخصاً صفحه ۵۹۱تا ۶۳۰ جلد۴)

غیر متعین مدت پر طلاق کو معلق کرنا

اگر کسی نے غیر متعین مدت پر طلاق کو معلق کرتے ہوئے یوں کہا۔ کہ اگر میں تجھ کو فلاں جگہ نہ پہنچادوں۔ یا فلاں کام نہ کرلوں۔ تو میری بیوی کو طلاق۔ اب اگر وہ کام کرلیتا ہے۔ یا بیوی کو اس مقام تک پہنچادیتا ہے۔ تو طلاق کا واقع نہ ہونا ظاہر ہے۔ اور اگر اس کام کو نہیں کرتا ہے یا بیوی کو اس مقام تک نہیں پہنچاتا ہے تو پوری عمر طلاق واقع نہیں ہوگی البتہ شوہر کی موت کے ساتھ اس کی بیوی مطلقہ ہوجائے گی کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے مدت غیر متعین کے ختم تک وہ کام نہیں کیا۔[1]

صیغۂ استقبال کے ساتھ تعلیق

جس طرح صیغۂ استقبال سے طلاق واقع نہیں ہوتی اسی طرح اس سے تعلیق طلاق کی صورت میں بھی اس وقت تک طلاق نہ ہوگی جب تک کہ اس استقبال کو عمل میں نہ لے آئے جیسے کسی نے کہا کہ اگر تم نے فلاں کام کرلیا تو میں طلاق دیدونگا تو اس سے طلاق نہ ہوگی ہاں اگر شوہر وعدہ کے مطابق طلاق دیدیگا تو ظاہر ہے کہ طلاق ہوجائے گی۔[2]

البتہ اگر صیغۂ استقبال کے بجائے حال استعمال کیا مثلاً یوں کہا کہ یہ کام نہ کیا تو طلاق دیتا ہوں تو بوقت تحقق شرط طلاق واقع ہوجائے گی۔[3]

شرط پائے جانے پر طلاق واقع ہوجائے گی

یہ بات ضمناً آچکی ہے کہ جب طلاق کسی شرط پر معلق کی جائے گی تو جوں ہی شرط وجود میں آئے گی طلاق واقع ہوجائے گی۔[4]

---

(۱) بخلاف ما اذا کان شرط الحنث امرا عدمیا مثل ان لم اکلم زیدا اوان لم ادخل فانها لا تبطل بفوات المحل بل یتحقق به الحنث للیأس من شرط البر وهذا اذا لم یکن شرط البر مستحیلا (شامی صفحه ٦٠١ جلد٤) (٢) او انا اطلق نفسی لم یقع لانه وعد (درمختار) وعبارة الجوهرة وان قال طلقی نفسك فقالت انا اطلق لم یقع قیاسا واستحسانا (شامی صفحه ٥٥٩ جلد٤) (٣) فتاوی دارالعلوم دیوبند صفحه ٤٤ جلد١٠ (٤) تنحل ای تبطل الیمین... اذا وجد الشرط مرة (درمختار علی هامش شامی صفحه ٦٠٥ جلد٤)

شرط کا اعتبار عرف و حالات کے لحاظ سے محدود ہو گا

میاں بیوی کے مابین دن میں تکرار ہوئی بیوی نے مغلوب الغضب ہو کر گھر سے باہر نکلنے کا ارادہ کیا چونکہ دن میں گھر سے نکلنا بے پردگی اور رسوائی کا سبب تھا اس لئے شوہر نے بھی غصہ میں آ کر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر گھر سے باہر گئی تو تجھ کو طلاق بیوی ڈر کے مارے اس وقت باہر نہ نکلی۔ رات کو پھر تکرار ہوئی اب شوہر غصہ میں گھر سے باہر نکل پڑا اس وقت بے پردگی کا کوئی خطرہ نہیں تھا اس لئے بیوی نے یہ سمجھ کر کہ شوہر کہیں چلا نہ جائے ساتھ ہو گئی اور گھر سے باہر نکل گئی۔ اب چونکہ گھر سے باہر نکلنے کی وہ شرط جو شوہر نے وقوع طلاق کے لئے لگائی تھی بظاہر پائی گئی اس لئے طلاق واقع ہو جانی چاہئے مگر حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند تحریر فرماتے ہیں کہ طلاق واقع نہ ہو گی۔[۱] کیونکہ شوہر کا مقصد دن میں اسی وقت نکلنے پر طلاق کو معلق کرنا تھا اس وقت نکلنے سے طلاق واقع ہو جاتی بعد میں نکلنے سے واقع نہ ہو گی۔[۲]

فلاں تاریخ تک روپیہ منی آرڈر نہ کروں تو طلاق

شوہر نے تحریری عہد کیا کہ میں اپنی منکوحہ کو ہر ماہ چار سو کا منی آرڈر کرتا رہوں گا۔ اگر کسی ماہ کی ۲۸ تاریخ تک روانہ نہ کروں تو یہ اقرار نامہ مثل طلاق نامہ تصور کیا جائے۔ اور اگر منی آرڈر کرنے کی بجائے کسی اور طرح سے روپے بھیجوں تو اس کو باطل خیال کیا جائے۔ اب اگر زید نے کسی ماہ میں منی آرڈر نہیں کیا بلکہ کسی کی معرفت بھیج دیا تو بھی طلاق واقع نہ ہو گی کیونکہ مقصد روپیہ پہنچانا ہے خواہ کسی طرح بھی پہنچائے۔[۳]

---

(۱) فتاوی دارالعلوم دیوبند صفحہ ۵۳ جلد ۱۰

(۲) وشرط للحنث فی قولہ ان خرجت مثلا فانت طالق... لمر ید الخروج... فعلہ فوراً لان قصدہ المنع عن ذلک الفعل عرفا ومدارا الایمان علیہ (در مختار علی ھامش شامی ص ۵۵۳،۵۵۴ ج ۵ (۳) فتاوی دار العلوم دیوبند صفحہ ۷۴ جلد ۱۰

جس شرط پر طلاق دی وہ شرط موجود نہیں تو؟

اگر شوہر نے بیوی کو ایسی شرط پر طلاق دی جو بیوی میں نہیں ہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ مثلاً زید کے والدین یا دوسرے رشتہ دار ناراض ہو کر قسم کھالیں اور زید سے کہیں کہ تمہاری بیوی کا پکایا ہوا کھانا حرام ہے۔ اور اس پر زید یہ کہے کہ اگر آپ لوگوں کے لئے اس کے ہاتھ کا کھانا حرام ہے تو اس کو تین طلاق۔ تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ کسی کے ہاتھ کا کھانا کسی کیلئے حرام نہیں۔

نیز اسی طرح بیوی کے متعلق غلط افواہ پر شوہر نے کہا کہ اگر میری بیوی چورنی ہے۔ یا زانیہ ہے۔ یا شراب خور ہے۔ یا دیگر اوصاف قبیحہ کو عورت کی طرف منسوب کر کے کہا کہ اگر وہ ایسی ہے تو اس کو طلاق حالانکہ وہ اوصاف اس عورت کے اندر نہیں تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی ہاں اگر وہ اوصاف موجود ہوں تو پھر طلاق واقع ہو جائے گی۔[1]

تعلیق کے خلاف کرنے پر طلاق نہ ہوگی

زید نے عورت سے کہا کہ اگر تم نے میری روٹی پکائی تو طلاق اس نے چاول پکائے تو طلاق نہ ہوگی اسی طرح زید نے بیوی سے کہا اگر تو حیض کی حالت میں گھر گئی تو طلاق۔ اب اگر حالت طہارت میں گھر میں جانا پایا جائے یا حالت حیض تو پائی گئی مگر گھر میں جانا نہ پایا گیا۔ جب دونوں چیزیں ساتھ ہوں گی یعنی حیض بھی اور دخول دار بھی تب طلاق ہوگی۔[2]

شوہر کی طرف منسوب شرط کو کسی اور نے انجام دیا

شوہر نے بیوی سے کہا کہ اگر میں تم کو اپنے گھر لاؤں تو تجھ کو طلاق۔ پھر

(۱) مستفاد فتاوی دارالعلوم دیوبند صفحہ ۷۹ جلد ۱۰

(۲) ففی البحر انت طالق بدخول الدار او بحیضتك لم تطلق حتی تدخل اوتحیض (شامی صفحہ ۶۰۳ جلد ٤ زکریا)

شوہر نے اسکو نہیں لایا بلکہ خود آ گئی یا کوئی دوسرا رشتہ دار لے آیا تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

نیز اسی طرح شوہر نے کہا کہ اگر میں تم کو کپڑا یا زیور یا کوئی دوسرا سامان لا کر دوں۔ تو تجھ کو طلاق مگر کپڑا اور زیور وغیرہ شوہر کے علاوہ کسی اور نے لا کر دیا تو طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ جب شوہر نے وہ کام نہیں کیا تو شرط فوت ہو گئی اس لئے مشروط بھی فوت۔ یعنی طلاق واقع نہ ہوگی۔[1]

عمر کی اولاد کو زمین دوں تو میری بیوی کو طلاق عمر کے داماد کو دیا

اگر کسی نے یوں کہا کہ اگر میں عمر کی اولاد کو زمین دوں تو میری بیوی پر طلاق لیکن اس نے اس کی اولاد کے بجائے اس کے داماد کو زمین دی تو طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ داماد اولاد میں سے نہیں ہے۔[2]

مطلق جمعہ سے پہلا جمعہ مخصوص نہیں ہوگا

کسی نے قرض خواہ سے کہا کہ اگر میں جمعہ کو قرض نہ ادا کروں تو میری بیوی کو طلاق اس نے پہلے جمعہ کو ادا نہ کر کے اگلے یا تیسرے یا کسی اور جمعہ کو ادا کیا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ جمعہ مطلق بولا ہے اور المطلق یجری علی اطلاقہ۔ اور بقاعدہ الایمان مبینۃ علی الالفاظ علی الاعراض[3]

میری بیوی کو جلد بھیج دو ورنہ طلاق

شوہر نے خسر وغیرہ سے کہا کہ میری بیوی کو جلد بھیج دو ورنہ طلاق اس کی بیوی کو فوراً نہ بھیج کر ایک ماہ یا اس سے کچھ کم مدت میں بھیجا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ ایک ماہ کی مدت کو قریب نہیں بلکہ بعید تصور کیا جاتا ہے

---

(۱) تنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا (ونظیرہ ما فی الدر المختار) ان لم تجیی بفلان او ان لم تردی ثوبی الساعۃ فانت طالق فجاء فلان من جانب آخر بنفسہ واخذ الثوب قبل دفعیها لایحنث (الدار المحتار علی رد المختار صفحہ ۶۰۹ جلد ۴)

(۲) فتاوی دار العلوم دیوبند صفحہ ۸۲ جلد ۱۰

(۳) فتاوی دار العلوم دیوبند صفحہ ۸۷ جلد ۱۰

اور یہاں طلاق کو جلد نہ بھیجنے پر معلق کیا گیا ہے۔[1]

آج کے دن سے اگر میرا بدن چھوئی تو تم پر تین طلاق

رات کے وقت میاں بیوی میں تو تو میں میں ہوئی شوہر نے غصہ میں کہا کہ اگر تو آج کے دن سے میرا بدن چھوئے تو تجھ پر تین طلاق بیوی نے گھبرا کر شوہر کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ مجھے معاف کردو اب شوہر کہتا ہے کہ میری نیت صرف دن کی تھی رات کی نہیں تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا اس کی بیوی پر اُسی وقت ہاتھ پکڑنے سے ہی تین طلاقیں مغلظہ واقع ہو گئیں۔ کیونکہ صریح لفظ میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا اور ایسے موقع پر دن سے مراد وقت ہوتا ہے اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس وقت سے ہاتھ لگایا تو تجھ کو تین طلاقیں اس لئے جب بیوی نے ہاتھ پکڑ لیا تو شرط پائی گئی اور عورت مغلظہ بائنہ ہو گئی بدون حلالہ کے کوئی صورت نہ ہوگی۔[2]

شرط کے موافق چھپ کر بھی کام کیا تو طلاق ہو جائے گی

اگر شوہر نے طلاق کو کسی شرط کیساتھ معلق کر کے یوں کہا کہ اگر میں شراب پیوں یا تاڑی پیوں یا فلاں کام کروں تو تجھے طلاق ایسی صورت میں وہ کام کرتے ہی طلاق ہوجائیگی اگرچہ چھپ کر اندھیرے میں وہ کام کیوں نہ کرے اور اس پر کوئی گواہ بھی قائم نہ ہو سکا ہو۔[3]

طلاق دینے کی شرط پر مہر کی معافی

زوجہ کا اپنے زوج سے معاہدہ ہوا کہ اگر تو مجھے طلاق دیدے تو میں مہر معاف کردونگی شوہر نے اس شرط پر طلاق دیدی اور عورت نے طلاق کے بعد مہر

(۱) الشھر وملفوقه ولو الی الموت بعید وما دونه قریب الخ ولفظ السریع کالقریب والاجل کالبعید (درمختار علی ھامش شامی صفحہ ۱۸۲ جلد۲ نعمانیہ)

(۲) کما فی قوله تعالی فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره الایه (بقرہ آیت ۲۹) وقال علیه الصلوة والسلام ثلث جدھن جد وھزلھن جد الحدیث (مشکوۃ ص ۲۸۴ ج۲) قال فی الشامی ای لو قال یوم اکلم فلانا فانت طالق فھو علی اللیل والنھار (شامی صفحہ ۱۴۴ جلد۳ کتاب الایمان) بحوالہ فتاوی دارالعلوم دیوبند صفحہ ۱۱۶ جلد۱۰)

(۳) وتنحل... الیمین... اذا وجد الشرط مرة (درمختار علی ھامش شامی صفحہ ۶۰۴ تا ۶۰۵ جلد۴)

معاف نہ کر کے شوہر سے مطالبہ کر لیا تو یہ طلاق واقع نہ ہو گی۔

مہر کی معافی کے بعد طلاق

اگر بیوی نے شوہر سے یوں کہا کہ میں نے مہر معاف کر دیا تم مجھے طلاق دیدو اسکے جواب میں شوہر نے کہا میں نے تجھے طلاق دی اس صورت میں انکار معافی سے کوئی فرق نہیں پڑے گا اور وقوع طلاق کیساتھ مطالبہ مہر کا حق بھی ختم ہو جائیگا ہے۔[۱]

باپ کے گھر اس کے انتقال کے بعد جانا

کسی نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو باپ کے گھر گئی تو تجھ کو طلاق اس صورت میں وہ جب بھی باپ کے گھر جائے گی طلاق واقع ہو جائے گی اگر چہ باپ کے مرنے کے بعد جائے کیونکہ باپ کے مرنے کے بعد بھی عرفا باپ ہی کا گھر کہلاتا ہے۔[۲]

ایک ماہ تک نہ آئی تو تجھ کو طلاق پھر شوہر انتقال کر گیا

زوجہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے بھاگ کر باپ کے یہاں چلی گئی شوہر نے نوٹس دیا کہ اگر تو ایک ماہ تک نہ آئی تو تجھ کو طلاق۔ اسکے بعد شوہر ایک ماہ سے قبل ہی انتقال کر گیا۔ مذکورہ بالا صورت میں اگر عورت ایک ماہ میں گھر آگئی تو ٹھیک ہے ورنہ طلاق واقع ہو جائے گی اگر چہ نہ آنا شوہر کے انتقال کی وجہ سے پایا جائے تو بھی طلاق ہو جائے گی۔ اس کا ثمرہ یہ نکلے گا کہ عورت نہ آنے کی وجہ سے مطلقہ ہو کر شوہر کے مال سے اپنا مہر وغیرہ تو لے سکتی ہے مگر ترکہ سے محروم ہو گی اگر شوہر کے گھر آجاتی اور عدت وفات گذارتی تو وارث ہوتی۔[۳]

نابالغ کی تعلیق معتبر نہیں

اگر کسی نابالغ نے اپنی بیوی کی طلاق کو شرط پر معلق کیا تو اس کا اعتبار نہیں ہو گا

---

(۱) وتنحل ... اليمين... اذا وجد الشرط مرة (درمختار على هامش شامى صفحه ٦٠٤تا٦٠٥ جلد٤)

(۲) اذا علمت ذلك ظهرلك ان قاعدة بناء الايمان على العرف معناها ان المعتبر هو المعنى المقصود فى العرف من اللفظ المسمى (شامى٥٢٩ تا٥٣٠ج٥) اعلم انه اذا حلف يدخل دار زيد فداره مطلقاً دار يسكنها (شامى صفحه ٥٥٢ جلد٥) (۳) فتاوى دار العلوم ديوبند صفحه ٧٤ جلد١٠

کیونکہ اس کی تعلیق اس کی طلاق کی طرح شرعاً غیر معتبر ہے۔

اسی طرح کسی نے نابالغ سے اس شرط پر نکاح کیا کہ اتنی مدت تک لڑکا بلا اجازت کہیں نہ جائے ورنہ بلا طلاق زوجہ اس پر حرام۔ پھر اسی مدت میں لڑکا بھاگ گیا۔ تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی بلکہ شرط لغو ہو جائے گی۔[1]

کسی کو طلاق کا مالک بنانا، یا اس کی مرضی پر طلاق کو معلق کرنا

کسی نے کسی کی مرضی پر طلاق کو معلق کیا مثلاً شوہر نے کہا کہ اگر میرا بھائی چاہے تو میری بیوی کو طلاق یا کہا میری طلاق کا مالک میرا بھائی ہے اگر وہ چاہے تو طلاق دیدے تو اس سے اس کی بیوی پر اس کے بھائی کے چاہنے سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ حقیقت میں یہ تعلیق طلاق نہیں تفویض طلاق ہے۔[2]

نابالغ کے ولی کا کسی شرط پر طلاق کو معلق کرنا

کسی بچہ کا نکاح کسی بچی سے ہوا اور لڑکی کے ولی نے لڑکے کے ولی پر چند شرائط لگا کر نکاح کیا مثلاً اگر زوج نابالغ کے ولی نے اتنی مدت میں ان شرائط کو پورا نہ کیا تو زوجہ نابالغہ کو طلاق۔ صورت مذکورہ میں بچہ کے ولی نے ان شرائط کو پورا نہیں کیا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ کیونکہ ولی کو طلاق دینے کا حق نہیں ہے اس لئے تعلیق طلاق کا بھی حق نہیں ہوگا۔[3]

---

(۱) فتاوی دار العلوم دیوبند صفحہ ۵۸ جلد ۱۰

(۲) ولو قال امر امرأتي بيد فلان شهرا فهي على الشهر الذى يليه ويبطل بمضيه بلا علم (عالمگیری صفحہ ۷۹ جلد ۲) وقال لغيره طلق امرأتي فقد جعلت ذلك اليك فهو تفويض (ایضا) بحواله فتاوی دار العلوم دیوبند صفحہ ۷۸ جلد ۱۰)

(۳) لايقع طلاق المولى على امرأة عبده لحديث ابن ماجه الطلاق لمن اخذ بالساق الخ والمجنون... والصبي ولو مراهقا (درمختار) قال وقد افتيت بعدم وقوعه فيما اذا زوجه ابوه امرأة وعلق عليه متى تزوج او تسرى عليه فكذا فكبر فتزوج عالما بالتعليق اولا (شامی صفحہ ۴۵۱ جلد ۴)

میری بیوی چاند سے زیادہ خوبصورت نہ ہو تو اس کو طلاق

کسی نے یوں کہا کہ اگر میری بیوی چاند سے زیادہ خوبصورت نہیں تو اسے طلاق۔ تو اس سے طلاق نہیں ہوگی کیونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اسکی تخلیق احسن تقویم پر کی گئی ہے لہٰذا انسان سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نہیں خواہ انسان گورا ہو یا کالا۔[1]

اگر فلاں کام نہ کروں تو مجھے تین طلاق

اگر کسی نے ظاہراً طلاق کو اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے یوں کہا کہ اگر میں فلاں جگہ نہ جاؤں۔ یا فلاں کام نہ کروں۔ تو مجھ پر تین طلاق۔ تو اس سے اسکی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ کیونکہ شوہر کا اپنی طرف طلاق کو منسوب کرنا گویا اپنے اوپر طلاق کو لازم کرنا ہے۔ ہاں اگر یوں کہا کہ تیری طلاق میرے اوپر ہے تو واقع نہ ہوگی۔[2]

امید وفا پر طلاق کی تعلیق

ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں نے فلاں شخص سے کسی قسم کی امید وفا نہیں رکھی ہے اگر رکھی ہے تو میری بیوی پر طلاق تو قسم کھانے والے شخص سے پوچھا جائے گا کہ اس کے دل میں امید وفا تھی کہ نہیں اگر تھی تو طلاق رجعی واقع ہوگی اگر نہیں تھی تو کچھ بھی واقع نہیں ہوگی۔[3]

(۱) عن يحيى بن اكثم القاضي انه فسر التقويم لحسن الصوت فانه حكى ان ملك زمانه خلا بزوجته في ليلة فقال ان لم تكوني احسن من القمر فانت كذا فافتى الكل بالحنث الا يحيى بن اكثم فانه قال لايحنث فقيل له خالفت شيوخك فقال الفتوى بالعلم ولقد افتى من هو اعلم منا وهو الله تعالى فانه يقول لقد خلقنا الانسان في احسن تقويم (مفاتيح الغيب صفحه ۴۵۹ جلد۸ قاضي يحيى بن اكثم كاحال حدائق الحنفية ميں هے ۱۵۳ بحواله فتاوى محموديه صفحه ۲۸۴ تا ۲۸۵ جلد۹)

(۲) ومن الفاظ المستعملة الطلاق يلزمني والحرام يلزمني وعليّ الطلاق وعلى الحرام فيقع بلا نية الخ ولو قال طلاقك عليّ لم يقع (درمختار على هامش شامي صفحه ۴۶۴۔۴۶۷ جلد۴)

(۳) فاذا اضافة الى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا مثل ان يقول لامرأته ان دخلت الدار فانت طالق (عالمگيري صفحه ۴۴۰ جلد۲ بحواله فتاوى دار العلوم ديوبند ص ۶۱ ج ۱۰)

طلاق کے علاوہ دوسری چیزوں کی تعلیق سے طلاق نہیں ہو گی

اگر طلاق کی شرط نہیں لگائی گئی نہ صراحۃً اور نہ کنایۃً بلکہ کسی دوسری چیز کی تعلیق کی گئی تو اس سے طلاق نہیں ہو گی جیسے کسی نے کہا کہ اگر میں تجھ سے وطی کروں تو ماں یا بہن سے کروں اور پھر اس سے جماع کرلیا تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔[1]

نکاح کی طرف اضافت کر کے تعلیق کی گئی

یہ بات تو پہلے آچکی کہ نکاح سے قبل تعلیق طلاق معتبر نہیں طلاق یا تعلیق طلاق وغیرہ کیلئے نکاح شرط ہے ہاں اگر قبل النکاح بطریق اضافت الی النکاح تعلیق کی گئی تو شرط متحقق ہونے پر جزاء مرتب ہو جائے گی مثلاً کسی نے کسی اجنبیہ سے کہا کہ اگر میں تم سے نکاح کرلوں تو تم کو طلاق تو جب بھی اس سے نکاح کریگا اس پر طلاق واقع ہو جائے گی۔[2]

الفاظ شرط اور ان کے مابین باہمی فرق

عربی کے وہ الفاظ جو بطور شرط استعمال ہوتے ہیں وہ۔ ان۔ اذا۔ اذما۔ متی۔ ومتی ما۔ کل۔ وکلما۔ ہیں ان کے درمیان فرق یہ ہے کہ لفظ کلما (بمعنی جب جب) کے علاوہ جتنے الفاظ ہیں ان میں تکرار کے معنی نہیں پائے جاتے ان الفاظ کے استعمال سے جب ایک بار شرط موجود ہو گی تو یمین اور تعلیق ختم ہو جائے گی اور آئندہ اس سے کوئی اثر مرتب نہیں ہو گا۔ مثلاً کسی نے اپنی منکوحہ سے لفظ کلما کے علاوہ ان۔ اذا۔ اذما۔ وغیرہ الفاظ میں سے کسی کے ذریعہ طلاق کو معلق کرتے ہوئے یوں کہا کہ۔ اگر۔ یا جب۔ یا جب بھی۔ تو گھر میں داخل ہو تو تجھے طلاق اب اگر عورت ایک مرتبہ گھر

---

(۱) فتاوی دارالعلوم دیوبند صفحہ ۱۰۸ جلد۱۰ (۲) وشرط الملک حقیقة... کقوله لمنکوحته او معتدتة ان ذهبت فانت طالق اوالاضافة الیه الملک الحقیقی الخ کان نکحت امرأة او ان نکحتك فانت طالق (درمختار علی هامش شامی صفحہ ۵۹۴ جلد۴ زکریا)

میں داخل ہو گی تو شرط پائے جانے کی وجہ سے مطلقہ ہو جائے گی۔[۱] پھر دوبارہ نکاح کے بعد گھر میں داخل ہونے سے طلاق واقع نہیں ہو گی۔

نیز اسی طرح کسی اجنبیہ سے ان الفاظ کے ذریعہ طلاق کی اضافت نکاح کی طرف کرتے ہوئے کہا کہ اگر۔ یا جب۔ میں تم سے نکاح کروں تو تم کو طلاق۔ تو ایک مرتبہ نکاح کرنے کے بعد اس پر طلاق واقع ہو جائے گی پھر دوبارہ اس سے نکاح کریگا تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔[۲]

تعلیق کے باقی رہنے اور ختم ہونے کی ایک صورت

ضابطہ یہ ہے کہ تعلیق طلاق شرط پائے جانے کی صورت میں ختم ہو جائے گی خواہ ملکیت نکاح باقی رہے یا نہ رہے۔ اسی ضابطہ کے تحت ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے طلاق کو معلق بالشرط کرنے کے بعد طلاق بائن دیدی تو اب اس کی دو صورتیں ہیں ایک صورت میں تو طلاق واقع ہونے کے بعد بھی شرط باقی رہتی ہے اور دوسری صورت میں باقی نہیں رہتی۔

اول یہ کہ اگر طلاق بائن کے وقت شرط نہیں پائی گئی تو عورت شوہر کے طلاق بائن کیوجہ سے مطلقہ بائنہ ہوئی اور شرط فی الوقت باقی ہے اس لئے جب پھر دوبارہ نکاح کریگا تو شرط پائے جانے کی وجہ سے پھر دوبارہ طلاق واقع ہو جائے گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر مطلقہ بائنہ سے نکاح کرنے سے قبل وہ شرط متحقق ہو گی تو تعلیق ختم ہو جائے گی اب پھر دوبارہ نکاح کرنے کے بعد اگر دوبارہ شرط پائی گئی تو طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ تعلیق تو قبل النکاح ختم ہو چکی ہے اور اس وقت عدم ملک کی وجہ سے شرط پائے جانے کے باوجود طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ محل

---

(۱) (۲) والفاظ الشرط ان واذا واذما وکل .... وکلما ومتی ومتی ما ففیها تنحل الیمین اذا وجد الشرط مرۃ الا فی کلما الخ وزوال الملک لا یبطل الیمین وتنحل بعد الشرط مطلقا وشرط للطلاق الملک (فقوله مطلقا) ای سواء وجد الشرط فی الملک او فی غیر الملک فان وجد فی الملک تنحل الی جزاء ای یبطل الیمین ویترتب علیه الجزاء وان وجد لا فی الملک تنحل لا الی اجزاء ای یبطل الیمین ولا یترتب علیه الجزاء لانعدام المحلیة (شرح الوقایہ ص۸۸۔ ۸۹ ج۲)

طلاق ملک ہے اور وہ اس وقت موجود نہیں تھی۔[1]

حیلہ کی صورت

لہٰذا اگر کسی نے تین طلاق کی کسی شرط کے ساتھ تعلیق کی مثلاً کہا کہ اگر تو گھر میں گئی تو تجھ کو تین طلاق اب وہ چاہتا ہے کہ وہ گھر میں بھی جائے اور تین طلاقیں بھی واقع نہ ہوں تو اس کیلئے حیلہ کی وہی اوپر والی دوسری صورت ہے کہ تعلیق کے بعد شرط کے تحقق سے قبل اپنی بیوی کو ایک طلاق بائن دیدے اور پھر وہ عدت کے بعد گھر میں چلی جائے یا ایک طلاق دیدے اور عدت گزار کر وہ بائنہ ہو جائے گی اور پھر وہ گھر میں داخل ہو تو اب دوبارہ نکاح سے مطلقہ ثلاثہ نہیں ہوگی مگر یہ حیلہ کلما کے علاوہ دیگر الفاظ شرط کیساتھ خاص ہے کلما کیلئے یہ حیلہ کام نہ آئے گا۔[1]

اور اگر یہ حیلہ کرتے ہوئے طلاق کے بعد عورت عدت گزار رہی تھی اور عدت کے دوران ہی گھر میں داخل ہوگئی تو طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ عدت کے اندر بھی من وجہ نکاح باقی رہتا ہے۔[2]

لفظ کلما کے ذریعہ تعلیق طلاق

جیسا کہ اوپر آچکا کہ الفاظ شرط میں سے ہر ایک سے ایک طلاق واقع ہوگی سوائے کلما کے کیونکہ لفظ کلما میں تکرار کے معنی پائے جاتے ہیں اس لئے اس کے ذریعہ طلاق کو معلق کرنے سے ایک مرتبہ شرط پائے جانے کے باوجود تعلیق باقی رہے گی۔ یہاں تک کہ تین طلاق پوری ہو جائے کیونکہ معلق بالشرط طلاق۔ موجودہ ملک نکاح میں پائے جائے گی اور وہ موجودہ ملک تین طلاق تک باقی رہتی ہے تین

(۱) فان قال ان دخلت الدار فانت طالق ثلاثا فاراد ان تدخل الدار من غیر ان یقع الثلث فحیلته ان یطلقها واحدة وتنقضی العدة فتدخل الدار حتی یبطل الیمین ولا یقع الثلث ثم یتزوجها فان دخلت الدار لایقع شئ لبطلان الیمین (شرح الوقایه صفحه ۸۹ جلد۲)

(۲) وتنقضی العدة اشار به الی انه لو دخلت الدار حال العدة تصیر بائنة بینونة مغلظه لوجود المحلیة لبقاء الملک حکما (عمدة الرعایة علی شرح الوقایة صفحه ۸۹ جلد۲)

کے بعد اب نئی ملک حاصل ہونے سے تعلیق کا کوئی اثر باقی نہیں رہے گا۔ یا عورت نے فوراً کسی دوسرے مرد سے نکاح کرلیا پھر اس مرد کے طلاق دینے کے بعد زوج اول نے نکاح کیا اور پھر وہ سابقہ سبب پایا گیا تو طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ معلق بالشرط وہ طلاق ہے جو موجودہ ملک میں پائی جاتی اور موجودہ ملک دوسرے نکاح سے ختم ہو کر نئی ملک حاصل ہوئی اس لئے اس ملک میں اس تعلیق کا کوئی اثر باقی نہیں رہا۔

مثال: کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ جب بھی تو گھر میں داخل ہوگی تو تجھ کو طلاق۔ اب وہ ایک مرتبہ گھر میں داخل ہوئی تو ایک طلاق واقع ہوئی دوسری مرتبہ دخول پر دوسری اور تیسری مرتبہ دخول پر تیسری طلاق واقع ہوئی۔ اب وہ حلالہ کے بعد جب شوہر اول کی طرف دوسرے نکاح کے ذریعہ لوٹے گی اور پھر گھر میں داخل ہوگی تو طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ شرط دخول کا تعلق دوسری ملک سے نہیں ہے اس لئے گھر میں داخل ہونے سے کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

اسی طرح اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ جب بھی تو گھر میں داخل ہو تو تجھ کو طلاق اس کے بعد ایک مرتبہ داخل ہوئی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوئی مگر رجوع نہ کیا گیا یہاں تک عدت گزار کر بائن ہوگئی اور کسی دوسرے مرد سے نکاح کرلیا پھر اس زوج ثانی نے طلاق دیدی پھر وہ عورت عدت گزار کر زوج اول کی طرف بذریعہ نکاح لوٹ آئی تو اب اگر گھر میں داخل ہوگئی تو طلاق نہیں پڑے گی کیونکہ یہ ملک جدید ہے جس میں شرط اپنا اثر نہیں کرسکے گی۔[1]

(۱) ففیها تنحل الیمین اذا وجد الشرط مرة الا فی کلما فلنه تنحل بعد الثلث المراد بالحلال الیمین بطلان الیمین ببطلان التعلیق فلا یقع ان نکحها بعد زوج اخر الا اذا أدخلت علی التزوج نحو کلما تزوجتك فلنت کذا فلنه کلما تزوجها تطلق وان کان بعد زوج آخر (شرح الوقایه) قوله فلا یقع تفریع علی قوله فانه تنحل بعد الثلث وذلك لان المحلوف علیه انما هو طلاق هذا الملك وقد انتهی ذلك بالثلث فلا یبقی اثره فی ملك جدید (وقوله الا اذا الخ) استثناء من قوله فلا یقع وحاصله ان هذا الحکم اذا لم یدخل علی التزوج فان دخلت علی سبب الملك کقوله کلما نکحتك فلنت طالق افادت وقوع الطلاق بعد کل نکاح فیقع الطلاق علیها بعد کل تزوج بها (عمدة الرعایة علی شرح الوقایة صفحه ۸۸ جلد۲)

لفظ کلما نکاح پر داخل کر کے طلاق کو معلق کیا گیا

اوپر لفظ کلما کو کسی شرط پر داخل کرنے کا حکم بیان کیا گیا۔ لیکن اگر لفظ کلما کو نکاح پر داخل کر کے طلاق کو مشروط کیا جائے تو اس کا اثر تین طلاق یا دوسرے نکاح تک محدود نہیں رہے گا۔ بلکہ جب جب نکاح کی شرط پائی جائے گی طلاق مشروط واقع ہو گی۔

مثال: جیسے کسی مرد نے اجنبیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا (کلما تزوجتك فانت طالق) کہ جب جب بھی میں تم سے نکاح کروں تو تم کو طلاق تو جتنی مرتبہ اس عورت سے نکاح کرے گا ہر مرتبہ طلاق واقع ہوتی چلی جائے گی اگرچہ دو تین مرتبہ نکاح کے بعد نکاح کرے یا دوسرے شوہر سے نکاح اور پھر اس کے طلاق دینے کے بعد نکاح کرے طلاق واقع ہو جائے گی۔

اسی طرح کسی نے لفظ کلما کو مطلق اپنے نکاح پر داخل کرتے ہوئے یوں کہا (کلما تزوجت امرأة فهي طالق) کہ جب جب بھی میں کسی عورت سے نکاح کروں تو وہ طلاق والی ہے تو جب اور جتنی مرتبہ بھی کسی عورت سے نکاح کریگا اس کی بیوی پر طلاق ہوتی چلی جائے گی اگرچہ تیسری مرتبہ طلاق کے بعد نکاح کرے۔ یا دوسرے شوہر سے نکاح اور اس کی طلاق کے بعد نکاح کرے۔[1]

کلما کے ساتھ نکاح پر تعلیق طلاق کا حیلہ

اگر کلما کو نکاح پر داخل کر کے طلاق کو اس نکاح پر معلق کیا تو جب بھی

---

(۱) ففيها تنحل اليمين اذا وجد الشرط مرة الا في كلما فانه تنحل بعد الثلث المراد بالحلال اليمين بطلان اليمين يبطلان التعليق فلا يقع ان نكحها اخر الا اذا ادخلت على التزوج نحو كلما تزوجتك فانت كذا فانه كلما تزوجها تطلق وان كان بعد زوج آخر (شرح الوقايه) قوله فلا يقع تفريع على قوله فانه تنحل بعد الثلث وذلك لان المحلوف عليه انما هو طلاق هذا الملك وقد انتهى ذلك بالثلث فلا يبقى اثره في ملك جديد (وقوله الا اذا الخ) استثناء من قوله فلا يقع وحاصله ان هذا الحكم اذا لم يدخل على التزوج فان دخلت على سبب الملك كقوله كلما نكحتك فانت طالق افادت وقوع الطلاق بعد كل نكاح فيقع الطلاق عليها بعد كل تزوج بها (عمدة الرعاية على شرح الوقاية صفحه ۸۸ جلد۲)

نکاح کریگا طلاق واقع ہو جائے گی مگر اس سے بچنے کی تدبیر کہ نکاح باقی رہے اور طلاق نہ ہو یہ ہے کہ کوئی فضولی شخص بغیر اس کے حکم اور بغیر اس کی طرف سے وکیل بنے۔ خود سے اس کا نکاح کسی عورت سے کردے اور یہ قسم کھانے والا شخص خاموش رہے نکاح کو زبان سے قبول نہ کرے۔ جب فضولی اس کے نکاح کا ایجاب وقبول کر چکے تو یہ عملاً اس کو نافذ کردے مثلاً مہر معجل اس عورت کے پاس بھیج دے اور عورت اس مہر کو قبضہ میں لے لے تو دونوں کے مابین رشتہ نکاح قائم ہو جائے گا اور طلاق بھی واقع نہ ہو گی کیونکہ اس نے نکاح کو معلق کیا تھا خود سے نکاح کرنے پر اور خود سے نکاح کیا نہیں بلکہ کئے ہوئے نکاح کو قبول کیا ہے اس لئے شرط نہیں پائی گئی لہٰذا طلاق بھی واقع نہ ہو گی۔[1]

شرط معلق واپس نہیں ہوسکتی

اگر کوئی اپنی بیوی کو طلاق معلق دیکر تعلیق طلاق کو واپس لے لینا چاہے تو واپس نہیں لے سکتا جس طرح کہ طلاق دیکر طلاق کو واپس نہیں لے سکتا بالفاظ دیگر طلاق کو مشروط بالشرط کردینے کے بعد اس سے رجوع نہیں کرسکتا۔[2] لقوله عليه السلام ثلاث جد هن جد وهزلهن جد الحديث.

اگر شوہر طلاق معلق کا انکار کرے

شوہر نے عورت سے کہا کہ اگر تم نے فلاں کام کیا تو تم کو طلاق عورت نے جب وہ کام کرلیا تو اب شوہر انکار کرتا ہے کہ میں نے تم کو کسی طرح کی طلاق نہیں دی ہے اور نہ طلاق کو کسی شرط پر معلق کیا ہے اور عورت کے پاس کوئی عادل

---

(۱) اذا قال كل امرأة اتزوجها فهي طالق فزوجه فضولي واجاز بالفعل بان ساق المهر ونحوه لاتطلق بخلاف ما اذا وكل به لانتقال العبارة اليه (عالمگیری صفحه ۴۱۹ جلد۱)

(۲) وليس للزوج ان يرجع في ذلك ولا ينهاها عما جعل اليها ولا يفسخ (عالمگیری صفحه ۳۸۷ جلد۱ باب التفويض)

گواہ بھی نہیں ہے تو قسم کیساتھ شوہر کے قول کا اعتبار ہوگا۔(۱)

تعلیق طلاق میں کتنی اور کیسی طلاق واقع ہوگی

طلاق کو معلق بالشرط کرتے ہوئے طلاق نے جیسی اور جتنی طلاق معلق کی ہے اتنی اور ویسی ہی طلاق واقع ہوگی۔ اگر صریح الفاظ کے ذریعہ معلق کیا مثلاً یوں کہا کہ فلاں کام کیا تو تجھ کو طلاق ہے تو اس وقت ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر دو صریح طلاق کی تعلیق کی۔ مثلاً یوں کہا کہ اگر تم نے فلاں کام کیا تو تم کو دو طلاق تو اس صورت میں دو طلاق رجعی واقع ہوگی اگر صریح الفاظ کے ذریعہ تین طلاق کو معلق کیا مثلاً یوں کہا کہ اگر تم نے فلاں کام کیا تو تم کو تین طلاق تو اس سے عورت مغلظہ ہو جائے گی۔

اور اگر الفاظ صریح کے بغیر الفاظ کنایہ سے طلاق کو معلق کیا تو طلاق بائن واقع ہوگی۔ اگر مطلقاً یوں کہا کہ اگر تم نے فلاں کام کیا تو تو میرے نکاح سے خارج یا تو مجھ پر حرام۔ یا فلاں سے میں بات کروں تو میرا نکاح فسخ (وغیرہ ذلک) تو ان صورتوں میں صرف ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔ اگر صراحۃً دو کا عدد ملا کر کہا کہ میری بیوی پر دو طلاق بائنہ تو دو طلاق بائن واقع ہوگی اور تین کہا تو تین واقع ہوگی۔

کسی نے قسم کھائی کہ اگر میں فلاں سے بات چیت کروں تو میری بیوی میرے نکاح سے باہر ہو جائے گی اور بغیر حلالہ کے میرے نکاح میں نہ آئے گی تو شرط پائے جانے کی صورت میں عورت پر طلاق مغلظہ واقع ہوگی اور بغیر حلالہ کے پہلے شوہر کی طرف نہیں لوٹ سکے گی۔(۲)

---

(۱) فان اختلفا فی وجود الشرط ای ثبوته لیعم العدمی فالقول له مع الیمین لانکاره الطلاق (درمختار علی هامش شامی صفحه ۶۰۹ جلد۴) (۲) واذا اضافه الی شرط وقع عقیب الشرط مثل ان یقول لامرأته ان دخلت الدار فانت طالق (هدایه صفحه ۳۸۵ جلد۲ باب الایمان فی الطلاق) الطلاق علی ضربین صریح وکنایة فالصریح قوله انت طالق ومطلقه وطلقتك فهذا یقع به الطلاق الرجعی (هدایه ج۲ ص ۳۵۹ واذا وصف الطلاق بضرب من الزیادة والشدة کان بائنا مثل ان یقول انت طالق بائن .... فتقع واحدة بائنة اذا لم تکن له نیة او نوی الثنتین اما اذا نوی الثلث فثلث لما مر من قبل (هدایة ص ۳۵۹ تا ۳۷۰ جلد۲)

خلع کا بیان

خلع کی تعریف

خلع باب فتح سے ہے لغوی معنی اتارنے اور نکالنے کے ہیں چنانچہ جو شخص اپنے بدن سے کپڑا اتار دیتا ہے اس کیلئے عربی میں (خلع ثوبه عن بدنه) بولتے ہیں قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا (فاخلع نعليك انك بالواد المقدس طوىٰ) کہ اے موسیٰ تم اپنے جوتے اتار دو اس لئے کہ تم وادی مقدس طویٰ میں کھڑے ہو، اور اصطلاح شرع میں شوہر کی طرف سے کسی مال کے عوض جس پر زوجین کا اتفاق ہو گیا ہو رشتۂ نکاح کو ختم کرنا خلع ہے خواہ یہ لفظ خلع یا مبارأت یا لفظ طلاق یا اس کے ہم معنی الفاظ کے ذریعہ ہو[1]!

خلع کے ہم معنی الفاظ کے مابین فرق

خلع کے باب میں چار الفاظ قریب المعنی مستعمل ہیں ۱ خلع ۲ طلاق علی المال ۳ فدیہ ۴ مباراۃ۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ان کے درمیان یہ فرق بیان کیا ہے کہ کل مہر کو بدل مقرر کر لینا خلع ہے اور بعض مہر کو بدل مقرر کر لینا فدیہ ہے اور عورت کا شوہر کے ذمہ سے ہر ایسے حق کو ساقط کر دینا جو نکاح کیساتھ تعلق رکھتا ہو مباراۃ ہے۔ مہر سے قطع نظر مال کی کوئی مقدار مقرر کر کے طلاق دینا طلاق علی المال ہے۔

خلع کی حقیقت

جس طرح مرد کو شریعت نے یہ حق دیا ہے کہ وہ عورت کو طلاق دیکر اپنا رشتۂ نکاح توڑ ڈالے اسی طرح جب عورت اپنے مرد سے اس حد تک متنفر

(۱) باب الخلع هو لغة الازالة واستعمل في ازالة الزوجية بالضم وفي غيره بالفتح وشرعا كما في البحر ازالة ملك النكاح ... (المتوقفة على قبولها) بلفظ الخلع ... او في معناه ليدخل لفظ المباراة ... ولفظ البيع والشراء ... (ولا بأس به عند الحاجة) للشقاق بعد الوفاق بما يصلح للمهر (درمختار على هامش شامي صفحه ۸۳ تا ۸۸ جلد ۵)

ہو جائے کہ شوہر کیساتھ نباہ مشکل ہو جائے اور مرد نے بھی اس کی زندگی کو اس قدر تنگ کر دیا ہے کہ نہ اچھی طرح حقوق زوجیت ادا کر کے خوشگوار برتاؤ کرتا ہے اور نہ طلاق دیکر اس کا راستہ صاف کرتا ہے۔ تو ایسی مصیبت زدہ عورتوں کیلئے شریعت اسلامیہ کا دامن تنگ نہیں ہے بلکہ اسلام نے عورت کو مصیبت سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہوئے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ وہ بھی شوہر کو کچھ دیکر یا مہر لوٹا کر نجات حاصل کرلے بالفرض اگر شوہر خلع پر بھی راضی نہ ہو تو بغیر شوہر کی مرضی کے تفریق کی بعض دوسری صورتیں بھی پیدا کی ہیں (جن کی تفصیل باب التفریق میں آئے گی انشاءاللہ العزیز)

خلع کا ثبوت ادلۂ اربعہ سے

خلع کی مشروعیت کتاب اللہ۔ سنت۔ اجماع امت۔ اور قیاس، چاروں سے ہے چنانچہ قرآن میں اللہ رب العزت نے طلاق کیساتھ خلع کو بھی بیان کیا ہے ارشاد باری ہے کہ

وَلاَ يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاخُذُوْا مِمَّا آتَيْتُمُوْهُنَّ شَيئاً اِلاَّ اَنْ يَّخَافَا اَنْ لاَّ يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لاَّ يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ [1]

اور تمہارے لئے یہ بات حلال نہیں ہے کہ (بیبیوں کو چھوڑنے کے وقت ان سے) کچھ بھی لو اس مال میں سے جو تم نے ان کو مہر میں دیا تھا مگر یہ کہ میاں بیوی دونوں اس بات سے خوف کریں کہ (حقوق زوجیت کے سلسلے میں) اللہ تعالی کے حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے پس اگر (صحیح معنی میں) دونوں خوف کرتے ہوں کہ اللہ کے حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو پھر کوئی حرج نہیں میاں بیوی دونوں پر اس مال کے لینے میں جس کو عورت دیکر اپنی جان چھڑالے۔

(۱) سورۃ البقرۃ آیت ۲۲۹

اور امام بخاری نے اس سلسلے میں حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ

ان امرأة ثابت بن قيس اتت النبي صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله ثابت بن قيس ما اعتب عليه في خلق ولا دين ولكني اكره الكفر في الاسلام فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتردين عليه حديقته قالت نعم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقبل الحديقة وطلقها تطليقة[1]	ثابت ابن قیسؓ کی بیوی رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ابن قیس پر مجھے نہ غصہ آتا ہے اور نہ میں ان کی عادتوں اور ان کے دین پر کوئی عیب لگاتی ہوں لیکن میں اسلام میں کفر (یعنی کفران نعمت یا گناہ) کو پسند نہیں کر سکتی رسولؐ نے فرمایا کیا تم ثابت ابن قیس کا باغ (جو انہوں نے تمہیں مہر میں دیا ہے) ان کو واپس کردو گی ثابت کی بیوی نے

کہا ہاں اس پر حضورؐ نے ثابتؓ سے فرمایا تم اپنا باغ لے لو اور اس کو طلاق دیدو۔

(فائدہ) منقول ہے کہ ثابت ابن قیس بہت بد صورت اور ٹھگنے (پستہ قد) تھے ان کے بالمقابل ان کی بیوی (حبیبہ یا جمیلہ) نہایت خوبصورت تھی دونوں کے مابین اس لحاظ سے رشتۂ نکاح ناموزوں تھا بنابریں جمیلہ نے بلا حجاب حضورؐ سے اس کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا کہ ان (یعنی ثابت بن قیس) کے اخلاق وعادات کے سلسلے میں مجھے کچھ شبہ نہیں وہ بہت اچھے ہیں مگر مجھے ان سے محبت نہیں جس کی وجہ سے نباہ مشکل ہے، ہو نہ ہو عدم محبت اور فطری لگاؤ نہ ہونے کی وجہ سے ان کی شان میں کوئی گستاخی ہو جائے اور اس کفران نعمت کیوجہ سے میں گناہ گار ہو جاؤں لہٰذا میں ان سے جدائیگی چاہتی ہوں۔ حضورؐ نے بھی ان کے عرض معروض پر

(۱) بخاری شریف صفحہ ۷۹۴ جلد۲

غور کرتے ہوئے ثابت کو مصلحتاً ایک طلاق دینے کا حکم صادر فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ اول وافضل یہ ہے کہ خلع کرنے والا اپنی بیوی کو ایک طلاق دیدے تاکہ بعد میں رجوع کرنا چاہے تو شادی کے ذریعہ رجوع ممکن ہو سکے۔[1]

نیز خلع کی مشروعیت پر امت کا اجماع بھی ہے اور قیاس بھی۔ ملک نکاح کو قیاس کیا گیا ہے ملک قصاص پر یعنی جس طرح ملک قصاص مال نہیں لیکن اس کا عوض لینا جائز ہے اسی طرح ملک نکاح اگرچہ مال نہیں مگر اس کا عوض لینا جائز قرار دیا گیا ہے اور اسی عوض کے بدلے طلاق دینا خلع ہے۔

خلع کے شرائط وارکان اور اس کی صورتیں

خلع کی جملہ شرائط وہی ہیں جو طلاق کی ہیں جیسے شوہر کے اندر اہلیت طلاق اور عورت کے اندر محلیت طلاق کا ہونا وغیرہ۔ مگر خلع کیلئے ایک علیحدہ اہم شرط تراضی طرفین بھی ہے کہ میاں بیوی دونوں کی رضامندی کیساتھ مال کے عوض رشتۂ نکاح کو ختم کرنے کا نام خلع ہے اگر عورت خلع کرانا چاہے مگر مرد اس پر راضی نہیں اور اسکی طرف سے ظلم وتشدد بھی جاری ہو اور نان ونفقہ میں کوتاہی بھی ہو رہی ہو اور عورت کے جنسی جذبات کی حق تلفی بھی ہو رہی ہو تو قاضی یا حاکم یا امارت شرعیہ اور شرعی پنچایت وغیرہ کے ذریعہ بعد کے علماء نے جو حل نکالا ہے اس کو فسخ نکاح کہا جاتا ہے۔ خلع نہیں۔

نیز اسی طرح شوہر خلع پر راضی ہو مگر عورت نہ چاہے اور شوہر بغیر اس کی رضامندی کے اس کو اپنے نکاح سے مہر کی معافی پر موقوف کئے بغیر لفظ خلع ہی کے ذریعہ الگ کردے اور اس سے طلاق کی نیت بھی کرے تو یہ خلع نہیں طلاق ہے۔ کیونکہ خلع میں عورت کی رضامندی شرط ہے اس لئے کہ عوض اسی کو ادا کرنا پڑتا ہے۔ اور خلع کے علاوہ (طلاق یا فسخ نکاح) میں بیوی پر عوض واجب نہیں ہوتا۔

خلع کی صورت یہ ہے کہ خلع کی پیشکش (ایجاب) زوجین میں سے کوئی

(۱) مظاهر حق صفحه ۱۴۹ جلد ٤

ایک کرے اور دوسرا اسکو قبول کرلے جیسے شوہر نے بیوی سے کہا میں نے مہر کے عوض تم کو خلع دیا عورت نے کہا کہ میں نے قبول کیا یا اس کے برعکس عورت نے کہا کہ مجھے مہر کے عوض خلع دیدو شوہر نے کہا میں نے خلع دیدیا۔ یا لفظ مبارأت کے ذریعہ مرد نے کہا کہ میں نے تجھے نکاح سے اس شرط پر علیحدہ کیا کہ تم مجھے تمام حقوق سے بری کردو عورت نے کہا میں نے تجھے بری کردیا، یا (لفظ طلاق کے ذریعہ) شوہر نے کہا میں نے تجھے دوہزار روپے کے عوض طلاق دی زوجہ نے کہا میں نے قبول کیا۔

بہر حال دونوں کی رضامندی سے کسی عوض پر رشتۂ نکاح کو کسی بھی لفظ کے ذریعہ ختم کرنے کا نام خلع ہے ایجاب و قبول کا بعوض ہونا خلع کا رکن ہے اس کے بغیر عورت پر عوض واجب نہیں ہوگا۔[1]

نیز جس طرح طلاق کیلئے بلوغ اور عقل اور افاقہ شرط ہے اسی طرح خلع کیلئے بھی شرط ہے لہٰذا نابالغ بچہ، پاگل، بے ہوش وغیرہ کو خلع کرنے کا اختیار نہیں اور نہ بچہ کے اولیاء کو یہ حق ہے کہ وہ بچہ کی طرف سے خلع کرائے۔ البتہ نشہ کی حالت میں اور اسی طرح جبراً خلع ہو جائے گا۔[2]

عورت کا بلاوجہ خلع کرانا گناہ ہے

جس طرح طلاق کا حق شریعت نے مرد کو دیتے ہوئے تاکید فرمائی ہے

(۱) وشرطه كالطلاق الخ فائده يشترط في قبولها علمها بمعناه لانه معاوضة بخلاف طلاق وعتاق وتدبير لانه اسقاط والاسقاط يصح مع الجهل (درمختار) قوله وشرطه كالطلاق وهو اهلية الزوج وكون المرأة محلا للطلاق منجزا او معلقا على الملك واما ركنه فهو كما في البدائع اذا كان بعوض الايجاب والقبول لانه عقد على الطلاق بعوض فلا تقع الفرقه ولا يستحق العوض بدون القبول بخلاف ما اذا قال خالعتك ولم يذكر العوض ونوى الطلاق فانه يقع وان لم تقبل لانه طلاق بلا عوض فلا يفتقر الى القبول (شامی صفحه ۸۸ جلد۵)

(۲) خلع السكران والمكره جائز عندنا وخلع الصبى باطل والمعتوه والمغمى عليه من مرض بمنزلة الصبى فى ذلك (عالمگیری صفحه ۵۰۴ جلد۱) ولا على صغير اصلا قال فى البحر وقيد بالانثى لانه لو خلع ابنه الصغير لايصح (شامی صفحه ۱۱۲ جلد۵)

کہ اس کا استعمال بدرجہ مجبوری کرے اسی طرح خلع کی اجازت بھی عورت کو اس وقت ہے جبکہ خطرناک نتائج سامنے آجائیں یقیناً اس کی دینی، اخلاقی، معاشی حق تلفی ہو رہی ہو، یا اس پر کوئی ناقابل برداشت معاشرتی ظلم وزیادتی ہو رہی ہو۔ یا اس کے جنسی جذبات وخواہشات کی تکمیل میں شوہر کوتاہی کرتا ہو، اور ان وجوہات کیوجہ سے زوجین کا باہمی نباہ بہت مشکل ہو رہا ہو۔ تو آخری چارۂ کار کے طور پر عورت کو خلع کی اجازت دی گئی ہے۔ آیت کریمہ (فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لاَّ یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ) میں اسی طرف اشارہ ہے۔

لہٰذا اگر ان اعذار کے بغیر کوئی عورت محض لذت اندوزی کے طور پر مرد کو خلع پر مجبور کرتی ہے تو وہ شریعت کی نگاہ میں بدبخت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ثوبانؓ سے ایک مرفوع روایت منقول ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا

ایما امرأۃ سألت زوجها طلاقا من غیر بأس فحرام علیها رائحة الجنة[1]

کہ جس عورت نے بغیر شدید تکلیف کے اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کیا تو اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔

اسی طرح دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ایما امرأۃ اختلعت من زوجها بغیر نشوز فعلیها لعنة الله والملائکة والناس اجمعین[2]

کہ جس عورت نے اپنے شوہر سے بغیر ظلم وزیادتی کے خلع کیا اس پر اللہ اور فرشتے اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

ایک اور روایت میں آپؐ نے ارشاد فرمایا

لعن الله کل ذوّاق بطلاق المختلعات من المنافقات[3]

کہ اللہ نے لعنت کی ہے ہر اس شوہر پر جو بکثرت لذت حاصل کرنا چاہتا ہو۔ خلع طلب کرنے والی منافقہ عورتوں کو طلاق دے کر۔

(۱) ترمذی شریف صفحہ ۲۲۶ جلد۱ (۲) بزازیہ۔ طبرانی (۳) بزازیہ طبرانی

کیا خلع شوہر کی رضامندی کے بغیر عدالت سے کیا جا سکتا ہے

تمام متقدمین احناف اس بات پر متفق ہیں کہ خلع ایک ایسا معاملہ ہے۔ جس میں باہمی رضامندی ضروری ہے کہ زوجہ برضا ورغبت مہر معاف کردے اور شوہر بخوشی اس کو طلاق دیدے۔ لیکن اگر باہمی رضامندی سے یہ معاملہ طے نہ ہوسکے اور شوہر حقوق زوجیت میں کوتاہی کرنے کے ساتھ ظلم وزیادتی سے باز نہ آئے اور معاملہ عدالت تک پہنچ جائے تو پھر قاضی اور عدالت کو اس سلسلے میں کیا اختیارات ہیں۔ تو علماء متقدمین کی رائے یہ ہے کہ خلع اور طلاق کا مکمل اختیار شوہر ہی کو ہے اس کے علاوہ قاضی یا قاضی کی طرف سے کسی حاکم کو یہ اختیار نہیں کہ وہ خود عورت کو طلاق دیدے۔ البتہ شوہر اپنے ظلم وزیادتی کے باوجود طلاق وخلع پر راضی نہیں تو اس کو اس پر مجبور کیا جا سکتا ہے کہ وہ عورت کو طلاق دیدے یا خلع پر راضی ہو جائے۔ اس کے برخلاف حضرت امام مالک اور بعد کے کچھ علماء احناف کی رائے یہ ہے کہ زوجین کا نزاع جب حد سے گذر جائے اور شوہر طلاق یا خلع پر راضی نہ ہو تو قاضی یا حاکم شرعی کو اختیار ہے کہ شوہر کی مرضی کے بغیر خود سے عورت کو طلاق دیدے یا خلع کردے۔ اس سلسلے میں فریقین کی طرف سے جو دلائل ذکر کئے جاتے ہیں۔ ان کا حاصل یہی نکلتا ہے کہ شوہر کو خلع پر جبراً راضی کیا جا سکتا ہے۔ حاکم یا قاضی شوہر سے بزور طلاق حاصل کر سکتا ہے۔ مگر کسی بھی حدیث یا صحابی کے کسی بھی اثر سے یہ ثابت نہیں کہ شوہر کے انکار کی صورت میں قاضی یا حاکم خود سے طلاق دیدے۔

دلائل

جیسے حضرت ثابت بن قیس سے حضورؐ کا فرمان طلقھا (اسے طلاق دیدے) فارقھا (اس سے جدا ہو جا) خل سبیلھا (اس کو چھوڑدے) اور عدالت کا حکم نہ ماننے کی صورت میں جبر کی مثال حضرت علیؓ کے ایک فیصلہ میں موجود ہے کہ

انہوں نے ایک شخص سے فرمایا (لست یبارح حتی ترضی بمثل ما رضیت به) کہ تم کو نہیں چھوڑا جائے گا جب تک کہ تم اس چیز کو پسند نہ کرلو جس کو عورت پسند کر رہی ہے۔

فائدہ

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے شوہر کو طلاق دینے کا حکم صادر فرمایا خود سے طلاق نہیں دیا اور اگر حاکم کو طلاق دینے کا اختیار حاصل ہوتا تو حضرت علیؓ کا شوہر کو طلاق یا خلع کیلئے آمادہ ہونے پر مجبور کرنے کا کوئی مطلب نہیں نکلتا۔ اگر اختیار ہوتا تو وہ اتنا زور کیوں لگاتے خود سے طلاق دیکر معاملہ کو ختم فرمادیتے۔

فتویٰ

مسئلہ کی حقیقت تو وہی ہے جو اوپر مذکور ہے۔ مگر بعد کے علماء احناف نے بضرورت شدیدہ مالکیہ کے مسلک کے مطابق تفریق کی صورت نکالی ہے جو قاضی یا شرعی پنچایت کے ذریعہ حل ہو سکتا ہے اس کی پوری تفصیل الحیلۃ الناجزہ للتھانوی میں موجود ہے فسخ نکاح کے بیان میں آئندہ ہم بھی کچھ تفصیل پیش کریں گے انشاءاللہ العزیز

جبراً خلع سے خلع ہو جائے گا

اگر شوہر خلع کرنے پر راضی نہیں بیوی یا اس کے رشتہ دار یا حکومت وقت کے دباؤ میں آکر خلع کرنے پر آمادہ ہو گیا اور خلع کر لیا تو طلاق کی طرح جبراً و کرھاً خلع بھی درست ہو جائے گا اور عورت پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔[1]

عورت کی مرضی کے بغیر خلع نہیں اور لفظ خلع سے طلاق کا حکم

خلع کی دو قسمیں ہیں ۱۔ خلع بغیر عوض ۲۔ خلع بعوض

(۱) ولو عبدا او مکرھا فلنه طلاقه صحیح (درمختار علی ھامش شامی ص ۴۳۸ جلد ۲)

(۱) خلع بغیر عوض کا مطلب یہ ہے کہ کسی عوض کا ذکر کئے بغیر شوہر نے بیوی سے مخاطب ہو کر کہا (خالعتك) کہ میں نے تجھ سے خلع کیا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس سے طلاق کی نیت کریگا تو طلاق واقع ہو گی ورنہ نہیں کیونکہ لفظ خلع کنایات طلاق میں سے ہے اگر اس سے تین طلاق کی نیت کی تو تین واقع ہو گی اور اگر ایک یا دو یا مطلق طلاق کی نیت کی تو اس سے ایک طلاق بائن واقع ہو گی اور شوہر پر مہر کی ادائیگی بھی ضروری ہو گی۔

(۲) خلع بالعوض کا مطلب شرعی اعتبار سے یہ ہے کہ عورت کی طرف سے کسی عوض کے ملنے پر طلاق کو موقوف کر کے خلع کا استعمال کیا جائے۔ تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر عورت اس کو قبول کر لے تو خلع ہو جائے گا اور مہر ساقط ہو کر عورت پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی اگر چہ اس سے طلاق کی نیت نہ ہو اور اگر عورت نے قبول نہیں کیا تو خلع نہیں ہو گا اور نہ مہر ساقط ہو کر طلاق واقع ہو گی۔

مگر مطلقاً خلع کا لفظ بولنے سے دوسرا معنی خلع بالعوض ہی مراد ہوتا ہے لہٰذا اگر کسی شخص نے کسی دوسرے سے کہا کہ میری عورت سے خلع کر آؤ پھر اس وکیل نے بغیر عوض کے خلع کیا یعنی اس کی بیوی کو طلاق دے آیا تو طلاق واقع نہ ہو گی اس کے برعکس اگر موکل نے وکیل سے کہا کہ ایک ہزار پر میری بیوی سے خلع کر آؤ۔ وکیل نے ایسا ہی کیا اور بیوی نے اس کو قبول کر لیا تو طلاق پڑ جائے گی۔ اس کے بعد شوہر اگر انکار کرے کہ میں نے اس سے طلاق یا خلع مراد نہیں لیا ہے تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ عوض کا ذکر کرنا خلع شرعی کا قرینہ موجود ہے اور خلع بالعوض طلاق کے معنی میں صریح ہونے کی وجہ سے نیت کا اعتبار نہیں ہو گا۔

ہاں اگر کسی نے اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر (خالعتك) کہا مگر عوض کا ذکر نہیں کیا اور پھر اس سے انکار کیا کہ میں نے اس سے طلاق کی نیت نہیں کی ہے

اور دلالت حال اس کا تقاضا بھی نہیں کرتا ہے تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اس کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی۔[۱]

شوہر کو بعوض خلع کتنی رقم لینی چاہئے

فقہاء نے اس سلسلے میں یہ تفصیل بیان کی ہے کہ اگر قصور اور زیادتی مرد کی طرف سے ہے تو خلع میں عورت سے کچھ بھی مال لینا مکروہ تحریمی اور انتہائی ناپسندیدہ ہے جیسا کہ قرآن میں ہے۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اِسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّآتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا[۲]

کہ اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لے آنے کا ارادہ ہی کر چکے ہو اور تم نے اسے اگرچہ ڈھیر سارا مال ہی کیوں نہ دیدیا ہو تو بھی اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔

اور اگر زیادتی اور نافرمانی بیوی ہی کی طرف سے ہے تو پھر مرد کیلئے اس سے مال لینا جائز تو ہے مگر بہتر اور اولیٰ یہ ہے کہ جتنا کچھ مہر وغیرہ کی صورت میں دے

(۱) اما الخلع فجملة الكلام فيه أن الخلع نوعان خلع بعوض وخلع بغير عوض اما الذى هو بغير عوض فنحو ان قال لامرأته خالعتك ولم يذكر العوض فان نوى به الطلاق كان طلاقا والا فلا لانه من كنايات الطلاق عندنا ولو نوى ثلاثا كان ثلاثا وان نوى اثنتين فهى واحدة عند اصحابنا الثلاثة خلافا لزفر بمنزلة قوله انت بائن نحوه ذلك على ما مر واما الثانى وهو ان يكون مقرونا بالعوض لما ذكرنا بان قال خالعتك على كذا وذكر عوضا واسم الخلع يقع عليهما الا انه عند الاطلاق ينصرف الى النوع الثانى فى عرف اللغة والشرع فيكون حقيقة عرفية وشرعية حتى لو قال لاجنبى اخلع امرأتى فخلعها بغير عوض لم يصلح وكذا لوخالعها على الف درهم فقبلت ثم قال الزوج لم انو به الطلاق لا يصدق فى القضاء لان ذكر العوض دليل ارادة الطلاق ظاهرا فلا يصدق فى العدول عن الظاهر بخلاف ما اذا قال لها خالعتك ولم يذكر العوض ثم قال ما اردت به الطلاق انه يصدق اذا لم يكن هناك دلالة حال تدل على ارادة الطلاق من غضب او ذكر طلاق على ما ذكرنا فى الكنايات (بدائع الصنائع صفحه ۲۲۶ جلد۳) الخلع هو ازالة ملك النكاح... المتوقفة على قبولها (درمختار) قوله على قبولها اى المرأة قال فى البحر ولا بد من القبول منها حيث كان على مال او كان بلفظ خالعتك او اختلعى (شامى صفحه ۸۵ جلد۵) (۲) سورة النساء آيت ۲۰

چکا ہے اتنا ہی لے اس سے زیادہ نہ لے اگر مہر نہیں دیا ہے تو صرف اس سے معاف کرالے[1]

خلع سے مہر ونفقہ ساقط ہو جائیگا اور جس مال پر خلع ہو اوہ عورت پر لازم ہوگا

خلع کرنے کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں اول یہ کہ خلع کے وقت کسی رقم وغیرہ کا تذکرہ نہ ہو بلکہ مطلق میاں بیوی نے خلع کرلیا تو خلع درست ہو جائے گا اور دونوں کے ذمہ جو مالی حقوق ہیں وہ سب خود بخود ساقط ہو جائیں گے مثلاً عورت نے خلع سے قبل مہر پالیا یا مہر کے علاوہ بھی شوہر نے بیوی کو تبرعاً کچھ رقم دیدی تو خلع کرتے ہی وہ سب ساقط ہو جائیں گے شوہر اس سے مطالبہ نہیں کرسکتا یا اس کے برعکس خلع سے قبل عورت نے مہر نہیں پایا۔ یا اس نے اپنے شوہر کو کچھ تبرعاً دے رکھا ہے تو خلع کرتے ہی وہ سب ساقط ہو جائیں گے اب عورت نہ مہر کا مطالبہ کرسکتی ہے اور نہ دی ہوئی رقم کا اور نہ اپنے باقی ماندہ نفقہ کا مگر عدت کا نفقہ عورت کا حق ہے اسلئے لے سکتی ہے ہاں اگر خلع کے وقت عدت کے اس نفقہ کو بھی دونوں نے مل کر ساقط کر دیا تو ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ نفقہ تو بیوی کا حق ہے اس لئے اس کو ساقط کیا جاسکتا ہے مگر سکنیٰ شریعت کا حق ہے اس کو دونوں ملکر بھی ساقط کرنا چاہیں تو نہیں کرسکتے۔ لہٰذا شوہر کے گھر چھوڑ کر دوسری جگہ عدت گزارے گی تو گناہ گار ہوگی۔

دوسری صورت خلع کی یہ ہے کہ مہر کے علاوہ کسی مقدار متعین پر خلع کیا اور مہر وغیرہ کا کچھ تذکرہ نہیں کیا تو خلع درست ہو جائے گا اور مہر خود بخود ساقط ہو جائے گا اور وعدہ کے مطابق عورت کو متعینہ رقم بھی دینی پڑے گی۔ اگر شوہر

---

(۱) وکرہ تحریما اخذ شئ ویلحق بہ الابراء عما لہا علیہ ان نشز وان نشزت لا ولو منہ نشوز ایضا ولو بلکثر مما اعطاہا علی الاوجہ فتح صحیح الشمنیی کراہۃ الزیادۃ وتعبیر الملتقی لا بأس بہ یفید انہا تنزیہۃ وبہ یحصل التوفیق (درمختار علی ہامش شامی صفحہ ۹۳ تا ۹۵ جلد۵)

نے مہر پہلے دیدیا ہے تو اسی کو واپس کر دے اس سے زیادہ لینا مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر مہر ساقط ہو گیا تو عورت مطالبہ نہیں کر سکتی اور وعدہ کے مطابق متعین مقدار عورت پر لازم ہو گی ہاں اگر خلع کے وقت شوہر نے یہ کہا ہو تا کہ تم معاف کر دو میں تم سے خلع کر لیتا ہوں تو پھر عورت کو کچھ دینا نہیں پڑتا کیونکہ عورت نے مہر معاف کر کے مال دینے کی شرط پوری کر دی۔

نیز خلع سے وہی حقوق ساقط ہوتے ہیں جو نکاح سے متعلق ہیں جیسے مہر نفقہ وغیرہ اور جو حقوق نکاح سے متعلق نہیں وہ ساقط نہیں ہوں گے جیسے شوہر نے عورت سے کوئی چیز خریدی اس کی قیمت شوہر کے ذمہ باقی ہے یا عورت نے خریدی اور قیمت کی ادائیگی باقی ہے تو خلع کے بعد بھی اس کا ادا کرنا ضروری ہو گا۔[۱]

اسی طرح شوہر نے زمین جائیداد خرید کر عورت کے نام کر دیا تھا تو خلع کے بعد اس کا مطالبہ کر سکتا ہے عورت پر اس کا واپس کرنا ضروری ہو گا۔[۲]

غیر مسمی لہا مہر سے قبل الوطی خلع

اگر عقد نکاح کے وقت عورت کا مہر متعین نہیں کیا گیا اور شوہر سے ہم بستری بھی نہ ہوئی کہ خلع ہو گیا تو ایسی عورت کو شرعاً متعہ ملتا ہے مگر خلع کیوجہ سے اس کا متعہ ساقط ہو جائے گا۔[۳]

مرد اپنی بدنامی کیوجہ سے عورت کو خلع پر مجبور کرے

مرد بیوی کو رکھنا نہیں چاہتا بلکہ کسی وجہ سے طلاق دینا چاہتا ہے مگر اس نے

---

(۱) ویسقط الخلع والمبارأة کل حق لکل واحد منهما علی الآخر مما یتعلق بالنکاح فلا یسقط مالا یتعلق بالنکاح کثمن ما اشترت من الزوج ویسقط ما یتعلق بالنکاح کالمهر والنفقة الماضیة اما نفقة العدة فلا تسقط الا بالذکر کذا فی الذخیرة والمهر یسقط من غیر ذکره (شرح الوقایه) واما سکنی العدة فلا تسقط بالذکر ایضا لانها حق الشرع فان سکناها فی غیر بیت الطلاق معصیة کذا فی البحر (عمدة الرعایة علی شرح الوقایة صفحه ۱۱۲ جلد۲)

(۲) آپ کے مسائل اور ان کا حل صفحہ ۳۹۵ جلد ۵)

(۳) خالعها قبل الدخول وکان لم یسم لها مهرا تسقط المتعة بلا ذکر (عالمگیری ص ۴۹۰ ج ۱)

اپنی بدنامی کے خوف سے طلاق دینے کے بجائے عورت پر دباؤ ڈال کر خلع کیا تو اس طرح بادل ناخواستہ خلع سے مہر ساقط نہیں ہوگا کیونکہ خلع کے ذریعہ حقوق زوجیت ساقط ہونے اور مال کے لازم ہونے کے لئے زوجہ کی رضامندی اور خوشی ضروری ہے اور وہ یہاں نہیں پائی گئی تو گویا یہ خلع نہیں طلاق ہوئی اور طلاق سے مہر ساقط نہیں ہوتا اور نہ عورت پر کچھ لازم ہوتا ہے[1]

مال کے بدلے طلاق سے مہر وغیرہ ساقط نہیں ہوگا

زوجین میں سے کسی نے خلع کی درخواست نہیں کی یا ایسا لفظ استعمال نہیں کیا جس سے خلع سمجھ میں آئے بلکہ شوہر نے مال کے بدلے طلاق دینے کا وعدہ کیا اور ایک مقدار طے ہونے پر طلاق دیدی گئی تو یہ خلع نہیں بلکہ طلاق علی المال ہے جس سے ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور عورت کا مہر ساقط نہیں ہوگا عورت کو مطالبہ کرنے کا حق باقی رہے گا نیز نفقہ اور شوہر کو جو کچھ دی ہے اس کا بھی مطالبہ کرسکتی ہے البتہ وہ متعینہ رقم جس پر طلاق دی گئی ہے وہ شوہر کے حوالہ کرنا پڑیگا۔[2]

خلع میں کونسی چیز بدل بن سکتی ہے

جو چیز مہر میں دی جاسکتی ہے وہ خلع میں بدل بھی ہوسکتی ہے اور جس چیز کو مہر بنانا درست نہیں اس پر خلع بھی درست نہیں لہٰذا کسی نے شراب یا خنزیر یا مردار یا خون پر خلع کیا تو خلع درست ہوجائے گا مگر عورت پر کچھ واجب نہیں ہوگا اور اگر مہر پالی ہے تو اس کا واپس کرنا بھی ضروری نہیں ہوگا۔[3]

(۱) اکرهها الزوج علیه تطلق بلا مال لان الرضا شرط للزوم المال وسقوله (درمختار علی هامش شامی صفحه ۹۵ جلد۵) (۲) وبالطلاق الصریح علی مال طلاق بائن (درمختار) لما علمت من ان الطلاق علی مال خارج عن الخلع المسقط للحقوق (شامی صفحه ۹۱ جلد۵)
(۳) ما جاز ان یکون مهرا جاز ان یکون بدلا فی الخلع کذا فی الهدایة واذا وقعت المخالعة علی خمر او خنزیر او میتة او دم قبل الزوج ذلك منها تثبت الفرقة ولا شئ علی المرأة من جعل ولا ترد من مهرها شیئا کذا فی الحاوی القدسی (عالمگیری صفحه ۹۴ جلد۱)

نابالغہ بذریعہ ولی خلع کراسکتی ہے

نابالغہ خود سے تو خلع نہیں کرسکتی ہاں اس کی طرف سے اگر اس کے اولیاء میں سے کوئی خلع کرالے تو خلع درست ہو جائیگا۔ لیکن نابالغہ یا اس کے اولیاء پر بدل خلع کی کوئی رقم وغیرہ لازم نہیں ہوگی۔ ۱

بالغہ کبیرہ کا خلع ولی نے کیا

اگر خلع بالغہ کبیرہ کی اجازت سے ہے تو مسئلہ ظاہر ہے کہ جائز ہے اور اگر اس کی اجازت کے بغیر خلع کیا ہے تو اس کی دو صورت ہے۔ مہر کی معافی اور بدل خلع کا ضامن خلع کرنے والا ولی ہے یا نہیں۔ (۱) اگر ولی ضامن ہے تو خلع درست ہے اب اگر لڑکی نے بعد میں اجازت دیدی ہے تو اس پر خلع نافذ ہو کر مہر معاف ہو جائے گا۔ اور اگر اجازت نہیں دی ہے تو اپنے شوہر سے مہر کا مطالبہ کرسکتی ہے اور شوہر خلع کرنے والے ولی سے رجوع کریگا۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ اولیاء نے اس بدل خلع کی ضمانت نہیں لی تھی تو یہ خلع لڑکی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ اگر لڑکی نے اجازت دیدی تو خلع جائز ہو جائے گا اور شوہر مہر سے بری ہو جائے گا اور اگر لڑکی نے اجازت نہیں دی تو پھر خلع درست نہیں ہوگا۔ ۲

ہنسی مذاق اور صرف لکھ دینے سے خلع

عورت نے بلا قصد و ارادہ ہنسی مذاق میں شوہر سے کہا کہ میں مہر معاف کرتی ہوں یا اتنی رقم دیتی ہوں تو مجھے خلع دیدے شوہر نے کہا میں نے قبول کیا تو

---

(۲) خلع الاب صغیرته بمالها او مهرها طلقت فی الاصح کما لو قبلت هی وهی ممیزة ولم یلزم المال لانه تبرع (درمختار) ای لا علیها ولا علی الاب (شامی صفحه ۱۱۱ جلده)

(۳) وکذا الکبیرة الخ ای اذا خالعها ابوها بلا اذنها فلنه لا یلزمها المال بالاولی لانه کالاجنبی فی حقها وفی الفصولین اذ ضمنه الاب او الاجنبی وقع الخلع ثم ان اجازت نفذ علیها وبرئ الزوج من المهر والاترجع به علی الزوج والزوج علی المخالع وان لم یضمن توقف الخلع علی اجازتها فان اجازت جاز وبرئ الزوج عن المهر الا لم یجز (شامی صفحه ۱۱۲ جلده)

خلع ہو جائے گا کیونکہ لفظ خلع بسبب عرف طلاق کے باب میں صریح ہے اس لئے نیت شرط نہیں۔

اسی طرح میاں بیوی میں تصفیہ ہونے کے بعد شوہر نے کہا کہ اگر تم مہر معاف کردو تو میں طلاق دیدونگا اس پر عورت نے کاغذ پر لکھدیا کہ میں مہر معاف کرتی ہوں اور شوہر نے بھی اس کے جواب میں لکھ دیا کہ میں خلع کرتا ہوں تو خلع ہو جائے گا۔ اگرچہ دونوں کی طرف سے اس کا زبان سے اظہار واقرار نہ ہوا ہو اور اگر کاغذ کو بعد میں پھاڑ بھی دیا تو بھی کچھ فرق نہیں پڑیگا خلع کیوجہ سے عورت پر طلاق بائن واقع ہو چکی۔[۱] لقوله عليه السلام ثلث جدهن جد وهزلهن جد (الحدیث)

خلع کے علاوہ فارغ خطی وغیرہ الفاظ سے خلع

اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے بعوض معافی مہر فارغ خطی دی تو یہ بمنزلہ مباراۃ خلع کے ہے اگر نیت طلاق یا خلع کی ہے تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

لفظ خلع اور دیگر الفاظ خلع کے درمیان فرق ہے وہ یہ ہے کہ خلع بسبب عرف طلاق صریح کے ہوگیا ہے اسلئے صرف لفظ خلع کے استعمال اور بیوی کے قبول کرنے سے ہی طلاق بائن واقع ہو جائے گی اگرچہ نیت نہ کرے اور خلع کے علاوہ دیگر الفاظ صریح نہیں ہیں اسلئے طلاق کی نیت ہوگی تو طلاق پڑے گی ورنہ نہیں۔ ہاں اگر جہاں فارغ خطی اور لفظ مباراۃ بھی عرف کے اعتبار سے طلاق میں عام اور شائع ہو گئے ہوں تو پھر خلع کی طرح صریح ہو جائے گا اور بغیر نیت کے بھی طلاق اور خلع درست ہو گا۔[۲]

(۱) الخلع هو ازالة ملك النكاح... المتوقفة على قبولها ...بلفظ الخلع... او ما فى معناه (درمختار على هامش شامى صفحه ۸۳ تا ۸۷ جلد۵)

(۲) (باب الخلع) الا ان المشايخ قالوا لا تشترط النية هاهنا (درمختار) هاهنا اى فى لفظ الخلع وفى البحر عن البزازيه فلو كانت المبارأة ايضا كذلك اى غلب استعمالها فى الطلاق لم تحتج الى النية وان كانت من الكنايات والا تبقى النية مشروطة فيها وفى سائر الكنايات على الاصل وفيه اشارة الى ان المبارأة لم يغلب استعمالها فى الطلاق عرفا بخلاف الخلع فانه مشتهر بين الخاص والعام فافهم (شامى صفحه ۹۳ جلد۵)

خلع میں نیت شرط نہ ہونے کے باوجود طلاق بائن واقع ہونے پر اشکال

اوپر کی تقریر سے ایک شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ جب لفظ خلع طلاق میں صریح ہے تو اس سے طلاق رجعی واقع ہونی چاہئے۔ نہ کہ طلاق بائن اور اگر طلاق بائن ہی واقع ہوتی ہے تو پھر یہ الفاظ کنایہ میں سے ہے اور کنایہ کیلئے نیت شرط ہوتی ہے حالانکہ یہاں نیت شرط نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ خلع اس معنی میں صریح نہیں ہے کہ شروع ہی سے اسکو طلاق کی طرح نکاح کو ختم کرنے ہی کیلئے وضع کیا گیا ہے۔ بلکہ لفظ خلع شروع سے (لفظ کنایہ ہے) یعنی اس میں چند معانی کا احتمال ہے جیسے (۱) کپڑوں سے نکلنا (۲) بھلائیوں سے نکلنا (۳) نکاح سے نکلنا وغیرہ۔ لیکن جب عوض یعنی بدل خلع کا ذکر کر دیا گیا تو نکاح سے نکلنے کا معنی متعین ہو کر طلاق کیلئے صریح ہو گیا اس لئے نیت کی ضرورت باقی نہ رہی۔ اب رہا سوال یہ کہ اس سے طلاق بائن کیوں واقع ہوتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خلع کے ذریعہ عورت پر مال کا بار آ رہا ہے اور عورت مال کی ذمہ داری اس وقت قبول کرے گی جبکہ اس کا نفس بالکلیہ اس کے سپرد کر دیا جائے اور عورت کو اس کے نفس کی کامل سپردگی صرف طلاق بائن سے ہی ہو سکتی ہے نہ کہ طلاق رجعی سے اسلئے ہم نے کہا کہ لفظ خلع کے صریح ہونے کے باوجود اس سے طلاق بائن واقع ہو گی نہ کہ رجعی صاحب ہدایہ نے بھی اسی کی طرف کچھ نشاندہی کی ہے۔[۱]

طلاق کے بعد خلع

اگر طلاق رجعی کے بعد عدت کی تکمیل سے قبل عورت خلع کرانا چاہے تو خلع ہو سکتا ہے۔ لیکن طلاق بائن کے بعد خلع درست نہیں ہوگا کیونکہ خلع کے ذریعہ طلاق بائن ہوتی ہے اور مسئلہ گذر چکا ہے کہ طلاق رجعی کے بعد طلاق بائن تو درست ہے مگر طلاق بائن کے بعد طلاق بائن درست نہیں۔[۲]

(۱) وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال لقوله عليه السلام الخلع تطليقة بائنة ولانه يتحمل الطلاق حتى صار من الكنايات والواقع بالكنايات بائن الا ان ذكر المال اغنى عن النية هنا ولانها لا تتسلم المال الا لتسلم لها نفسها وذلك بالبينونة (هداية صفحه ٤٠٤ جلد٢)

(١) الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن بشرط العدة الخ لا يلحق البائن البائن (درمختار على هامش شامي صفحه ٥٤٠ تا ٥٤٢ جلد٤)

کسی شرط کیساتھ خلع

جس طرح طلاق معلق بالشرط، شرط کے پائے جانے سے واقع ہو جاتی ہے اسی طرح خلع معلق بالشرط بھی شرط کے پائے جانے کی صورت میں ہو جائیگا جیسے کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تم گھر میں داخل ہوئی تو میں نے تم سے ایک ہزار کے بدلہ خلع کیا تو جب بھی وہ گھر میں داخل ہو گی۔ طلاق واقع ہو کر عورت پر ایک ہزار روپیہ لازم ہو جائیگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ داخل ہوتے ہوئے عورت نے اس بات کو قبول بھی کیا ہو۔[1]

معاوضہ ادا کرنے کی شرط پر خلع

خلع بغیر شرط کے مہر معاف کر کے یا معاوضہ طے کر کے کیا تو خلع ہو جائے گا مہر معاف کرنے اور نقد ادا کرنے پر موقوف نہیں رہیگا۔ البتہ اس نقد کا ادا کرنا عورت پر لازم ہوگا اور اگر معاوضہ ادا کرنے کی شرط پر طلاق دی تھی یا خلع کیا تھا تو جب تک معاوضہ ادا نہیں ہو جاتا طلاق یا خلع نہیں ہوگا۔[2]

خلع کے بعد رجوع

اگر صرف خلع کے لفظ سے یا ایک طلاق کے ذریعہ خلع کیا گیا ہے تو دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر خلع میں تین طلاقیں دیدی گئی تھیں تو پھر بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا۔[3]

خلع کے بعد بھی عدت ضروری ہے

خلع چونکہ طلاق ہے اور طلاق کے بعد عدت ضروری ہے لہٰذا خلع کے بعد بھی عورت بغیر عدت گزارے۔ دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی۔[4]

---

(۱) وفی التاتر خانیة قال لامرأته اذا دخلت الدار فقد خالعتك علی الف فدخلت الدار یقع الطلاق بالف یرید به اذا قبلت عند الدخول (شامی ص ۸۵ ج۵) (۲) مستفاد آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۹٤ ج۵) (۳) آپکے مسائل اور ان کا حل ص ۳۹۲ ج۵ (٤) العدة ...هی... تربص یلزم المرأة ...عند زوال النکاح (درالمختار علی هامش شامی ص ۱۷۷ تا ۱۷۹ ج۵ باب العدة)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایلاء کا بیان

ایلاء کے لغوی اور شرعی معنی

ایلاء آلیٰ یولی ایلاءً سے حلف اٹھانے اور قسم کھانے کے معنی میں ہے۔
اور اصطلاح شریعت میں۔ چار ماہ یا اس سے زائد اپنی منکوحہ کے پاس نہ جانے کی قسم کھانا ایلاء کہلاتا ہے۔[1] لہٰذا اگر کوئی شخص چار ماہ یا اس سے زائد مدت تک سستی یا ناراضگی کیوجہ سے بغیر قسم کھائے وطی نہ کرے تو یہ ایلاء نہیں ہے۔[2]

ایلاء کی حقیقت

میاں بیوی کے تعلقات ہمیشہ کیلئے ہیں مگر ان تعلقات میں ہمہ وقت یکسانیت نہیں رہتی کبھی کبھار بگاڑ کے کچھ اسباب بھی پیدا ہو جاتے ہیں مگر شریعت اسلامیہ میں آپسی نااتفاقی کو پسند نہیں کیا کہ دونوں قانوناً رشتۂ زوجیت میں بھی بندھے رہیں اور عملاً ایک دوسرے سے اس قدر دور بھی رہیں کہ گویا میاں بیوی ہی نہیں اسی لئے قرآن نے اس کا یہ حل نکالا ہے کہ یہ رسا کشی زیادہ سے زیادہ چار ماہ تک رہ سکتی ہے اسکے دوران اپنے تعلقات کو درست کرلو ورنہ رشتۂ زوجیت ختم کر دو چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَائِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآؤُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَاِنْ عَزَمُوْا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ[3]

کہ جو لوگ اپنی عورتوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم کھا بیٹھیں ان کیلئے چار ماہ کی مہلت ہے پھر اگر وہ اسکے اندر رجوع کرلیں تو اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا

(۱) الإيلاء معناه في اللغة اليمين مطلقا سواء كان على ترك قربان زوجته او غيره الخ اما معناه في الشرع فهو الحلف على ان لا يقرب زوجته سواء اطلق بان قال لا اطأ زوجتي او قيد بلفظ ابدا بأن قال والله لا اقربها ابدا او قيد بمدة اربعة اشهر فما فوق بان قال والله لا اقرب زوجتي مدة خمسة اشهر او مدة سنة او طول عمرها او مادمات السموات والارض (كتاب الفقه على المذاهب الاربعه ص ۴۰۷ ج۴) (۲) قوله حلف فلو ترك الوطي اربعة اشهر فصاعد اتكاسلا او غضباً من دون حلف فليس بايلاء شرعا (عمدة الرعاية على شرح الوقاية صفحه ۱۰۴ جلد۱)
(۳) سورة البقرة آيت ۲۲۶۔۲۲۷

ہے اور اگر انہوں نے طلاق کی ٹھان لی ہے تو جان لیں کہ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

ایلاء کے شرائط

ایلاء کی چار شرطیں ہیں۔(۱) محلیۃ الطلاق

یعنی ایلاء کے وقت عورت اس ایلاء کرنے والے کی منکوحہ ہو لہٰذا اگر اجنبیہ سے ایلاء کیا اور پھر اسی عورت سے نکاح کرلیا اور پھر اس کے پاس چار ماہ نہیں گیا تو یہ شخص ایلاء کرنے والا نہیں ہوگا ہاں اگر اس ایلاء کو نکاح کی طرف منسوب کردیا کہ اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو خدا کی قسم میں تیرے قریب نہ جاؤنگا تو یہ ایلاء کرنے والا ہوگا اور نکاح کے بعد ایلاء منعقد ہوگا۔ہاں اگر اس عورت سے وطی کرلی تو قسم کا کفارہ واجب ہوگا کیونکہ وطی کرنے سے حانث ہو جاتا ہے اور حانث ہونا موجب کفارہ ہے اسیطرح اپنی مطلقہ بائنہ سے ایلاء کیا تو ایلاء نہیں ہوگا کیونکہ ایلاء کا محل منکوحہ اور زوجہ ہونا ہے اور مطلقہ بائنہ میں زوجیت باقی نہیں رہتی ہاں اگر اس مطلقہ بائنہ سے وطی کرلی ہے تو یمین کیوجہ سے کفارہ لازم ہوگا البتہ اگر مطلقہ رجعیہ سے ایلاء کیا تو ایلاء درست ہوگا اس لئے کہ مطلقہ رجعیہ ایلاء کا محل ہے کیونکہ طلاق رجعی کے بعد بھی زوجیت باقی رہتی ہے اسی وجہ سے تو مطلقہ رجعیہ سے وطی کرنا جائز ہے ہاں اگر مدت ایلاء یعنی چار ماہ سے پہلے معتدہ رجعیہ کی عدت پوری ہوگئی تو ایلاء ساقط ہو جائے گا اسلئے کہ عدت گزر جانے کی وجہ سے محلیت ایلاء فوت ہو جاتی ہے[1]

(۲) اور دوسری شرط اہلیۃ الطلاق ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ طلاق کی جو شرطیں ہیں وہ ایلاء میں بھی موجود ہوں یعنی ایلاء کرنے والے کا عاقل بالغ ہونا

---

(۱) الی من المطلقة رجعیا صح لبقاء الزوجیة ویبطل بمضی العدة ولو الی من مبانته او اجنبیة نکحها بعده ای بعد الایلاء ولم یضفه للملک کما مر لا یصح لفوات محله ولو وطئها کفر لبقاء الیمین (درمختار) ولم یضفه للملک اما إذا أضافه بان قال ان تزوجتک فوالله لاأقربک کان مولیا (شامی صفحه ۷۰ تا ۷۱ جلده)

ضروری ہے لہٰذا اگر نابالغ بچہ اور مجنون ایلاء کرنا چاہے تو درست نہیں ہوگا۔[1]

(۳) ایلاء کی تیسری شرط یہ ہے کہ صحبت کو کسی جگہ کے ساتھ مقید نہ کیا ہو لہٰذا اگر کسی نے ایلاء کرتے ہوئے کسی خاص جگہ کی قید لگادی مثلاً یوں کہا کہ خدا کی قسم میں تجھ سے اپنے گھر میں صحبت نہیں کرونگا یا تیرے میکے میں صحبت نہیں کرونگا یا فلاں جگہ صحبت نہیں کرونگا تو یہ ایلاء نہیں بلکہ قسم ہے اس جگہ صحبت کرنے سے قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔[2]

(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ چار ماہ سے کسی دن کا استثناء نہ کیا ہو اگر استثناء کردیا تو ایلاء شرعی نہیں ہوگا مثلاً کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تجھ سے چار ماہ یا ایک سال تک صحبت نہیں کرونگا مگر ایک دن تو یہ ایلاء نہیں ہوگا کیونکہ ایک دن نکرہ غیر معینہ ہے چار ماہ کے ہر ایک دن پر اس کا اطلاق صحیح ہے۔ ہاں اگر (واللہ لا اقربک سنۃ الا یوما) کہنے کے بعد وطی کرلی اور اس کے بعد چار ماہ یا اس سے زائد مدت تک وطی نہیں کی ہے تو یہ شخص ایلاء کرنے والا ہوگا کیونکہ استثناء جس کی وجہ سے عدم ایلاء کا حکم تھا وہ ساقط ہوگیا تو اب ایلاء کا حکم ثابت ہو جائے گا۔[3]

ایلاء کی قسمیں اور ان کے احکام

ایلاء کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ایلاء موقت (۲) ایلاء مؤبد۔ پھر ایلاء موقت کی دو صورتیں ہیں (۱) چار ماہ سے کم کی قسم کھانا (۲) چار ماہ یا اس سے زائد مدت متعینہ کی قسم کھانا۔ پہلی صورت میں ایلاء نہیں لہٰذا اگر کسی نے قسم کھائی کہ ایک ماہ

(۱) وشرطه محلية المرأة بكونها منكوحة وقت تنجيز الايلاء الخ واهلية الزوج للطلاق (درمختار) افاد اشتراط العقل والبلوغ فلا يصح ايلاء الصبى والمجنون لانهما ليسا من اهل الطلاق (شامی صفحہ ۶۰ جلد۵) (۲) وقوله من شرائط الخ ومنها ان لايقيد بمكان لانه يمكن قربانها فى غيره (شامی ص ۶۰ ج۵)

(۳) ومن شرائطه عدم النقص عن المدة الخ او قال والله... لااقربك سنة الا يوما لم يكن موليا للحال بل ان قربها وبقى من السنة اربعة اشهر فاكثر صار موليا (درمختار على هامش شامی صفحہ ۶۰ تا ۷۰ جلد۵)

یا دو ماہ یا تین ماہ تک وطی نہیں کریگا تو یہ ایلاء شرعی نہیں ہوگا اور ایلاء کا حکم اس پر مرتب نہیں ہوگا اگر ان دنوں میں وطی نہیں کی تو کچھ بھی لازم نہیں ہوگا اور اگر ان دنوں میں وطی کرلی تو اس کی بیوی پر طلاق تو واقع نہیں ہوگی البتہ دوسری قسموں کی طرح اس قسم کے توڑنے کا کفارہ اس پر لازم ہوگا۔[1]

دوسری صورت یعنی چار ماہ یا اس سے زائد مدت متعینہ تک کی قسم کھانے کا حکم یہ ہے کہ اگر چار ماہ کے اندر صحبت کرلی تو ایلاء ختم ہو جائے گا اور اس کی بیوی بدستور نکاح میں باقی رہے گی مگر قسم توڑنے سے کفارہ لازم ہوگا اور اگر قسم نہیں توڑی اور مدت متعینہ تک صحبت نہیں کی تو چار ماہ گزر جاتے ہی اس کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اس صورت میں ایلاء ختم ہو کر کفارہ لازم نہیں ہوگا۔[2]

ایلاءِ مؤبد۔ ایلاء مؤبد کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ کیلئے عورت کے قریب نہ جانے کی قسم کھائے جیسے کہے کہ (واللہ لا اقربك ابدا) خدا کی قسم میں تیرے قریب کبھی بھی نہیں جاؤنگا یا لفظ ابدا کے بغیر کہے کہ (واللہ لااقربك) خدا کی قسم میں تیرے قریب نہیں جاؤنگا دونوں کا حکم ایک ہی ہے وہ یہ کہ اگر شوہر چار ماہ کے اندر وطی کرلے تو ایلاء ختم ہو کر کفارہ لازم ہوگا لیکن اگر چار ماہ گزر گئے اور اس نے وطی نہیں کی تو اس کی بیوی پر ایک طلاق بائن واقع ہو کر بھی ایلاء باقی رہے گا پھر شوہر نے اس عورت سے نکاح کرلیا تو ایلاء لوٹ آئے گا اور ایلاء کا حکم اس پر پھر سے مرتب ہوگا اگر چار ماہ کے اندر وطی کرلی تو ایلاء ختم اور کفارہ لازم ہوگا اور اگر

(۱) فلا ایلاء لو حلف علی اقل منها وهی للحرة اربعة اشهر (شرح وقایه) قوله فلا ایلاء ای شرعا وحاصله ان حلف ان لا یطأ ها شهرین او شهرا فهو لیس بایلاء شرعی ولا یترتب علیه حکمه الآتی بل حکمه انه ان لم یطاء تلك المدة لاشئ علیه وان وطئ فیها ادی کفارة یمین کما فی سائر الایمان (عمدة الرعایة علی شرح الوقایة صفحه ۱۰۴ جلد۲)

(۲) فان وطیها فی الاربعة الاشهر حنث فی یمینه ولزمته الکفارة لان الکفارة موجب الحنث وسقط الایلاء لان الیمین ترتفع بالحنث وان لم یقربها حتی مضت اربعة اشهر بانت منه بتطلیقة (هدایة صفحه ۴۰۱ جلد۲)

دوسرے نکاح کے بعد بھی چار ماہ تک وطی نہیں کی تو دوسری طلاق بائن واقع ہو کر پھر بھی ایلاء باقی رہے گا یہ سلسلہ تین تک چلتا رہے گا تیسری مرتبہ نکاح کے بعد بھی چار ماہ تک وطی نہیں کی تو تیسری طلاق واقع ہو کر عورت مغلظہ ہو جائے گی اب جب عورت نے دوسرے شوہر سے نکاح اور حلالہ کے بعد اس شوہر سے نکاح کیا تو اب ایلاء لوٹ کر نہیں آئے گا اور ترک وطی سے طلاق واقع نہیں ہوگی البتہ وطی سے کفارہ لازم ہوگا کیونکہ ایلاء صرف یمین ملک کے ساتھ مقید تھا وہ ہو چکی ہے اس لئے کہ ایلاء تعلیق طلاق کے مرتبہ میں ہوتا ہے اور تعلیق طلاق کا حکم گذر چکا ہے کہ تجدید ملک سے تعلیق کا اثر نہیں ہوتا۔(۱)

اللہ کی قسم کے علاوہ کسی چیز کو اپنے اوپر لازم کرنے سے ایلاء

ماقبل میں اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ ایلاء کا بیان تھا لیکن اگر کوئی شخص ایلاء میں اللہ کی قسم کے علاوہ شرط و جزاء کے طور پر کسی دوسری چیز سے حلف اٹھائے جس کا کرنا عام طور پر دشوار ہوتا ہے تو جب شرط یعنی وطی پائی جائے گی تو جزاء یعنی جس چیز پر قسم کھائی ہے وہ لازم ہوگی۔ جیسے کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں تجھ سے وطی کروں تو مجھ پر حج یا ایک مہینہ کا روزہ لازم ہو گا یا میرا غلام آزاد ہو جائے گا یا میں تجھ سے وطی کروں تو میری بیوی پر طلاق۔ لہٰذا جب یہ شخص وطی کریگا تو حج، روزہ، غلام کی آزادی اور عورت پر طلاق متحقق ہو جائیگی اور ایلاء ختم ہو جائے گا لیکن اگر اس نے چار ماہ تک وطی نہیں کی تو یہ شخص ایلاء کرنے والا ہو گا اور اسکی بیوی پر ایلاء کیوجہ سے ایک طلاق بائن پڑ جائے گی کیونکہ عورت کی قربت سے باز رہنا قسم کیوجہ سے متحقق ہوا ہے اور قسم یہی شرط و جزاء ہے اور یہ جزاء قربت

(۱) وسقط الحلف لوكان مؤقتا ... لا لوكان مؤبدا... فلو نكحها ثانيا وثالثا ومضت المدتان بلاء اى قربان بانت بأخريين والمدة من وقت التزوج فان نكحها بعد زوج آخر لم تطلق لانتهاء هذا الملك ... وان وطئها بعد زوج آخر كفر لبقاء اليمين للحنث (درمختار على هامش شامى صفحه ٦٥ تا ٦٧ جلده)

سے مانع ہے کیونکہ اس میں سخت تکلیف اور دشواری ہے تو ان جزاؤں کیوجہ سے وطی سے رکنا متحقق ہو گیا اور وطی سے رکنے کا نام ہی ایلاء ہے لہٰذا چار ماہ گزرنے پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی حلف بالطلاق کی صورت یہ ہے کہ عورت کے ساتھ وطی کرنے پر اس مخاطبہ کی طلاق کو معلق کرے اور اس کی دو صورتیں ہیں یا تو خود اس مخاطبہ بیوی کے ساتھ وطی کرنے پر اس کی طلاق کو معلق کرے یا اس کی سوتن کی طلاق کو معلق کرے اور ان دونوں صورتوں میں سے ہر ایک صورت وطی کرنے سے روکنے والی ہے۔ مثلاً شوہر نے کہا کہ اگر تجھ سے وطی کروں تو تجھ کو طلاق تو اگر چار ماہ کے اندر اندر وطی کر لی تو اس مخاطبہ کو ایک طلاق رجعی واقع ہو گی اور ایلاء ختم ہو جائے گا اور ایلاء کیوجہ سے طلاق بائن واقع نہیں ہو گی اور اگر یوں کہا کہ اگر تجھ سے وطی کروں تو میری فلاں بیوی کو طلاق تو اگر چار ماہ کے اندر وطی کر لی تو اس مخاطبہ کی سوتن کو طلاق واقع ہو گی اور ایلاء کیوجہ سے اس مخاطبہ عورت پر طلاق واقع نہیں ہو گی اور اگر چار ماہ گزر گئے تو یہ عورت ایک طلاق کی وجہ سے بائنہ ہو گی اور اس کی سوتن پر طلاق واقع نہیں ہو گی۔(۱)

لیکن اگر شرط و جزاء کے طور پر کسی ایسی چیز کا حلف اٹھائے جس کا کرنا عام طور پر بہت دشوار نہ ہو تو ایلاء نہ ہو گا جیسے کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں تم سے صحبت کروں تو تجھ پر چار رکعت نماز یا ایک دن کا روزہ لازم ہو گا تو صحبت کرنے سے نہ کفارہ لازم ہو گا اور نہ مدت ایلاء کے پورا کرنے سے اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو گی۔(۲)

(۱) ولو حلف بحج او بصوم او بصدقة او عتق او طلاق فهو مول لتحقق المنع باليمين وهو ذكر الشرط والجزاء وهذه الاجزية مانعة لما فيها من المشقة وصورة الحلف بالعتق ان يعلق بقربانها عتق عبده وفيه خلاف ابي يوسف فانه يقول يمكنه البيع ثم القربان فلا يلزمه شئ وهما يقولان البيع موهوم فلا يمنع المانعية فيه والحلف بالطلاق أن يعلق بقربانها طلاقها او طلاق صاحبتها وكل ذلك مانع (هداية صفحه ۴۰۲ جلد۲) (۲) قوله الا بشئ مشق يلزمه الشرط كونه مشقافي نفسه كالحج ونحوه كما يأتي فخرج غيره كالغزو وصلوة ركعتين عرض اشقاقه لجبن او كسل كما مر عن الفتح (شامی صفحه ۵۸ تا ۵۹ جلد۵)

اگر کسی شخص کی کئی بیویاں ہوں تو کیا ایلاء کی صورت میں تمام بیویوں پر طلاق واقع ہوگی یا صرف مخاطبہ پر طلاق واقع ہوگی تو اس سلسلہ میں صاحب درمختار نے علماء کے مختلف اقوال نقل کیے ہیں مگر علامہ شامی ان تمام اقوال کو بیان کرتے ہوئے اخیر میں بطور خلاصہ کے یوں فرماتے ہیں کہ شوہر کے ایلاء کرنے کی مختلف صورتیں ہیں اگر شوہر نے صرف ایک عورت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ (انت علی حرام) تو مجھ پر حرام ہے تو اس صورت میں بغیر اختلاف کے تمام علماء کے نزدیک صرف مخاطبہ عورت خاص ہوگی اور اسی پر طلاق بائن ہوگی اور دوسری پر طلاق واقع نہیں ہوگی اور اگر شوہر نے عام صیغہ استعمال کرتے ہوئے یوں کہا کہ (ان کل حل علی حرام) کہ جو کچھ میرے لئے حلال ہے وہ سب حرام۔ تو بالاتفاق تمام عورتوں پر طلاق واقع ہوگی اور اگر مفرد کا صیغہ استعمال کیا اور کہا کہ (امرأتی حرام) تو اس وقت غیر متعینہ طور پر صرف ایک بیوی پر طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا کہ میری عورت مجھ پر حرام ہے (حل الله او حلال المسلمین) کہ اللہ کی حلال کردہ چیز حرام ہے یا مسلمانوں کیلئے حلال شدہ چیز مجھ پر حرام ہے تو اس میں علماء کا اختلاف ہے مگر راجح قول یہ ہے کہ اس وقت بھی تمام عورتیں شامل ہوکر سب پر طلاق واقع ہوگی۔[1]

بغیر شرط و جزاء اور غیر اللہ کی قسم سے ایلاء نہیں

اگر کوئی شخص ایلاء کرتے ہوئے نہ تو اللہ کی قسم کھائے اور نہ شرط و جزاء کے طور پر کسی چیز پر حلف اٹھائے بلکہ اللہ کی قسم کے علاوہ کسی غیر اللہ کی قسم کھائے تو ایلاء شرعی نہیں ہوگا جیسے کسی نے اپنی بیوی سے مخاطب ہوتے ہوئے یوں کہا کہ

(۱) والحاصل انه لا خلاف فی إن انت علیه حرام یخص المخاطبة وفی ان کل حل علیه حرام یعم الاربع لصریح اداة العموم الاستغراقی وفی امراته حرام او طالق یقع علی واحدة غیر معینة وانما الخلاف فی نحو حلال الله او حلال المسلمین فقیل یقع علی واحدة غیر معینة نظرا الی صورة افراده والاشبه انه یعم الکل (شامی صفحه ۸۰ تا ۸۱ جلد ۵)

فلاں دیوتا کی قسم یا فلاں پیر کی قسم (معاذ اللہ) یا تمہاری قسم میں چار ماہ یا کبھی بھی تیرے قریب نہ جاؤنگا اور پھر اس نے چار ماہ کے اندر جماع کر لیا تو کفارہ بھی واجب نہیں ہوگا اور نہ چار ماہ گزر جانے پر عورت کو طلاق واقع ہوگی مگر اس طرح کی قسم کھانا ناجائز ہے حدیث میں ممانعت ہے۔[1]

ایلاء کے الفاظ صریح وکنایہ

جس طرح طلاق کیلئے بعض الفاظ صریح ہیں اسی طرح ایلاء کے بھی بعض الفاظ صریح ہیں کہ ان کو سنتے ہی ترک جماع کا مفہوم سمجھ میں آجاتا ہے اور دوسرے معنی کا احتمال نہیں رہتا جیسے (لا اقربك) میں تیرے قریب نہیں جاؤنگا (لا اجامعك) میں تجھ سے جماع نہیں کرونگا (لا اطوك) میں تجھ سے وطی نہیں کرونگا وغیرذالک ان میں نیت کرے یا نہ کرے جماع کرنے سے کفارہ اور مدت ایلاء تک ترک جماع سے طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اسی طرح بعض الفاظ کنایہ ہیں کہ ان سے صرف ترک جماع کا ہی مفہوم سمجھ میں نہیں آتا بلکہ دوسرے معنی کا بھی ان میں احتمال ہوتا ہے جیسے کوئی شخص اپنی بیوی کے متعلق کہے (لا امسها) میں اس کو نہیں چھوؤنگا (لا آتیها) میں اس کے پاس نہیں آؤنگا (لا ادخل بها) میں اس کے یہاں داخل نہیں ہونگا (لا اغشاها) میں اس کو نہیں ڈھانپونگا (لا اجمع راسی راسها) میں اپنے سر کو اسکے سر کیساتھ اکٹھا نہیں کرونگا وغیرہ تو ان صورتوں کا حکم شوہر کی نیت پر موقوف رہے گا اگر اس نے اس سے ترک جماع مراد لیا ہے تو ایلاء ہوگا ورنہ نہیں۔[2]

(۱) ولو حلف بغير الله عزوجل وبغير الشرط والجزاء لا يكون موليا حتى لاتبين بمضى المدة من غير فئ ولا كفارة عليه ان قربها لأنه ليس بيمين لانعدام معنى اليمين وهو القوة وقال النبئ لاتحلفوا باباائكم ولا بالطواغيت فمن كان منكم حالفا فليحلف بالله أوليذر وروى من حلف بغير الله فقد أشرك (بدائع الصنائع صفحه ۲۰٤ جلد۳)

(۲) الالفاظ التى يقع بها الايلاء نوعان صريح وكناية اما الصريح فكل لفظ يسبق الى الفهم معنى الوقاع منه لقوله لاقربك لاأجامعك الخ واما الكناية فكل لفظ لايسبق الى الفهم معنى الوقاع منه ويحتمل غيره فمالم ينو لايكون ايلاء كقوله لاامسها لاآتيها لاادخل بهالا اغشاها لا اجمع راسها وراسى الخ (فتاوى عالمگيرى صفحه ٤٧٧ جلد۱)

ایلاء سے رجوع کرنے کا طریقہ

ایلاء کے بعد اگر شوہر ایلاء سے رجوع کرنا چاہے تو اس کی دو صورتیں ہیں شوہر جماع پر قادر ہے یا نہیں اگر قادر ہے تو مدت ایلاء کے اندر صحبت کر کے کفارہ ادا کر دیگا تو ایلاء ختم ہو جائے گا صحبت پر قادر ہونے کی صورت میں زبانی رجوع کافی نہیں ہوگا اور اگر اس قدر بیمار ہو کہ چار ماہ تک صحبت پر قادر نہیں یا عورت کے بیمار ہونے کی وجہ سے یا عورت رتقاء ہو یعنی اس کے پیشاب کے راستہ میں کوئی ہڈی بڑھ گئی ہو جس کی وجہ سے عورت کے ساتھ جماع نہیں کیا جا سکتا یا ایسی چھوٹی بچی ہو کہ جماع کے قابل نہیں یا میاں بیوی کے درمیان اتنی دوری ہے کہ شوہر چار ماہ کی مدت میں عورت تک نہیں پہنچ سکتا تو صاحب ہدایہ نے مطلقاً ان تمام صورتوں میں شوہر کو رجوع بالقول کرنے کا اختیار دیا ہے کہ اگر شوہر نے مدت ایلاء میں (فئت الیھا) میں نے اس کی طرف رجوع کیا کہہ دیا تو ایلاء ساقط ہو جائے گا لیکن صاحب عنایہ نے اس کی مزید توضیح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر ایلاء کرنے والا شوہر بیمار ہے تو اس کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) پہلی صورت یہ ہے کہ کسی نے تندرستی کی حالت میں ایلاء کیا اور ایلاء کے بعد اتنی مدت تک تندرست رہا کہ اس مدت میں اگر اس عورت سے جماع کرنا چاہتا تو کر سکتا تھا مگر نہیں کیا اور بیمار ہو گیا تو ہمارے نزدیک اب یہ شخص جماع ہی کے ذریعہ رجوع کر سکتا ہے قول کے ذریعہ نہیں۔ (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے بحالت مرض ایلاء کیا اور مرض ہی کی حالت میں چار ماہ پورے ہو گئے تو یہ شخص رجوع بالقول کر سکتا ہے اور الفاظ رجوع یہ ہیں فئت الیھا. رجعت الیھا. راجعتھا. ارجعتھا. ابطلت ایلاء ھا. وغیرہ ان الفاظ کے ذریعہ اگر زبان سے رجوع کر لیا تو ایلاء ساقط ہو جائے گا مگر کفارہ واجب نہیں ہوگا کیونکہ کفارہ حانث ہونے کی جزاء ہے اور حانث ہونا رجوع بالقول سے متحقق نہیں ہوتا جب تک کہ جماع نہ کر لے۔ (۳) تیسری شکل یہ ہے کہ کسی نے بحالت مرض ایلاء کیا اور پھر مدت ایلاء میں اس کو جماع کی قدرت حاصل

ہو گئی تو اب اس کا رجوع جماع ہی کے ساتھ معتبر ہوگا اگر قدرت علی الجماع سے قبل رجوع بالقول نہ کیا ہو تو فبہا ورنہ کیا ہوا رجوع بالقول باطل ہو جائے گا کیونکہ خلیفہ کے ذریعہ مقصود حاصل کرنے سے پہلے اصل پر قادر ہوگیا۔[1]

رجوع بالقول مانع وطی حقیقی کیوجہ سے ہے

ایلاء سے رجوع بالقول کا اعتبار جس عجز کیوجہ سے جن صورتوں میں کیا گیا ہے اس سے عجز حقیقی یعنی مانع وطی حقیقی مراد ہے شرعی مانع نہیں کیونکہ اگر شرعی مانع ہے تب تو وہ واقعتاً قادر ہے اور حکماً عاجز ہے جیسے کسی نے ایلاء کیا اس وقت جبکہ اس کی بیوی احرام کی حالت میں ہے یا یہ خود محرم ہے اور حج میں ابھی چار ماہ باقی ہیں تو اس وقت رجوع بالقول کا اعتبار نہیں ہو گا رجوع بالفعل یعنی جماع کرنا ضروری ہو گا اگرچہ اس فعل میں گنہگار ہو گا کیونکہ سبب اس کے اختیار سے واقع ہوا ہے۔[2]

ایلاء میں قسم کا کفارہ کیا ہے

ماقبل میں یہ بات آچکی ہے کہ ایلاء کی مدت میں جماع کرنے سے کفارۂ

---

(۱) وان كان المولي مريضا لايقدر علي الجماع او كانت مريضة أو رتقاء او صغيرة لاتجامع او كانت بينهما مسافة لايقدر ان يصل اليها في مدة الايلاء ففيئة أن يقول بلسانه فئت أليها في مدة الايلاء فان قال ذلك سقط الايلاء (هداية صفحه ٤٠٣ جلد٢) هذه المسئلة على ثلثة اوجه احدها انه آلي وهو صحيح وبقي بعد الايلائه صحيحا مقدار ما يستطيع فيه ان يجامعها ثم مرض بعد ذلك وفيئه بالجماع عندنا.... الثاني انه الي وهو مريض وتم اربعة اشهر وهو مريض فيئة ان يقول بلسانه فئت اليها فان قال ذلك سقط الايلاء عندنا... ولايلزم من كونه فيا علي هذ الوجه ان تجب الكفارة لانها جزاء الحنث والحنث لايتحقق بالفئ باللسان... والثالث انه الي وهو مريض وقدر علي الجماع في المدة وفيوه بالجماع سواء كان فاء اليها في مرضه بالقول اولم يفئ اما اذا لم يفئ فظاهر وكذلك اذا فاء لانه قدر علي الاصل قبل حصول المقصود بالخلف (شرح عناية علي الهداية علي هامش فتح القدير صفحه ٥٣ تا ٥٤ جلد٤)

(۲) ولو عجزاي اي المولي حقيقة بان لايكون المانع عن الوطي شرعيا فانه حٓ قادراً عليه حقيقة عاجز حكما كما اذا آلي من امرأته وهي محرمة او هو محرم وبينهما وبين الحج اربعة اشهر فان فياة لايصح الابالفعل وان كان عاصيا في فعله لكون السبب باختياره كذا في التاتار خانية (عمدة الرعاية علي شرح الوقاية صفحه ١٠٦ جلد٢)

یمین لازم ہوتا ہے کفارۂ یمین کو قرآن نے اس ترتیب سے بیان کیا ہے۔

فَكَفَّارَتُهٗ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ [1]

سو قسم کا کفارہ دس محتاجوں کو اوسط درجہ کا کھانا کھلانا ہے جو عام طور پر تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے دینا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے اور جس کی قدرت میں یہ تینوں نہ ہوں تو تین دن کا روزہ رکھنا ہے یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب تم قسم کھاؤ۔

اس آیت میں ترتیب وار قسم کے کفارے چار بیان کئے گئے ہیں پہلا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے اگر کھانا نہیں کھلا سکتا تو اسی کھانے کا بدل جتنا غلہ دیا جاتا ہے اتنا ہی دس فقیروں کو دیدے یعنی فقیروں کو ایک کیلو چھ سو تینتیس گرام گیہوں دیدے دوسرا اگر کھانا نہ کھلاتا ہو تو دس مستحقین کو کپڑا پہنائے اتنا کپڑا کہ پورا بدن ڈھک جائے مرد کیلئے کرتہ پائجامہ یا لنگی اگر عورت ہو تو اتنا کپڑا دے کہ نماز پڑھ سکے اس سے زیادہ دینا بہتر ہے اس سے کم میں کفارہ ادا نہیں ہوگا۔ تیسرا کھانا یا کپڑا نہ دینا ہو تو ایک غلام آزاد کرے (ان تینوں میں ترتیب نہیں تینوں میں سے جس کو چاہے دیدے) لیکن اگر ان تینوں پر قدرت نہیں ہے تو تین دن کے مسلسل روزے رکھے بیچ میں ناغہ کرنے سے کفارہ ادا نہیں ہوگا پھر سے روزہ رکھنا ہوگا۔

مسئلہ:- کفارہ حانث ہونے کے بعد ادا کیا جائے گا لہٰذا اگر جماع سے قبل کفارہ دیدیا اور پھر جماع کیا تو دیا ہوا کفارہ ساقط ہو جائے گا پھر سے ادا کرنا پڑیگا۔ [2]

---

(۱) سورۃ المائدۃ (۲) وکفارته عتق رقبة او اطعام عشرة مساكين كما مر فى الظهار او كسوتهم لكل ثوب ليستعله يستر علمة بدنه فلم يجز السراويل فان عجز عنها وقت الاداء اى عجز عن الاشياء الثلثة وقت ارادة الاداء صام ثلثة ايام ولاء ولم تجز بلا حنث التكفير قبل الحنث لايجوز عندنا حتى لوكفر قبل الحنث ثم حنث تجب الكفارة (شرح وقاية صفحه ۲۰۸ جلد۲) فتاوى رحيميه ميں بهى اسى طرح بيان كيا هے صفحه ۴۲۲ جلد۶

ایلاء میں خود بخود طلاق بائن ہو جائیگی تفریق کیلئے قضاء قاضی کی ضرورت نہیں

ایلاء کی مدت چار ماہ گزر جانے سے عورت پر خود بخود طلاق بائن ہو جائیگی تفریق کیلئے قضاء قاضی کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ حضرت عثمانؓ اور زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں اذا مضت اربعة اشهر فهي واحدة وهي احق بنفسها تعتد عدة المطلقة اور یہی مضمون حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ کے علاوہ حضرات تابعینؒ سے بھی منقول ہے۔[1]

ظہار کا بیان

ظہار کے لغوی و شرعی معنی

ظہار کا لفظ ظہر سے مشتق ہے بمعنی پیٹھ اور ظہار باب مفاعلۃ کا مصدر ہے۔ جس کے معنی ہیں پشت کو پشت کے مقابل کرنا یا ملانا، یا مرد کا اپنی بیوی سے (انت علي كظهر امي) کہنا۔ اور شریعت کی اصطلاح میں۔ اپنی منکوحہ کو یا اس کے کسی ایسے عضو کو جس سے پوری ذات مراد لی جاسکتی ہو اپنی محرمات ابدیہ میں سے کسی سے یا ان کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہے ظہار کہلاتا ہے (محرمات ابدیہ خواہ نسبیہ ہوں یا صہریہ اور رضاعیہ) جیسے کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو میرے لئے میری ماں کی مانند ہے یا تو اس کی پیٹھ کی مانند ہے یا میری بہن یا پھوپھی یا خالہ یا رضاعی ماں یا ساس وغیرہ کی مانند ہے یا ان کی پیٹھ کے مانند ہے۔[2]

---

(۱) مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۵۳ تا ۴۵۷ جلد ۶ بحوالہ درس ترمذی

(۲) باب الظهار هو لغة مصدر ظاهر من امرأته اذا قال لها انت علي كظهر امي وشرعا تشبيه المسلم... زوجته... او تشبيه ما يعبر به عنها من اعضائها او تشبيه جزء شائع منها بمحرم عليه تابيدا (درمختار) لان الظهار مفاعلة من الظهر فيقال ظاهرته اذا قابلت ظهرك كظهره حقيقة الخ قوله (بمحرم عليه) اى بعضو يحرم النظر اليه اعضاء محرمة عليه نسبا او صهرية او رضاعا كما في البحر او بجملتها كانت على كلمى فانه تشبيه بالظهر وزيادة كما يأتى (درمختار مع الشامى صفحہ ۱۲۳ تا ۱۲۵ شامى جلد ۵)

ظہار کی مشروعیت اسلام میں کیسے ہوئی

ظہار زمانۂ جاہلیت میں طلاق سے بھی زیادہ سخت، ہمیشہ کیلئے حرمت اور قطع تعلق کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا بناء بریں اہل عرب کے یہاں طلاق کے بعد بیوی سے رجوع کی گنجائش تو تھی مگر ظہار کے بعد رجوع کا امکان ختم ہو جاتا تھا کیونکہ ان کے نزدیک اس کا مطلب یہ تھا کہ شوہر اپنی بیوی سے صرف ازدواجی تعلق ظہار کے ذریعہ نہیں توڑتا بلکہ اس کو ماں کے مثل قرار دیکر بیوی کو ماں کی طرح ہمیشہ کیلئے اپنے اوپر حرام قرار دے رہا ہے ابتداءِ اسلام میں جبکہ اس کے متعلق کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا اس سلسلے میں ایک واقعہ درپیش ہوا کہ صحابی رسول حضرت اوس بن ثابتؓ نے غصہ میں اپنی بیوی خولہ بنت ثعلبہ سے یوں کہا (انت علی کظھر امی) کہ تو میرے حق میں ایسی ہے جیسے میری ماں کی پشت مجھ پر حرام ہے پھر بعد میں دونوں شرمندہ ہوئے اور حضرت خولہ چارہ جوئی اور تحقیق حال کیلئے دربار رسالت میں حاضر ہوئیں۔ چونکہ اب تک اس سلسلے میں کوئی آسمانی حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ سابقہ رواج کے مطابق آپؐ نے فرمایا (ما اراك الا قد حرمت علیه) کہ میری رائے میں تو اپنے شوہر پر حرام ہو گئی اس پر انھوں نے واویلا کرتے ہوئے کہا کہ (اللھم انی اشکو الیك) یا خداوند تعالیٰ میں تیری طرف اپنی شکایت کرتی ہوں۔ اور حضورؐ کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری جوانی اسی شوہر کے گھر گزری ہے اب جب بوڑھی ہو چکی ہوں تو یہ ظہار کر بیٹھا ہے جدائیگی کی صورت میں گھر برباد ہو کر رہ جائے گا میرے بچوں کا گزر کیسے ہوگا اس کے بعد آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگیں بارالٰہی مجھ بے سہارا کا تو ہی وارث ہے میری فریادرسی کر اسی وقت سورۂ مجادلہ کی آیت نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے مسئلہ کا حل بیان کر دیا کہ ظہار سے حرمت مؤبدہ کیا طلاق بھی واقع نہیں ہوتی۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِنْ نِّسَائِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلاَّ الّٰئِيْ وَلَدْنَهُمْ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَراً مِنَ الْقَوْلِ وَزُوْراً وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ (۱)

بیشک اللہ تعالی نے اس عورت کی بات سن لی جو آپؐ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی اور اللہ تعالی سے شکایت کرتی تھی اور اللہ تعالی تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا اللہ تعالی سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ ظہار سے انکی ماں نہیں ہو جاتیں ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے اور وہ لوگ بلا شبہ ایک نامعقول اور جھوٹ بات کہتے ہیں اور یقیناً اللہ تعالی معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

ظہار کے ارکان

ظہار کے چار ارکان ہیں (۱) شوہر کا عاقل، بالغ اور مسلم ہونا لہٰذا نابالغ اور پاگل کے ظہار کا اعتبار نہیں (۲) بیوی کی پوری ذات یا اس کے کسی ایسے عضو کو تشبیہ دینا جس سے پوری ذات مراد لی جا سکتی ہو جیسے پیٹھ، پیٹ، سر، ران، فرج، یا نصف بدن وغیرہ سے تشبیہ دینے سے ظہار واقع ہوگا اس کے برخلاف ہاتھ، پیر، پہلو وغیرہ سے ظہار نہیں ہوگا کیونکہ اس سے پوری ذات مراد نہیں لی جاتی۔ (۳) حرف تشبیہ کا ہونا۔ عربی میں جیسے حرف کاف یا نحو یا مثل اور اردو میں جیسے لفظ مثل طرح یا مانند وغیرہ کا صراحۃً تذکرہ کرنا ضروری ہے لہٰذا اگر بغیر تشبیہ کے صرف یوں کہدے کہ تو میری ماں ہے یا میری بہن ہے یا تیری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ ہے تو اس سے ظہار نہیں ہوگا اس طرح کا کلام لغو شمار ہوگا مگر اس طرح کہنا مکروہ

(۱) سورة المجادلة آيت صفحه ۲۸۰

تحریمی اور گناہ ہے۔[۱] اسی طرح بیوی شوہر کو باپ، بھائی وغیرہ کہے تو ظہار نہیں ہوگا مگر اس طرح کہنا مکروہ اور گناہ ہے۔

ظہار صریح و کنائی

ظہار کے الفاظ دو قسم پر ہیں (۱) صریحہ (۲) کنایہ۔ (۱) ظہار صریحہ یہ ہے کہ محرمات ابدیہ کے کسی ایسے عضو کیساتھ تشبیہ دی جائے جس کا دیکھنا حرام ہے جیسے بیوی سے کہنا کہ تو میری ماں کی پیٹھ کی مانند ہے تو اس سے نیت کرے یا نہ کرے ظہار ہو جائے گا۔ (۲) ظہار کنائی یہ ہے کہ محرمات ابدیہ کی پوری ذات سے تشبیہ دی جائے جیسے کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو میری ماں کی مانند ہے یا بہن کی مانند ہے تو یہ کلام ظہار صریح نہیں ہوگا اس میں ظہار، طلاق، ایلاء اور عزت و کرامت میں مماثلت سبھی کا احتمال ہے۔ لہٰذا ان کلمات میں شوہر کی نیت کا اعتبار ہوگا اگر اس سے ظہار مراد لیا ہے تو ظہار اور اگر ایلاء یا طلاق مراد لیا ہے تو طلاق واقع ہوگی۔ اور اگر ان کلمات سے بیوی کی عزت و شرافت کو ماں کی عزت و شرافت کے مثل قرار دینا ہے تو تسلیم کیا جائے گا اور اس سے کچھ بھی واقع نہ ہوگا۔

لیکن اگر یہ جملے مذاکرۂ طلاق یا باہمی جھگڑے کے وقت استعمال کیے گئے ہیں تو پھر قضاءً عزت و کرامت کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا۔[۲]

---

(۱) (۲) والحاصل ان هنا اربعة اركان المشبه والمشبه والمشبه به واداة التشبيه اما الاول وهو المشبه وهوبكسر الباء فهو الزوج البالغ العاقل المسلم وزاد في التتار خانية العالم ولا يخفى ما فيه واما الثاني وهو المشبه بفتح الباء المنكوحة او عضو منها يعبربه عن كلها او جزء شائع واما الثالث وهو المشبه به عضو لايحل النظر اليه من محرمة عليه تابيدا واما الرابع وهو الدال عليه وهو ركنه وهو صريح وكناية (بحرالرائق صفحه ۱۶۰۔۱۶۱ جلد۴) وان نوى بانت على مثل امي او كامي وكذا لوحذف على خانية برا او ظهاراً او طلاقا صحت نيته ووقع مانواه لانه كناية والا ينوى شيئا او حذف الكاف لغا وتعين الادنى اى البر يعنى الكرامة ويكره قوله انت امي ويا ابنتي ويا اختي ونحوه وبانت على حرام كامي صح مانواه من ظهاراً او طلاق وتمنع ارادة الكرامة لزيادة لفظ التحريم وان لم ينو ثبت الادنى وهو الظهار في الاصح وبانت على حرام كظهر امي ثبت الظهار لاغير لانه صريح (درمختار) (قوله لانه كناية) اى من كنايات الظهار والطلاق قال في البحر واذا نوى به الطلاق كان بائنا كلفظ الحرام وان نوى الايلاء فهو ايلا... وينبغي ان لايصدق قضاء في ارادة البر اذا كان في حال المشاجرة وذكر الطلاق (شامي صفحه ۱۳۱ جلد۵)

چونکہ عام طور سے لوگ ظہار سے ناواقف ہوتے ہیں غصہ میں جب ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں تو بالیقین طلاق اور دائمی مفارقت ومتارکت کی نیت ہوتی ہے اس لئے جب شوہر کی نیت کا حال معلوم نہیں تو ظاہری عرف کے لحاظ سے طلاق بائن کے وقوع کا حکم لگایا جائے گا اور دوبارہ نکاح کرنا ضروری ہوگا۔[1]

اگر ہمبستری کروں تو ماں سے کروں

اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تجھ سے ہم بستری کروں تو ماں سے کروں تو اس سے نہ ظہار ہوگا اور نہ طلاق مگر اس طرح کہنا برا ہے۔[2]

ظہار کے احکام

ظہار سے نہ طلاق واقع ہوتی ہے اور نہ نکاح ختم ہوتا ہے لیکن جب تک کفارۂ ظہار ادا نہ کرے تب تک بیوی سے جماع، بوس وکنار، مباشرت وغیرہ کچھ نہیں کرسکتا۔ البتہ بات چیت کرنا حرام نہیں ہے بغیر کفارہ ادا کئے جماع کرنا سخت گناہ ہے عورت کو بھی چاہئے کہ اس کو اپنے قریب آنے نہ دے اور اگر صحبت کر ہی لے تو توبہ واجب ہے اس کے ساتھ کفارہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔[3]

کسی متعینہ مدت تک کیلئے ظہار

اگر کسی نے ایک متعینہ وقت تک کیلئے ظہار کیا مثلاً یوں کہا کہ تو میرے لئے ایک سال یا ایک ماہ تک میری ماں کی مانند ہے تو اگر متعینہ وقت سے قبل وطی یا مباشرت کریگا تو ظہار کا کفارہ دینا پڑیگا اور مدت کے بعد مباشرت یا وطی کرنے سے

---

(۱) فتاوی دارالعلوم صفحہ ۲۰۹ جلد ۱۰

(۲) لو قال ان وطئتك وطئت امی فلاشئ علیه (عالمگیری صفحہ ۵۰۷ جلد۱)

(۳) واذا قال الرجل لامرأته انت علی کظھر امی فقد حرمت علیه لایحل له وطؤھا ولامسھا ولا تقبیلھا حتی یکفر ظھارہ عن بقوله تعالی والذین یظاھرون من نسائھم الی ان قال فتحریر رقبة من قبل ان یتماسا (ھدایه مع فتح القدیر (صفحہ ۸۶ جلد ۴)

ظہار ساقط ہو جائے گا اور کفارہ بھی دینا پڑیگا۔ ؎۱

نکاح پر معلق کر کے ظہار کرنا

اگر کسی اجنبیہ سے کسی نے کہا کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تو میرے لئے میری ماں کی مانند ہے اور پھر اسی عورت سے نکاح کر لیا تو ظہار ہو جائے گا۔

اور اگر یوں کہا کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو، تو طلاق والی ہے اور پھر کہا کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو، تو میری ماں کے مانند ہے تو ظہار و طلاق دونوں واقع ہو جائیں گی۔ ؎۲

ظہار کرنے کے بعد تین طلاق دیدیا

اگر کسی نے اپنی بیوی سے ظہار کرنے کے بعد تین طلاقیں دیدیں۔ پھر حلالہ یعنی دوسرے شوہر سے نکاح کے بعد زوج اول کی طرف لوٹ آئی تو کفارہ ادا کرنے سے قبل ظہار ختم نہیں ہوگا۔ ؎۳

مشیت پر ظہار کو معلق کرنا

اگر کوئی اللہ کی مشیت پر ظہار کو معلق کرتے ہوئے کہے کہ انشاءاللہ تو میری ماں کی مانند ہے تو اس سے طلاق کیطرح ظہار بھی نہیں ہوگا ہاں اگر کسی دوسرے شخص کی مشیت پر معلق کرتے ہوئے کہے کہ فلاں چاہے تو۔ تو میری ماں کی مانند ہے تو فلاں شخص کے چاہنے سے ظہار ہو جائے گا ورنہ نہیں اور اگر یوں کہے کہ اگر تو چاہے

(۱) ولو ظاهر موقتا بان قال انت على كظهر امى اليوم او الشهر او السنة يصير مظاهرا فى الحال فاذا مضى ذلك الوقت بطل (فتاوى قاضيخان على هامش عالمگيرى صفحه ۵۴۲ جلد۱)

(۲) ولو قال لاجنبية اذا تزوجتك فانت على كظهر امى فتزوجها يكون مظاهرا ولو قال اذا تزوجتك فانت طالق ثم قال اذا تزوجتك فانت على كظهر امى فتزوجها يلزمه الطلاق والظهار جميعا لانهما يقعان فى حالة واحدة (فتاوى قاضيخان على هامش عالم گيرى صفحه ۵۴۳ جلد۱) (۳) اذا ظاهر من امرأته ثم طلقها ثلاثا ثم تزوجها بعد زوج آخر كان مظاهرا لايحل له وطوها قبل التكفير لان وقوع الفرقة لايبطل الظهار (فتاوى قاضيخان على هامش شامى صفحه ۵۴۲تا۲۴۴ جلد۱)

تو۔ تو میرے لئے میری ماں کی مانند ہے تو جب عورت اسی مجلس میں چاہ لے گی تو ظہار ہو جائے گا۔ نہ چاہنے سے ظہار نہ ہو گا۔[1]

ظہار کرنا گناہ ہے

ظہار کرنا گناہ ہے بلکہ بعض علماء نے اسے گناہ کبیرہ کہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ظہار کرنے والے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔

وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنكَراً مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا

کہ وہ لوگ (جو اپنی بیویوں کو ماں کہتے ہیں) بلاشبہ ایک نامعقول اور جھوٹ بات کہتے ہیں۔ اس لئے گناہ لازم ہے۔[2]

ظہار کا کفارہ

کفارۂ ظہار کو سورۂ مجادلہ میں اس ترتیب سے بیان کیا گیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُظَاهِرُوْنَ مِنْ نِّسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاسَّا ذَالِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْناً[3]

اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں تو ان کے ذمہ ایک غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں اس سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے پھر جس کو میسر نہ ہو تو اس کے ذمہ مسلسل دو ماہ کا روزہ رکھنا ہے قبل اسکے کہ دونوں باہم اختلاط کریں اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں ہے تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔

---

(۱) ولو قال انت علی کظهر امی ان شاء الله لایکون ظهارا کمالا یکون طلاقا ولو قال انت علی کظهر امی ان شاء فلان او قال انت علی کظهر امی ان شئت فهو علی المشیئة فی المجلس (فتاوی قاضیخان علی هامش شامی عالمگیری صفحه ۵۴۳ جلد ۱)

(۲) بیان القرآن (۳) سورة المجادلة صفحه ۲۴ آیت ۳

تشریح:- آیت کریمہ میں کفارۂ ظہار تین چیزیں بیان کی گئیں ہیں جن میں ترتیب وتسلسل واجب ہے پہلے غلام آزاد کرے اور اگر اس پر قدرت نہیں (جیسا کہ اس زمانہ میں) تو دو ماہ کے مسلسل روزہ رکھے۔ اگر تحریر رقبہ یا روزہ رکھنے کے درمیان صحبت کرلے تو از سر نو کفارہ ادا کرنا پڑیگا اسی طرح اگر بیچ میں ایک روزہ بھی توڑ دیا تو بھی از سر نو مسلسل دو ماہ روزہ رکھنا ہوگا۔ خواہ جان بوجھ کر وطی اور افطار کیا یا بھولے سے عذر کی وجہ سے کیا ہو یا بغیر عذر کے خواہ دن میں وطی کی ہو یا رات میں ہاں اطعام مسکین کے درمیان صحبت کرنے سے صرف گناہ ہوگا نہ کہ تجدید کفارہ۔ لہٰذا روزہ اس طور پر رکھے کہ رمضان کے روزے اور وہ پانچ دن جن میں روزہ رکھنا حرام ہے شامل نہ ہوں ہاں اگر چاند کی ابتداء سے روزہ شروع کیا تو دو ماہ انتیس کے ہونے سے ۵۸ دن کے روزے بھی کفارہ کیلئے کافی ہو جائیں گے لیکن اگر ابتداء چاند کی پہلی تاریخ سے نہ ہو اور انسٹھ دن روزے رکھنے کے بعد بھی افطار کرلے تو بھی از سر نو روزہ رکھنا پڑیگا۔

اور اگر روزہ نہیں رکھ سکتا تو پھر ساٹھ مسکینوں کو ایک دن دو وقت یا ایک مسکین کو ساٹھ دن دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اگر کھانا نہیں کھلانا چاہتا تو ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک کو صدقۂ فطر کے برابر نصف صاع یعنی پونے دو سیر گیہوں یا ایک صاع یعنی ساڑھے تین سیر جو یا اس کی قیمت دیدے یا ایک مسکین کو ساٹھ دن تک دیتا رہے اگر ایک ہی دن ایک مسکین کو ساٹھ دن کا غلہ دیدے تو کفارہ ادا نہیں ہوگا مگر صرف اس ایک دن کا ادا ہو جائیگا جس دن دیا ہے اور اگر ایک مسکین کی مقدار کو چند فقیروں میں دیدے تو بھی ادا نہ ہوگا۔[1]

(۱) باب الکفارۃ... ھی ... تحریر رقبة ... فان لم یجد المظاھر ما یعتق...صام شھرین ولو ثمانیة و خمسین بالھلال والافستین یوما... متتابعین قبل المسیس لیس فیھما رمضان وایام نھی عن صومھا ... فان افطر بعذر .... او بغیرہ او وطئھا... فیھما ای الشھرین مطلقا لیلا او نھارا عامدا او ناسیا ... استونف الصوم لاالاطعام... فان عجز عن الصوم ... اطعم ای ملك ستین مسکینا ولو حکما... کالفطرة قدرا مصرفا او قیمة ذلك... وان اراد الاباحة فغداھم وعشاھم... جاز ... کما جاز لو اطعم واحدا ستین یوما لتجدد الحاجة ولو اباحة کل الطعام فی یوم واحد دفعة اجزا عن یومه ذلك فقط اتفاقا. (درمختار علی ھامش شامی صفحه ۱۳۴ تا ۱۴۵ جلد۵)

اگر شوہر کفارۂ ظہار کیوجہ سے صحبت نہ کرے

ظہار کرنے کے بعد اگر شوہر کفارہ ادا کرنے کے ڈر سے بیوی سے صحبت نہ کرے اور اس کو معطل بنا کر رکھدے تو عورت کو قاضی کے یہاں مقدمہ دائر کر کے قاضی کے ذریعہ کفارہ ادا کرنے یا طلاق دینے پر مجبور کرنے کا حق ہے۔[1]

لعان کا بیان

لعان کے لغوی و شرعی معنیٰ

لعان باب مفاعلت کا مصدر لعنت سے مشتق ہے بمعنی دھتکارنا اور رحمت سے دور کرنا ہے۔ شریعت میں لعان ان چار شہادتوں اور ایک مرتبہ لعن و غضب کو کہتے ہیں جو میاں بیوی کے درمیان شرعی ضابطہ کے مطابق قاضی کے سامنے جاری ہوں۔[2]

لعان کی حقیقت

جب مرد اپنی پاک دامن مسلمان بیوی پر زنا کی تہمت لگائے (مثلاً شوہر بیوی سے کہے کہ تو زانیہ ہے یا میں نے تجھے زنا کرتے دیکھا ہے یا یوں کہے کہ اے زانیہ یا شوہر اپنی بیوی کے بچہ کے نسب کی نفی کرے مثلاً شوہر یوں کہے کہ تیرا یہ بچہ زنا سے ہے یا یہ بچہ میرا نہیں ہے) اور اس پر شوہر چار چشم دید گواہ پیش نہ کر سکے اور عورت اپنے شوہر پر حد قذف کا مطالبہ کرے اور قاضی کے یہاں درخواست پیش کرے تو شوہر پر لعان واجب ہوگا۔

اگر بیوی نے زنا کا اقرار کر لیا یا خود شوہر نے ہی تہمت لگانے میں اپنے کو جھوٹا ہونے کا اقرار کر لیا تو پھر لعان واجب نہیں ہوگا لعان کیلئے شوہر کا اپنے دعویٰ پر مصر ہونا اور بیوی کا اپنے انکار پر قائم رہنا ضروری ہے۔

(۱) وللمرأة ان تطالبه بالوطء لتعلق حقها به و عليها ان تمنعه من الاستمتاع حتى يكفر وعلى القاضي الزامه به بالتكفير دفعا للضرر عنها بحبس او ضرب الى ان يكفر او يطلق (درمختار على هامش شامي صفحه ۱۳۰ جلده) (۲) وينبغي ان يكون بحضرة الامام او القاضي وجمع من المسلمين الخ اللعن في اللغة الطرد والا بعاد وفي الفقه اسم لما يجرى بين الزوجين من الشهادات بالالفاظ المعلومات سمي بذالك لوجود لفظ اللعن في الخامسة (مرقاة المفاتيح ص ۴۵۵ تا ۴۵۶ جلد۶

لعان کی مشروعیت

ابتداء اسلام میں حد قذف کا حکم نازل ہونے کے بعد صحابہ کرام کے مابین یہ سوال پیدا ہوا کہ غیر مردوں اور عورتوں کی بد فعلی دیکھ کر گواہ کے نہ ہونے کی صورت میں آدمی صبر تو کر سکتا ہے کہ کچھ نہ بولے نظر انداز کر دے لیکن اگر خود اپنی بیوی کی بد چلنی دیکھ لے تو کیا کرے اگر مجرم کو قتل کر دے تو خود سزا کا مستوجب ہو جائے گواہ ڈھونڈنے جائے تو مجرم فرار ہو جائے اور معاملہ ختم ہو کر رہ جائے صبر کر کے ازدواجی رشتہ بر قرار رکھے تو ضمیر گوارہ نہ کرے طلاق دیکر جدا کر دے تو عورت اور اس کے آشنا بغیر کسی عتاب کے رہ جائیں اور ناجائز حمل کا بچہ گلے لگے۔

ابتداءً حضرت سعد بن وقاصؓ اور بعدہ حضرت عویمر عجلانی نے ایک فرضی سوال کی شکل میں یہ مسئلہ حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا اس کے بعد حقیقتاً ایک ایسا ہی واقعہ پیش آگیا حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ ہلال ابن امیہ نے حضورؐ کی خدمت میں اپنی بیوی کے شریک بن سحماء کیساتھ ملوث ہونے کا چشم دید واقعہ پیش کیا حضورؐ نے فرمایا اس پر ثبوت پیش کرو۔ ورنہ حد قذف جاری ہوگی ہلال نے کہا اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں وہ واقعہ پیش کر رہا ہوں جس کو میری آنکھوں نے دیکھا ہے اور کانوں نے سنا ہے مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملہ پر ایسا حکم نازل فرمائے گا جو میری پیٹھ کو بچائے گا اس پر سورہ نور کی آیت (وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ الخ) نازل ہوئی جس میں لعان کی پوری صورت اور طریقہ بتلادیا گیا ہے۔[1]

لعان کا طریقہ

لعان کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی کے روبرو پہلے شوہر چار دفعہ اس طرح قسم کھائے کہ میں اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ اپنی بیوی پر زنا کی تہمت جو

(۱) بخاری شریف صفحہ ۶۹۵ جلد ۲)

میں نے لگائی ہے اس میں میں سچا ہوں پھر پانچویں دفعہ کہے کہ خدا کی لعنت ہو مجھ پر اگر میں اس معاملہ میں جھوٹا ہوں اس کے بعد عورت چار دفعہ یوں کہے کہ میں اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتی ہوں کہ مجھ پر میرے شوہر نے جو زنا کی تہمت لگائی ہے اس میں وہ جھوٹا ہے پھر پانچویں دفعہ کہے کہ مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر میرا شوہر اپنی اس بات میں سچا ہے مذکورہ بالا شہادتوں کے بعد قاضی دونوں کے درمیان تفریق کردیگا اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہوگی۔(۱)

شرائط وجوب لعان

زنا کی تہمت کے بعد لعان کے واجب ہونے کے نو شرائط ہیں (۱) میاں بیوی دونوں کا مسلمان، آزاد، عاقل بالغ ہونا (۲) دونوں میں سے ہر ایک کا حد قذف کی تہمت سے محفوظ ہونا یعنی میاں بیوی میں سے کسی نے کبھی کسی پر زنا کی تہمت لگائی اور اس کو گواہ کے ذریعہ ثابت نہ کرسکا جس کے نتیجہ میں اس پر تہمت لگانے کی سزا (اسّی کوڑے) جاری کی گئی تو پھر لعان نہیں ہوگا۔ (۳) دونوں کے درمیان نکاح صحیح کا موجود ہونا ضروری ہے لہٰذا اگر دونوں کے درمیان نکاح فاسد ہوا تھا اور پھر شوہر نے تہمت لگائی تو لعان نہیں ہوگا یا اسی طرح بیوی مطلقہ بائنہ ہو چکی ہے اور پھر تہمت لگائے تو بھی لعان واجب نہیں ہوگا۔ (۴) بیوی پاک دامن ہو یعنی عورت زنا، وطی بالشبہ اور وطی بنکاح فاسد سے محفوظ ہو۔ (۵) شوہر کا اپنے دعویٰ پر بینہ قائم نہ کرنا اگر بینہ یعنی زنا پر چار گواہ پیش کردے تو پھر لعان نہیں ہوگا۔ (۶) شوہر کا اپنے دعویٰ پر قائم رہنا اور عورت کا اس سے انکار پر باقی

---

(۱) وصورته ان یقول هو اولا اربع مرات اشهد بالله انی صادق فیما رمیتها به من الزنا وفی الخامسة لعنة الله علیه ان کان کاذبا فیما رماها به من الزنا مشیرا الیها فی جمیعه ثم تقول هی اربع مرات اشهد بالله انه کاذب فیما رمانی به من الزنا وفی الخامسة غضب الله علیها ان کان صادقا فیما رمانی به من الزنا ثم یفرق القاضی بینهما... وتبین بطلقة (شرح الوقایه صفحه ۱۲۰ جلد۲)

رہتے ہوئے لعان کا مطالبہ کرنا۔ (۷) تہمت زنا صاف اور صریح الفاظ کے ذریعہ لگایا جانا لہٰذا اگر گونگے نے اشارہ سے تہمت لگائی تو لعان واجب نہیں ہوگا۔ (۸) شوہر کا اپنی بیوی کے بچہ کے نسب سے انکار کرنا لہٰذا اگر حمل کا انکار کیا تو لعان نہیں ہوگا اگر چہ اس کے بعد عورت نے چھ مہینہ سے کم ہی مدت میں بچہ جن دیا۔ (۹) ملک کا دار الاسلام ہونا لہٰذا ہندوستان میں لعان نہیں ہوگا۔[1]

لعان کا حکم

لعان کے بعد قضاء قاضی کے ذریعہ تفریق سے عورت پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی اگر بچہ کی ولادت ہو گئی تو اس کا نسب شوہر سے ختم کر کے اس کو اس کی ماں کیطرف منسوب کر دیا جائیگا اور شوہر اپنے دعوی پر اور عورت اپنے انکار پر تفریق کے بعد بھی قائم رہے تو دونوں میں پھر نکاح کبھی نہیں ہو سکتا جس طرح مطلقہ بائنہ تجدید نکاح اور مغلظہ۔ حلالہ کے بعد شوہر اول کیلئے حلال ہو جاتی ہے۔ اس طرح یہاں نہیں ہوگا۔ ہاں اگر تفریق کے بعد شوہر اپنے دعوی سے پھر جائے اور اپنے آپ کو جھٹلادے یا عورت اپنے انکار کو واپس لے لے تو پھر دونوں میں باہمی نکاح ہو سکتا ہے کیونکہ زوجین میں سے کسی ایک کے اپنے قول سے رجوع کرنے کے بعد ان کے درمیان لعان باقی نہیں رہتا۔

اور حضورؐ کی حدیث (المتلاعنان لایجتمعان ابدا، کہ دونوں لعان کرنے والے کبھی جمع نہیں ہو سکتے) کا مطلب یہ ہے کہ جب تک دونوں لعان

(۱) وشرطه قيام الزوجية وكون النكاح صحيحا لافاسدا (درمختار) قوله (وشرطه قيام الزوجية) فلا لعان بقذف المنكوحة فاسدا او المبائنة ولو بواحدة بخلاف المطلقة رجعية ولا يقذف زوجته الميتة ويشترط ايضا الحرية والعقل والبلوغ والاسلام والنطق وعدم الحد بقذف وهذه شروط راجعة اليهما ويشترط فى القاذف خاصة عدم اقامة البينة على صدقه وفى المقذوف خاصة انكارها وجود الزنا منها وعفتها عنه ويشترط ايضا كون القذف بصريح الزنا وكونه فى دار الاسلام هذا حاصل ما فى البحر عن البدائع ونفى الولد بمنزلة صريح الزنا ويأتى اكثر هذه الشروط فى غضون كلامه (شامى صفحه ١٤٩. ١٥٠ جلد٥)

کرنے والے اپنے اپنے قول پر مصر اور ثابت رہیں۔ لیکن جب تکذیب سے لعان باطل ہو گیا تو جمع نہ ہونے کا حکم بھی باقی نہ رہا اس لئے دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ لیکن شوہر اگر اپنے آپ کو جھٹلائے گا تو اس پر حد قذف اور عورت کے انکار سے پھر جانے پر حد زنا جاری ہو گی۔

اسی طرح لعان کرنے کے بعد شوہر نے کسی اور پر زنا کی تہمت لگائی اور اسے ثابت نہ کر سکا جس کی وجہ سے اس پر حد قذف جاری ہوئی۔ یا لعان کے بعد کسی اور شخص سے عورت کا زنا ثابت ہو گیا جس کی وجہ سے اس پر حد قائم کی گئی تو ان دونوں صورتوں میں بھی لعان ختم ہو کر ان کے درمیان از سر نو نکاح کرنا جائز ہو جائے گا کیونکہ نکاح حلال نہ ہونے کے لئے ان میں لعان کی اہلیت باقی رہنا شرط ہے اور مرد پر حد قذف اور عورت پر حد زنا کیوجہ سے لعان کی اہلیت ختم ہو گئی اس لئے لعان بھی ختم ہو گیا تو پھر نکاح درست ہو جائے گا۔[1]

ہندوستان میں لعان نہیں

جیسا کہ شرائط کے تحت آچکا کہ لعان کیلئے دار الاسلام کا ہونا شرط ہے اور ہندستان دار الاسلام نہیں اس لئے یہاں لعان اور اس کی وجہ سے تفریق کی کوئی صورت نہیں ہے اگر کوئی لعان کر بھی لیگا تو بھی نکاح بدستور باقی رہے گا اور حقوق زوجیت اوا کرنا ضروری ہو گا ہاں اگر عورت کی بد چلنی کی وجہ سے اس کو رکھنے پر جی آمادہ نہیں ہے تو طلاق دیکر علیحدہ کر سکتا ہے۔[2]

(۱) ثم یفرق القاضی وینفی نسبه ویلحقه بامه وتبیین بطلقة فان اکذب نفسه حد وحل له نکاحها لانه لم یبق اللعان بینهما فقوله علیه السلام المتلاعنان لایجتمعان ابدا ای ماداما متلاعنین لان علة عدم اجتماعهما اللعان فلما بطل اللعان لم یبق حکمه وهو عدم الاجتماع وکذا ان قذف غیرها فحد او زنت فحدت ای حل له نکاحها ان قذف غیرها بعد التلاعن فحد او زنت بعد التلاعن فحدت فان بقاء اهلیة اللعان شرط لبقاء حکمه (شرح الوقایه صفحه ۱۲۰۔ ۱۲۱ جلد۲)

(۲) فتاوی دار العلوم دیوبند صفحه ۱۹۹ جلد۱۰

تفریق اور فسخ نکاح

جیسا کہ بارہا عرض کیا جاچکا ہے کہ طلاق کا حق مرد ہی کو ہے، عورتوں کو اس کا حق نہیں کہ وہ مرد کو طلاق دیکر خود سے آزاد ہو جائیں، مگر اسلام نے عورتوں کو مجبور محض بھی نہیں بنایا ہے کہ وہ شوہر کے سارے ظلم و ستم کو سہتی رہیں۔ بلکہ شریعت اسلامیہ نے عورتوں کے حقوق کی بھی پوری حفاظت کی ہے اس کیلئے مستقل قوانین مرتب کئے ہیں ان کو ظالم شوہر کے پھندے سے نکال کر انسانی سطح پر زندگی گزارنے کا پورا حق دیا ہے اور ان کو بھی شرعی شکلیں اختیار کرکے شوہر کے ظلم و تشدد سے بچاؤ کا راستہ فراہم کیا ہے مثلاً جب عورت اپنے مرد سے اسقدر متنفر ہو جائے کہ اس کیساتھ اس کا نباہ مشکل، یا مرد اس کی زندگی کو اسقدر تنگ کردے کہ نہ تو اس کے حقوق زوجیت صحیح طور سے ادا کرے اور نہ طلاق دیکر اس کا راستہ ہی صاف کرے اور نہ عورت کے مہر معاف کرنے پر یا کچھ لیکر خلع پر راضی اور نہ کسی بھی طرح سے عورت کو اپنے نکاح سے برطرف کرنا چاہتا ہو۔ یا گھر سے دور بھاگ گیا ہو نہ تو عورت کی خبر گیری کرتا ہو اور نہ طلاق وخلع پر تیار ہو بلکہ عورت کو بیچ میں معلق رکھنا چاہتا ہو تو ایسی مصیبت زدہ عورت کو یہ حق ہے کہ قاضی شریعت یا حاکم کے پاس یا شرعی پنچایت اور شرعی عدالت میں اپنا مقدمہ دائر کرکے شرعی اعتبار سے چھٹکارا اور اپنے ظالم شوہر سے گلوخلاصی کا مطالبہ کرے۔

مفقود الخبر یعنی لاپتہ شوہر کی بیوی کے نکاح کا حکم

مفقود الخبر اس غائب کو کہتے ہیں جس کا کوئی پتہ نہیں مثلاً گم ہو گیا یا بھاگ گیا کافی دنوں سے پتہ نہیں چلتا ہے کہ کہاں گیا اور کس جگہ ہے تو اس سلسلے میں اصل حنفی مذہب تو یہ ہے کہ جب تک اس کی بستی میں اس کے ہم عمر لوگ زندہ

ہیں اس وقت تک اس مفقود کو بھی زندہ تسلیم کرلیا جائے گا اور حسب قاعدہ اس کی بیوی کو بھی دوسری جگہ نکاح کی اجازت نہ ہوگی۔

البتہ بعض صورتوں میں ہم عمروں کے ختم ہونے سے پہلے بھی قاضی نکاح کی اجازت دے سکتا ہے جیسے مفقود کے ظاہر حال سے اس کی ہلاکت اور موت کا غالب گمان ہو مثلاً سمندر میں سفر کر رہا تھا ساحل پر پہونچنے کا پتہ نہ چلا۔ یا ایسے مرض کی حالت میں بھاگ گیا۔ جس میں موت کا گمان غالب ہے یا معرکۂ جنگ میں گم ہو گیا تو اس وقت اتنی ہی مدت تک انتظار کا حکم ہے جتنی مدت میں حاکم کو مفقود کے مرنے کا غالب گمان ہو جائے اس کے بعد حاکم موت کا حکم لگا کر عورت کو عدت وفات گزار کر دوسرے نکاح کی اجازت دیدیگا بس مذہب حنفی میں زوجۂ مفقود کے واسطے اس کے سواء اور کوئی گنجائش نہیں ہے۔

مگر متاخرین حنفیہ نے وقت کی نزاکت اور فتنوں پر نظر فرماتے ہوئے چند شرائط کیساتھ حضرت امام مالکؒ کے مذہب پر فتوی دیدیا ہے اور ایک عرصہ سے ہند وبیرون ہند کے تقریباً سبھی ارباب فتاوی نے اسی قول پر فتوی دینا اختیار کرلیا ہے اب تو ایک حیثیت سے یہ مسئلہ فقہ حنفی میں داخل ہو گیا ہے۔ مگر جب تک عورت صبر کرسکے اس وقت تک مذہب حنفی پر عمل کرنا ضروری ہے۔ ہاں بوقت ضرورت شدیدہ مذہب مالکی پر عمل کیا جائے گا ضرورت شدیدہ یہ ہے کہ (۱) خرچ کا انتظام نہ ہوسکے بغیر شوہر کے معاشی حالات سے دوچار رہے (۲) انتظار کی صورت میں گناہ اور معصیت میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو۔

(نوٹ) کسی مسئلہ میں دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اس امام کے نزدیک جو شرطیں ہوں ان سب کی رعایت کی جائے۔[1]

(۱) الحیلۃ الناجزۃ للحیلۃ العاجزہ صفحہ ۶۹ تا ۷۱ زیر عنوان حکم زوجہ مفقود

اصل مذہب مالکیہ اور اس پر علماء احناف کا فتویٰ

اگر شوہر کے لاپتہ ہونے کی صورت دارالاسلام میں پیش آئی ہے تو عورت قاضی کی عدالت میں مرافعہ اور مقدمہ دائر کرے اور شہادت شرعیہ کے ذریعہ اپنا نکاح اس مفقود شخص سے ثابت کرے اگر نکاح کے وقت کے عین گواہ موجود نہیں تو شہادت بالتسامع یعنی شہرت عام کی بناء پر شہادت دی جاسکتی ہے کہ یہ فلاں کی بیوی ہے۔ اسکے بعد عورت گواہوں کے ذریعہ اس کا مفقود اور لاپتہ ہونا ثابت کرے بعد ازاں قاضی کیلئے ضروری ہے کہ وہ صرف عورت اور اسکے اولیاء کی تفتیش اور بیان پر اکتفانہ کرے بلکہ خود بھی تلاش کرائے اسکی صورت یہ ہے کہ قاضی اور حاکم کو جہاں جہاں مفقود کے جانے کا غالب گمان ہو وہاں وہاں آدمی بھیجے جہاں جانے کا غالب گمان نہ ہو تو صرف خط بھیج کر بھی تحقیق کرے اگر اخبار وغیرہ میں شائع کرنا ممکن ہو تو وہ بھی کرے۔ بہرحال تفتیش کرنے میں جہد بلیغ کرنے کے بعد بھی مایوسی ہی مایوسی ہو تو پھر عورت کو چار سال تک مزید انتظار کا حکم کرے چار سال میں بھی مفقود کا پتہ نہ چلے تو اسکو مردہ تصور کرلیا جائے گا اور چار سال مکمل گزر جانے کے بعد عورت کو عدت وفات چار ماہ دس دن گزار کر نکاح ثانی کی اجازت ہوگی۔

مالکیہ کے نزدیک تو چار سال گزر جانے کے بعد دوبارہ قاضی کے پاس درخواست دیکر عدت کیلئے حکم لینے کی ضرورت نہیں خود عدت گزار کر نکاح ثانی کرسکتی ہے مگر احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ دوبارہ درخواست دیکر حکم بالموت بھی حاصل کرلیا جائے تاکہ مذہب حنفی کی حتی الوسع رعایت ہوسکے۔

یہ حکم تو دارالاسلام کا تھا اور دارالحرب میں زوجۂ مفقود کا جمہور مالکیہ کے یہاں بھی وہی حکم ہے جو حنفیہ کا اصل مذہب ہے کہ جب تک ہم عمر زندہ ہے اس کو بھی زندہ ہی سمجھا جائے گا اور اس کی بیوی کو نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہوگی مگر امام مالک کے مشہور شاگرد اشہب مالکی نے زوجۂ مفقود کا دارالحرب میں بھی وہی

حکم رکھا ہے جو دارالاسلام میں ہے۔[۱]

تنبیہ:-(الف) چار سال کی مدت جو انتظار کیلئے مقرر کی گئی ہے اس کی ابتداء قاضی کی تفتیش اور مایوسی کے بعد ہوگی (ب) جہاں قاضی شرعی نہیں تو شرعی پنچایت کے ذریعہ نکاح کو فسخ کرا سکتی ہے مگر خود آزاد ہو کر نکاح نہیں کر سکتی (ج) علماء مالکیہ کے فتوی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان، مصر، شام وغیرہ ممالک جن میں حکومت کافرہ کے تسلط کے باوجود شعائر اسلام تا ہنوز قائم ہیں ان سب ممالک میں مفقود کا حکم وہی ہے جو دارالاسلام میں ہے بلکہ جس دارالحرب میں شعائر اسلام بھی موجود نہ ہوں مگر وہاں مسلمانوں کو امن و صلح وغیرہ کیوجہ سے آنا جانا اور تفتیش کرنا ممکن ہو تو وہ دارالحرب بھی دارالاسلام کے حکم میں ہوگا۔[۲]

چار سال کی مدت میں تخفیف

زوجۂ مفقود کیلئے چار سال کے مزید انتظار کا حکم اس صورت میں تو بالاتفاق ضروری ہے جبکہ عورت اتنی مدت صبر و تحمل اور عفت کیساتھ گزار سکے لیکن اگر یہ صورت ممکن نہ ہو یعنی عورت اندیشۂ ابتلاء (معصیت) ظاہر کرے اور اس نے ایک عرصہ دراز تک مفقود کا انتظار کرنے کے بعد مجبور ہو کر درخواست دی ہو جبکہ صبر سے عاجز ہو گئی ہو تو اس صورت میں اس کی بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق چار سال کی معیاد میں تخفیف کر دی جائے کیونکہ جب عورت کے ابتلاء کا شدید اندیشہ ہو تو ان کے نزدیک کم از کم ایک سال صبر کے بعد تفریق جائز ہے۔

یہ تفریق طلاق رجعی ہوگی اس صورت میں زوجۂ مفقود کو بجائے عدت وفات کے عدت طلاق گزارنی ہوگی۔[۳]

(۱) الحیلة الناجزة للحیلة العاجزة صفحه ۷۲ تا ۷۴
(۲) خلاصه الحیلة الناجزة للحیلة العاجزة ۷۴ تا ۷۶
(۳) الحیلة الناجز للحیلة العاجزه ۸۰۔ ۸۱

مفقود کی واپسی کے احکام

زوج مفقود جس کے بارے میں مرافعہ و تفتیش کے بعد چار سال تک انتظار کر کے قاضی نے موت کا حکم دیدیا تھا اگر وہ اس کے بعد واپس آجائے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) پہلی صورت تو یہ ہے کہ شوہر ثانی کیساتھ خلوت صحیحہ سے پہلے پہلے آجائے (خواہ عدت وفات کے اندر یا بعد میں آئے یا نکاح ثانی سے قبل یا بعد میں آئے بہر صورت) اس کا حکم تو بالاتفاق یہ ہے کہ زوجہ شوہر اول ہی کے نکاح میں بدستور باقی رہے گی۔ دوسرے خاوند کے پاس نہیں رہ سکتی۔ (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ عورت نے عدت وفات گزار کر دوسرے مرد سے نکاح کر لیا اور خلوت صحیحہ بھی ہو چکی ہے تو اس صورت میں مالکیہ کا مشہور مذہب تو یہی ہے کہ زوجہ دوسرے خاوند کے پاس رہے گی شوہر اول کا اب اس سے کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ مگر مالکیہ میں سے ایک صاحب علامہ صالح التونسی کا فتوی یہ ہے کہ قاعدہ کے موافق جو تفریق ہوئی تھی وہ طلاق رجعی ہوگی زوجہ مفقود کو عدت طلاق تین حیض گذارنے ہوں گے۔ اگر مفقود شوہر نے آکر رجعت کر لی تو رجعت صحیح ہوگی اور بیوی بدستور اس کے نکاح میں رہے گی اگر عدت کے بعد آیا یا پہلے آچکا مگر قولی یا فعلی کسی قسم کی رجعت نہ پائی گئی تو عدت گزرانے کے بعد عورت بائنہ ہو جائے گی اس کے بعد اس کو اختیار ہوگا چاہے تو دوبارہ اسی سے نکاح کر لے یا کسی اور سے کر لے۔ لیکن امام اعظم ابو حنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں عورت پہلے شوہر کے نکاح میں باقی رہے گی اور حنفی کیلئے غیر حنفی مذہب پر فتویٰ سخت ضرورت کے وقت جائز ہے مگر یہاں کوئی خاص ضرورت داعی نہیں اس لئے مذہب حنفی پر عمل کرنا ضروری ہے اور حنفیہ کے یہاں مفتی بہ مذہب یہی رہے گا کہ ہر صورت

میں عورت شوہر اول کو ملے گی خواہ خلوت صحیحہ ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔[1]

تنبیہ:- یہاں چند مسائل کا خیال رہے (۱) پہلے خاوند سے نہ تو تجدید نکاح کی ضرورت ہے اور نہ تجدید مہر کی کیونکہ جب نکاح بدستور باقی ہے تو دوبارہ مہر کیوں لازم ہوگا۔ (۲) شوہر ثانی سے خلوت ہوچکی ہے تو اس کی عدت گزارے بغیر شوہر اول کے پاس نہیں جاسکتی اگر حاملہ ہے تو وضع حمل کے بعد ورنہ تین حیض گزار کر ہی جائے گی۔ (۳) زمانۂ عدت شوہر اول کے یہاں گزارے گی مگر شوہر پر اس عورت سے الگ رہنا اور پوری احتیاط لازم ہوگی اور عدت میں جو تفصیل دوسرے مواقع میں ہے وہ یہاں بھی ہوگی۔ (۴) خلوت صحیحہ ہونے کی وجہ سے شوہر ثانی پر مہر متعینہ دینا ضروری ہوگا اگر خلوت نہیں ہوئی تو پھر مہر بالکل نہیں ملے گا۔ (۵) شوہر ثانی سے خلوت صحیحہ ہوچکی اور اس کے نتیجہ میں اولاد ہوگئی تو اس کا نسب دوسرے خاوند سے ثابت ہوگا۔[2]

غائب غیر مفقود کی بیوی کا حکم

اس شوہر کے متعلق تفصیل گزری جو لاپتہ ہو۔ یہاں سے ایسے شوہر کے متعلق حکم بیان کیا جارہا ہے جو غائب تو ہے مگر اسکا زندہ ہونا معلوم ہے البتہ پتہ معلوم نہیں یا پتہ بھی اس کا معلوم ہے کہ وہ فلاں جگہ ہے اور زندہ ہے لیکن نہ وہ خود آتا ہے اور نہ بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے نہ اس کے خرچ وغیرہ کا انتظام کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے جس کی وجہ سے عورت بہت تنگ اور پریشان حال ہے تو ایسی صورت حال میں عورت یا عورت کے رشتہ دار کو یہ حق ہے کہ وہ شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے اگر وہ طلاق دینے پر بھی تیار نہیں تو پھر عورت مہر معاف کر کے اس کو خلع پر راضی کرے اگر وہ سنگدل خلع پر بھی راضی نہ ہو تو پھر یہ عورت صبر

(۱) الحيلة الناجز للحيلة العاجز زیر عنوان واپسی مفقود کے احکام ۷۷ تا ۷۹
(۲) الحيلة الناجز للحيلة العاجزہ ۷۹۔۸۰

کرکے اپنی زندگی عفت کے ساتھ گزار سکے تو بہتر ہے اور اگر نان نفقہ کی کوئی صورت ممکن نہ ہونے کے ساتھ ابتلاء معیصت کا قوی اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں بدرجہ مجبوری مذہب مالکیہ پر حسب ذیل طریقے سے عمل کرکے رہائی حاصل کرے (الف) قاضی کے پاس مقدمہ پیش کرکے گواہوں اور حلف کے ذریعہ اس غائب کیساتھ اپنا نکاح ہونا ثابت کرے کہ فلاق شخص میرا شوہر ہے وہ یہاں سے مجھے نفقہ دیئے بغیر چلا گیا ہے اور میرے لئے نفقہ بھیجتا بھی نہیں ہے حالانکہ میں نے معاف بھی نہیں کیا ہے۔ (ب) نکاح اور وجوب نفقہ کے ثبوت کے بعد اگر کوئی عزیز قریب یا اجنبی اس کے نفقہ کی کفالت کرے تو خیر ورنہ قاضی اس شخص کے پاس حکم بھیجے کہ یا تو خود حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا اس کو اپنے پاس بلالو (بشرطیکہ عورت کے وہاں جانے میں کوئی خطرہ نہ ہو) یا وہیں سے انتظام کردو ورنہ اس کو طلاق دیدو اگر تم نے ان باتوں میں سے کوئی بات نہ کی تو پھر ہم خود تم دونوں میں تفریق کردیں گے۔

قاضی اس غائب کے پاس جو بھی حکم بھیجے بذریعہ ڈاک وغیرہ بھیجنا کافی نہیں بلکہ اس کی صورت یہ ہے کہ حکم نامہ دو ثقہ آدمیوں کو سنا کر ان کے حوالہ کردے کہ اس کو غائب کے پاس لیجاؤ اور اس سے جواب طلب کرو دونوں شخص غائب کو حکم پہونچا کر اس سے جواب حاصل کرلیں اور جو کچھ جواب تحریری یا زبانی۔ نفی یا اثبات میں دے اس کو خوب محفوظ رکھیں (بلکہ زبانی جواب کو بھی احتیاطاً لکھ لیں تاکہ اس پر شہادت دے سکیں) اگر غائب شخص کسی دور دراز ملک میں ایسی جگہ پر رہتا ہو۔ جہاں پوری جدوجہد اور امکانی کوشش کے باوجود بھی آدمی بھیجنے کا کوئی انتظام ممکن نہ ہو تو مجبوری کے وقت ڈاک کے ذریعہ حکم نامہ بھیجنا بھی کافی ہوگا۔

اس حکم نامہ کے ملنے پر اگر شوہر نے قاضی کے حکم کی تعمیل کرتے

ہوئے بیوی کے نفقہ کی ادائیگی شروع کردی یا رشتہ داروں یا غیر رشتہ داروں میں سے کسی نے عورت کے خرچ کی کفالت کرلی تو ٹھیک ہے ورنہ قاضی اب سے مزید ایک ماہ یا اپنی صوابدید پر کچھ زائد مدت اور انتظار کا حکم دے اس مدت میں بھی اگر شکایت رفع نہ ہوئی تو اس عورت کے دوبارہ مطالبہ تفریق پر تفریق کردے اور یہ تفریق طلاق رجعی قرار پائے گی۔

(نوٹ) تفریق کیلئے عورت کی طرف سے پھر مطالبہ شرط ہے لہٰذا مہلت کی مدت گزرنے یا اس غائب کا جواب آنے کے بعد اگر عورت مطالبہ ترک کردے تو تفریق نہیں کی جائے گی۔[1]

غائب غیر مفقود حکم بالطلاق کے بعد واپس آئے

اگر غیر مفقود قاضی کے حکم بالطلاق کے بعد آجائے تو اس کی دو صورتیں ہیں (۱) عدت کے اندر اندر آجائے اور باقاعدہ خرچ وغیرہ دینے پر آمادہ ہو جائے تو اس صورت میں اس کو رجعت کا حق ہے اگر رجعت کرلے گا تو بیوی اس کی طرف لوٹ آئے گی اور اگر رجعت نہ کرے تو عدت کے بعد عورت بائنہ ہو کر نکاح سے بالکل الگ ہو جائے گی (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ عدت ختم ہونے کے بعد واپس آیا ہو تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس نے عورت کے دعوے کے خلاف کوئی بات ثابت کردی مثلاً یہ کہ میں نے اس کو پیشگی خرچ دیدیا تھا یا یہ کہ وہاں سے بھیجتا رہتا تھا یا یہ کہ عورت نے نفقہ معاف کردیا تھا تب تو اس کو ہر حال میں عورت مل جائیگی اگرچہ خواہ وہ عورت عدت کے بعد نکاح ثانی بھی کرچکی ہو حتی کہ اگر شوہر ثانی سے اولاد بھی ہو چکی ہو تب بھی شوہر اول ہی کا نکاح باقی سمجھا جائیگا اور شوہر ثانی کا نکاح اب باطل قرار دیا جائیگا اور اگر خاوند نے عورت کے دعویٰ کے خلاف کوئی بات ثابت نہ کی تو عورت اس کو نہ ملے گی کیونکہ عدت ختم

(۱) الحیلۃ الناجز للحیلۃ العاجزہ ۸۴۔ ۸۵ زیر عنوان حکم زوجہ غائب غیر مفقود

ہونے کے بعد رجعت کا حق نہیں رہتا۔[۱]

تنبیہ:۔دوسری صورت کی پہلی شق میں جو شوہر اول کو عورت ملے گی اس کو نہ تجدید نکاح کی ضرورت ہے نہ تجدید مہر کی۔ البتہ شوہر ثانی سے خلوت صحیحہ ہو چکی ہو تو عدت واجب ہے عدت گزرنے سے قبل شوہر اول کیلئے جماع اور اس کے دواعی کا ارتکاب جائز نہیں اور شوہر ثانی کے ذمہ مہر واجب ہونے میں وہی تفصیل ہے جو مفقود کے بیان میں گزر چکی یعنی اگر اس سے خلوت صحیحہ ہو چکی ہے تو پورا مہر واجب ہو گا ورنہ بالکل ساقط ہو جائے گا۔ نیز احکام مفقود میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ عدت شوہر اول کے مکان میں گزارے گی۔[۲]

متعنت، یعنی استطاعت کے باوجود شوہر نفقہ ادا نہ کرے

متعنت اصطلاح شرع میں اس شخص کو کہتے ہیں جو قدرت کے باوجود بیوی کے حقوق نان نفقہ وغیرہ ادا نہ کرے ایسے شخص کی ستم رسیدہ بیوی کا حکم بھی بوقت ضرورت شدیدہ اس کی رہائی کے لئے مذہب مالکیہ سے لیا گیا ہے کہ جب شوہر حقوق۔ نان۔ نفقہ وغیرہ ادا نہیں کرتا کئی سال سے بیوی کو معلق کر کے رکھا ہے تو ایسی صورت میں عورت یا اس کے رشتہ دار کو یہ حق ہے کہ وہ شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے اگر وہ طلاق دینے پر بھی تیار نہیں تو پھر عورت مہر معاف کر کے طلاق حاصل کرے (یعنی خلع کر لے) اگر اس میں بھی کامیابی نہ ہو۔ اور عورت کے نان نفقہ کا کوئی انتظام نہ ہونے کے ساتھ مبتلائے معصیت ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو یا نان نفقہ کا انتظام تو ہو جائے مگر بغیر شوہر کے عزت و آبرو نہیں بچ سکتی تو ایسی سخت مجبوری کی حالت میں عورت اپنا مقدمہ قاضی شریعت یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین کے سامنے پیش

(۱) الحیلۃ الناجز للحیلۃ العاجزہ ۸۵۔ ۸۶

(۲) الحیلۃ الناجز للحیلۃ العاجزہ ۸۶

کرے۔ قاضی یا حاکم یا شرعی پنچ جس کے پاس بھی معاملہ پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ پوری تحقیق کرے اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو جائے کہ شوہر باوجود استطاعت کے خرچ نہیں دیتا تو قاضی یا حاکم یا شرعی پنچ شوہر کو حکم کرے کہ بیوی کے حقوق ادا کرو یا طلاق دیدو ورنہ ہم خود تفریق کر دیں گے اگر شوہر کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا جو شخص شرعاً اس کے قائم مقام ہو دونوں کے درمیان تفریق کر دے اور اس میں کسی مدت کے انتظار و مہلت کی ضرورت نہیں فوراً تفریق کرادی جائے گی اور یہ تفریق طلاق رجعی قرار پائے گی۔ ا

تفریق کے بعد اگر متعنت اپنی حرکت سے باز آجائے

متعنت اگر اپنی حرکت سے قاضی کی تفریق اور طلاق کے بعد باز آجائے تو وہ اپنی بیوی کو واپس لے سکتا ہے یا نہیں اس کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) اول یہ کہ عورت تفریق قاضی کے بعد اپنی عدت گزار چکی ہو تو پھر شوہر کا اختیار بالکل ختم ہو جائے گا کیونکہ عدت پوری ہونے کے بعد وہ بائنہ ہو چکی ہے۔ البتہ تراضی طرفین سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ شوہر انقضاء عدت سے پہلے پہلے اپنی حرکت سے باز آجائے اور نفقہ دینے پر آمادہ بھی ہو جائے تو اس سلسلے میں مالکیہ کے مذہب میں کوئی روایت نہیں ملتی اسلئے ارباب فتاویٰ نے دو احتمال نقل کئے ہیں اول یہ کہ اس تفریق کو طلاق رجعی قرار دیا جائے اور عدت کے اندر اندر رجعت کو صحیح مان لیا جائے۔ دوم یہ کہ طلاق بائنہ قرار دیا جائے اور رجعت کا حق خاوند کو نہ دیا جائے لیکن علامہ صاحب نے احتمال اول کو راجح قرار دیا ہے حضرت تھانوی تحریر فرماتے ہیں کہ فتویٰ اسی پر ہے مگر احتیاطاً تجدید نکاح ہو جائے تو بہتر ہے۔

(نوٹ) جب عدت کے اندر رجعت صحیح ہو گئی تو عورت کیلئے دوسری

(۱) الحیلۃ الناجزۃ للحیلۃ العاجزۃ ۸۲۔ ۸۳ زیر عنوان حکم زوجہ متعنت

جگہ نکاح کرنا حرام ہے اور اسی مرد کے پاس رہنا ضروری ہے اس لئے عورت کو بھی لازم ہے کہ تجدید نکاح کرے اگر عورت اپنی بیوقوفی سے تجدید نکاح نہ کرے تو مرد کیلئے جائز ہے کہ بدون تجدید ہی رہے۔[1]

معسر، یعنی شوہر کا ادائیگی نفقہ سے عاجز ہونا

اگر شوہر کسی کوتاہی کے بغیر صرف مفلسی کیوجہ سے نفقۂ زوجہ ادا کرنے سے قاصر ہو اور طلاق بھی نہ دیتا ہو جس کی وجہ سے بیوی بہت پریشان رہتی ہو تو اولاً شوہر کو خلع پر راضی کرنے کی کوشش کی جائے اگر وہ اس پر بھی راضی نہیں اور عورت خود بھی کسب معاش کی کوئی جائز صورت اختیار نہیں کر سکتی اور کوئی اس کے مصارف کا کفیل بھی نہیں بنتا تو مذہب مالکی کے مطابق عورت قاضی کی عدالت میں اپنا مقدمہ پیش کرے جب قاضی کو شرعی شہادت کی بناء پر عورت کا دعویٰ صحیح معلوم ہو تو قاضی اولاً شوہر کو کچھ مہلت دے کہ کچھ انتظام کر و اس کے بعد بھی عورت نفقہ سے محروم رہے اور شوہر کوئی انتظام نہ کر سکے اور قاضی محسوس کر لے کہ نفقہ سے محرومی عورت کو نقصان اور عسرت کی زندگی ہی نہیں بلکہ کسی فتنہ میں مبتلا کر سکتی ہے تو ایسی صورت میں قاضی عورت کے مطالبۂ تفریق پر نکاح کو فسخ کر دے اور یہ فسخ طلاق رجعی قرار پائے گا اور عورت کو عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہو گا۔[2]

(۱) الحیلۃ الناجز للحیلۃ العاجزہ ۸۳

(۲) واما الجواب عن امرأۃ المعسر الذی لایجد ما ینفق علیہا ففی المدونۃ قال لنا مالک وکل من لم یقو علی نفقۃ امرأۃ فرق بینہما الخ وقد اختلف القائلون بالفسخ فی تاجیلہ بالنفقۃ فقال مالک یوجل شہرا او شہرین وقال الشافعی ثلثۃ ایام قال ان عرفۃ وطلقۃ بالمعسر بہا رجعیا اتفاقا وشہرا رجعیۃ یسرہ ینفقتہا فتصح الرجعۃ ان وجد فی العدۃ یسارا یقوم بواجب مثل الادونۃ فلا تصح الرجعۃ لان الطلقۃ التی اوقعہا الحاکم انما کانت لدفع الضرر عجزہ فلا تصح رجعتہ الا اذا زال وذلک بان یجد مالو قدر علیہ (فتاوی علیہ سعید بن صدیق الغلاتی مالکی بحوالہ الحیلۃ الناجزۃ ۱۴۱۔۱۴۲)

شوہر فسخ نکاح کے بعد نفقہ پر قادر ہو گیا

قاضی کے نکاح فسخ کرنے کے بعد اگر معسر شوہر اتنے نفقہ پر قادر ہو گیا جو عورت کا واجبی حق ہے تو کیا اس کی عورت اس کو ملے گی۔ تو اس کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ عدت کے اندر اندر اتنے نفقہ پر قادر ہو گیا کہ جس کا ادا کرنا شوہر پر واجب ہے تو شوہر رجعت کر سکتا ہے اور اگر بقدر وجوب نفقہ پر قادر نہ ہوا تو رجعت درست نہیں ہوگی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ عدت کے بعد نفقہ پر قادر ہوا ہے تو اب رجعت نہیں کر سکتا کیونکہ وہ عدت گزار کر بائنہ ہو چکی البتہ تراضی طرفین سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔[۱]

بیوی کو سخت مار پیٹ کرتے رہنا

خزینۃ الفقہ کی جلد اول میں تفصیل آچکی ہے کہ عورتوں کی چند غلطیوں پر بدرجہ مجبوری شوہر ان کو معمولی مار مار سکتا ہے مگر یہ فعل غیر شریفانہ ہے حدیث میں ہے (ولن یضرب خیارکم) کہ تم میں سے شریف لوگ اپنی بیویوں کو نہیں مارتے۔ لیکن جب عورت کی طرف سے کسی طرح کی کوئی کوتاہی نہ ہو اور پھر بھی شوہر بلا قصور اس کو مارتا رہے اور بلا کسی سبب کے ہر وقت اس کو شدید زدو کوب اور سب وشتم کرے جو عورت کیلئے انتہائی تحقیر اور اذیت کا باعث ہو حالانکہ حق

(۲) واما الجواب عن امرأة المعسر الذی لایجد ما ینفق علیها ففی المدونة قال لنا مالك وكل من لم يقو على نفقة امرأة فرق بينهما الخ وقد اختلف القائلون بالفسخ فی تاجيله بالنفقة فقال مالك يوجل شهرا او شهرين وقال الشافعی ثلاثة ايام قال وان عرفة وطلقة بالمعسر بها رجعيا اتفاقا وشهرا رجعية يسره ينفقتها فتصح الرجعة لن وجد فی العدة يسلرا يقوم بواجب مثل الادونة فلا تصح رجعة لان الطلقة التى اوقعها الحاكم انما كانت لدفع الضرر عجزه فلا تصح رجعته الا اذا زال وذلك بان يجد ملو قدر عليه (فتاوی علامه سعيد بن صديق الفلاتی مالكی بحواله الحيلة الناجزة ۱۴۱۔۱۴۲)

تعالی نے (وَلاَ تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوْا مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَه)
فرمایا ہے پھر مار پیٹ اور گالی گلوج سے بڑھ کر اور کون سی چیز ضرر رساں ہو سکتی
ہے بہر حال جب ایسی صورت حال پیدا ہو جائے تو شریعت نے عورتوں کو اجازت
دی ہے کہ وہ شرعی قاضی یا حاکم کے پاس اپنا معاملہ پیش کر کے اس ضرر کا تدارک
کریں اور ایسے ظالم شوہر سے گلو خلاصی کیلئے تفریق کا مطالبہ کریں۔ اور قاضی
تحقیق حال کے بعد مناسب فیصلہ صادر کرے یا تو سمجھا بجھا کر رخصت کرے یا شوہر
سے ضمانت و مچلکہ لیکر چھوڑ دے اگر اصلاح کی شکل سمجھ میں نہ آئے تو بیوی کے
مطالبہ پر تفریق کر دے[1]

زوجین میں اس قدر شدید اختلاف ہو کہ نباہ مشکل ہو

اوپر اس مسئلہ کا حل پیش کیا گیا ہے جس میں ظلم وزیادتی صرف ایک
فریق۔ شوہر کی طرف سے ہو لیکن اگر زوجین میں سے ہر ایک دوسرے کی زیادتی
کا دعویٰ کرے اور یہ الزام تراشی اور باہمی کشمکش و نزاع اس حد تک پہنچ جائے کہ
حسن معاشرت کی گنجائش باقی نہ رہے اور رشتۂ نکاح کے مطلوب ثمرات و فوائد
حاصل نہ ہو سکیں اور اس باہمی نزاع کو میاں بیوی خود نہ سلجھا سکیں تو اس وقت اللہ
رب العزت نے قرآن میں اصلاح حال کا یہ حل بتلایا ہے کہ ایک منصف پنچ کی
حیثیت سے مرد کی طرف سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے کل دو
حَکَم مقرر کیے جائیں جو عاقل بالغ ذی علم دیندار مسلمان ہوں جن میں جھگڑے
سلجھانے اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت موجود ہو یہ دونوں حکم نیک نیتی اور جذبۂ خیر
خواہی سے اور بلا کسی غرض و مفاد کے صرف میاں بیوی کے درمیان صلح کرانے

(۱) ومذهب المالكية ان الزوج اذا كان يضار زوجته بالضرب ونحوه كالاكراه على فعل امر حرام كان لها ان ترفع امرها الى القاضي وكان لها ان تطلب من القاضي تأديبه وزجره ليكف اذاه عنها كما ان لها ان تطلب التطليق منه (الاحوال الشخصية ۴۰۷ بحواله كتاب الفسخ والتفريق للعلامة عبدالصمد الرحماني صفحه ۱۰۵)

میں سعی بلیغ وجہد پیہم کریں اس میں بھی کامیابی نہ ملے تو دونوں کو باہمی رضامندی سے علیحدہ ہو جانے کا حکم کریں اگر طلاق یا خلع وغیرہ کا کوئی حل نہ نکل سکے تو پھر ایسی حالت میں رشتۂ نکاح کو ان پر مسلط رکھنا بھی ظلم ہے ازدواجی تعلق کا ختم کردینا ہی زوجین اور ان کے رشتہ داروں کیلئے راحت وسلامتی کی راہ ہے اس لئے جب قاضی کے یہاں معاملہ پہنچ جائے تو قاضی تحقیق حال کے بعد زوجہ کے مطالبہ کی صورت میں تفریق کردے[1]

شوہر کا بیوی سے ترک جماع کرنا

جیسا کہ خزینۃ الفقہ کی جلد اول میں تفصیل سے آچکا ہے کہ شوہر پر بیوی کے خانگی حقوق روٹی، کپڑے وغیرہ کیساتھ اس کے جنسی حقوق کا پورا کرنا بھی واجب ہے لہٰذا اگر شوہر نفقہ وسکنیٰ کی ادائیگی تو کرتا ہے مگر جماع سے احتراز کرتا ہے اس کو یوں ہی معلقہ بنا کر رکھا ہے جس کی وجہ سے عورت اپنی عفت وعصمت کے سلسلے میں خطرہ محسوس کرتی ہے تو ایسے شوہر کو طلاق یا خلع پر راضی کیا جائے اگر یہ بھی ممکن نہیں تو اپنا معاملہ قاضی کے یہاں درج کرے اور شوہر کے تعلق

---

(۱) وان خفتم شقاق بینهما فابعثو حكما من اهله وحكما من اهلها ان يريدا اصلاحا يوفق الله بينهما (سورة النساء) روى البغوى بسنده من طريق الشافعیؒ عن عبيدة انه قال فی هذه الآية انه جاء رجل وامرأة الى على ابن ابى طالب ومع كل واحد منهما فئام من الناس فامرهم على فبعثوا حكما من اهله وحكما من اهلها ثم قال للحكمين تدريان ما عليكما، عليكما ان رأيتما أن تجمعا، تجمعا وان رأيتما ان تفرقا ، تفرقا قالت المرأة رضيت بكتاب الله بما على فيه ولى قال الرجل اما الفرقة فلا فقال على كذبت واللّٰه حتى تقر بمثل الذى اقرت به (تفسير مظهرى صفحه ۱۰۱ جلد۲) ويشترط فى الحكمين عندهم اربعة شروط وهى الذكورة والعدالة والرشد والعلم بما هما بسبيله فلا يجوز تحكيم النساء ولا الصبيان ولا العبيد ولا المجانين ولاالكفار ولا الفسقة النفقة ولاالسفهاء ولا من لا علم عندهم باحكام النشوز والصلح ثم ان وجد حكمان من اهل الزوجين وامكن تحكيمهما وجب تحكيمهما ولم يجز للقاضى أن يبعث اجنبين ويندب كون الحكمين من جيران الزوجين ولا يشترط رضاء الزوجين بما يحكمان به (الاحوال الشخصية صفحه ۴۰۷ بحواله الناجزة ۱۱۲ ماخوذ مجموعه قوانين اسلامى)

سے مذکورہ شکایت کا مرافعہ کرے قاضی تحقیق حال کے بعد لازمی طور سے شوہر کو حقوق زوجیت ادا کرنے پر مجبور کرے اور گناہ سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرے پھر بھی شکایت باقی رہے تو مذہب مالکی میں تفریق کے دیگر اسباب کے ساتھ ایک سبب ترک مجامعت بھی ہے اس لئے ترک جماع کی وجہ سے عورت کے مطالبۂ تفریق پر نکاح کو فسخ کر کے دوسرے نکاح کی اجازت دیدے[1]

عنین یعنی نامرد شوہر سے علیحدگی کا حکم

فقہاء کی اصطلاح میں عنین اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو عضو مخصوص کے باوجود عورت سے جماع کرنے پر قادر نہ ہو یہ حالت خواہ کسی مرض یا ضعف یا بڑھاپے یا کسی کے جادو کر دینے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو سب کا حکم یکساں اور برابر ہے اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ بعض عورت سے جماع کرنے پر قادر ہے اور بعض سے نہیں تو جس سے ہم بستری پر قدرت نہیں رکھتا اس کے حق میں یہ شخص عنین سمجھا جائیگا بہر حال زوجۂ عنین کو چند شرائط کے ساتھ خاوند سے تفریق کرانے کا حق ہے (شرائط کی تفصیل آگے آرہی ہے)

تفریق کی صورت یہ ہے کہ عورت اپنا معاملہ قاضی کی عدالت میں پیش کرے قاضی واقعہ کی تحقیق اس طرح کرے کہ اولاً شوہر سے دریافت کرے اگر شوہر خود اقرار کرلے کہ بیشک میں اس عورت سے جماع پر قادر نہیں تو اس کو ایک سال کی مہلت علاج کیلئے دیدے۔ اور اگر شوہر اقرار نہ کرے بلکہ عورت کیساتھ جماع کا دعویٰ کرے تو پھر عورت کی دو حالتیں ہیں۔

پہلی حالت یہ ہے کہ عورت ثیبہ ہے اور اس کا ثیبہ ہونا تین طرح سے

(۱) واذا ثبت لها التطليق بذلك فخشية الزنا اولى لان الضرر ترك الوطأ اشد من ضرر عدم النفقة الاترى ان اسقاط النفقة يلزمها وان اسقطت حقها في الوطأ فلها الرجوع فيه ولان النفقة يمكن تحصيلها بنحو تسلف وسوال بخلاف الوطا (فتاوى علامه سعيد ابن صديق فلاتى مالكى بحواله الحيلة الناجزة صفحه ١٤١)

معلوم ہوگا۔(۱) عورت بیوہ ہو یعنی شوہر اول سے اولاد ہو چکی ہو۔(۲) یا عورت خود اقرار کرے کہ ہاں میں ثیبہ ہوں (۳) عورت خود ثیوبت سے انکار کر کے باکرہ ہونے کی مدعی ہو تو قاضی دوسری عورتوں سے معائنہ کرائے ایک عادل تجربہ کار عورت کا معائنہ بھی کافی ہے مگر احتیاط یہ ہے کہ دو عادل عورتوں سے معائنہ کرائے۔ بہر حال تینوں صورتوں میں سے کسی ایک صورت سے بھی عورت کا ثیبہ ہونا ثابت ہو جائے تو شوہر کے جماع کا دعویٰ قسم کیساتھ معتبر مان کر عورت کو علیحدگی کا حق نہیں دیا جائیگا اور اگر مرد حلف سے انکار کرے تو عورت کے جماع سے انکار کا دعویٰ درست مان کر شوہر کو ایک سال علاج کیلئے مہلت دیدی جائے گی۔

عورت کی دوسری حالت یہ ہے کہ وہ باکرہ ہے۔یعنی کسی طرح سے بھی اس کا ثیبہ ہونا ثابت نہ ہو سکا تو پھر شوہر کا دعوی غلط مان کر بغیر حلف لئے ہوئے شوہر کو ایک سال علاج کیلئے مہلت دیدی جائے گی اس ایک سال کی ابتداء حاکم کے مہلت دینے کے وقت سے ہوگی خواہ اس سے پہلے کتنی ہی مدت کیوں نہ گزر چکی ہو۔ بہر صورت مہلت کے بعد سال بھر کے عرصہ میں اگر شوہر کسی طرح علاج وغیرہ سے تندرست اور جماع پر قادر ہو گیا اور ایک مرتبہ بھی اس عورت کیساتھ جماع کرنا ثابت ہو گیا تو پھر عورت کو فسخ نکاح کا حق نہیں رہے گا بلکہ ہمیشہ کیلئے یہ حق باطل ہو جائے گا اور پھر کبھی بھی علیحدگی کا مطالبہ نہیں کرسکتی۔اور اگر اس عرصہ میں ایک مرتبہ بھی جماع نہ کر سکا تو عورت کے دوبارہ درخواست دینے پر قاضی تحقیق کرے تحقیق کے بعد دو صورتیں ہیں۔اول یہ کہ شوہر نے اقرار کرلیا کہ بیشک میں قادر نہیں ہوا تب تو عورت کا دعویٰ بلا غبار صحیح ہو گیا اب قاضی عورت کو اختیار دیدے کہ اگر علیحدگی درکار ہے تو طلب کرو۔ ورنہ اپنے خاوند کیساتھ رہنے کو گوارہ کرو اس پر اگر وہ اسی مجلس میں علیحدگی چاہے تو خاوند سے طلاق دلوادی

جائے اور اگر وہ طلاق دینے سے انکار کرے تو قاضی خود تفریق کردے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ خاوند اقرار نہ کرے بلکہ جماع کا دعوی کرے تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ مہلت دینے کے وقت عورت کا کسی طرح ثیبہ ہونا ثابت ہو چکا تھا یا مہلت دیتے وقت باکرہ تھی مگر اب ایک سال کے بعد ثیبہ ہے اور وہ جماع سے انکار کر کے زوال بکارت کا کوئی اور سبب بتلاتی ہے تب تو خاوند سے حلف لیا جائے اگر وہ قسمیہ کہدے کہ میں نے اس عورت سے جماع کیا ہے تو مرد کا قول معتبر مان کر عورت کو تفریق کا حق نہیں ملے گا اور اگر شوہر نے اس وقت بھی حلف سے انکار کیا تو عورت کو طلب فرقت کا اختیار دیدیا جائے گا۔ دوم یہ کہ اگر مہلت دینے کے وقت معائنہ وغیرہ سے عورت کا باکرہ ہی ہونا ثابت ہوا تھا اب پھر دوبارہ معائنہ میں بھی باکرہ ہونے کی تصدیق ہوئی تو اب شوہر سے حلف لئے بغیر قاضی عورت کو اختیار دیدے کہ وہ اپنے خاوند کے نکاح میں رہے یا تفریق کا مطالبہ کر کے علیحدہ ہو جائے۔

جن صورتوں میں بھی قاضی عورت کو اختیار دے تو عورت اگر اسی مجلس میں تفریق چاہے تو تفریق ہو سکتی ہے ورنہ نہیں۔ پس اگر عورت نے اسی مجلس تخییر میں یہ کہدیا کہ میں اس شوہر سے علیحدہ ہونا چاہتی ہوں تو قاضی اس کے شوہر سے کہے کہ اس عورت کو طلاق دیدو اس پر اگر خاوند نے طلاق دیدی۔ تو طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور اگر وہ طلاق دینے سے انکار کردے تو قاضی خود تفریق کردے۔ مثلاً یوں کہدے کہ میں نے تجھ کو اس کے نکاح سے الگ کر دیا۔ یہ تفریق بھی شرعاً طلاق بائنہ کے قائم مقام ہوگی۔[1]

شرائط تفریق

عورت کو اپنے عنین شوہر سے تفریق کرانے کا جو حق ہے وہ پانچ شرطوں

(۱) الحیلۃ الناجز للحیلۃ العاجزہ ۱۷۳ تا ۱۷۵ زیر عنوان زوجہ عنین کا حکم

کیساتھ مشروط ہے اگر یہ شرطیں نہ پائی گئیں تو حق تفریق حاصل نہ ہوگا۔

اول یہ کہ نکاح سے پہلے عورت کو اس شخص کے عنین ہونے کا علم نہ ہو پس اگر اس وقت علم تھا اور باوجود معلوم ہونے کے نکاح کر لیا تو اب اس کو تفریق کا حق نہیں مل سکتا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی اس عورت سے جماع نہ کر سکا ہو اگر ایک مرتبہ بھی جماع کر لیا اور پھر عنین ہو گیا تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں ہوگا۔

تیسری شرط یہ ہے کہ جب سے عورت کو شوہر کے عنین ہونے کی خبر ہوئی ہے اس وقت سے اس نے اس کے ساتھ رہنے پر رضامندی کی تصریح نہ کی ہو مثلاً یہ نہ کہا ہو کہ جیسا بھی ہو اب تو میں اسی کیساتھ زندگی بسر کروں گی۔ کیونکہ اگر وہ اپنی رضامندی کی تصریح کر چکی ہو تو پھر اس کو مطالبۂ تفریق کا حق نہیں رہتا ہاں محض سکوت سے اس جگہ رضامندی نہیں سمجھی جائے گی۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ جب سال بھر کی مدت گزرنے کے بعد قاضی عورت کو اختیار دیدے تو عورت اسی مجلس میں تفریق کو اختیار کرلے لہٰذا اگر اس مجلس میں اس نے اپنے خاوند کیساتھ رہنا پسند کر لیا یا اس قدر سکوت اختیار کیا کہ مجلس برخاست ہو گئی خواہ اس طرح کہ یہ عورت مجلس سے اٹھ گئی یا قاضی مجلس سے کھڑا ہو گیا تو اس کا اختیار باطل ہو جائے گا اب کسی طرح بھی تفریق نہیں ہو سکتی۔ نیز مجلس برخواست ہونے اور عورت کے اٹھ جانے کے علاوہ اور صورتیں بھی ایسی ہیں جن سے مجلس بدل جاتی ہے اور اختیار باطل ہو جاتا ہے مثلاً عورت کوئی دوسری گفتگو کرنے لگی یا نماز پڑھنے لگی وغیر **ذلك مما یدل علی الاعراض** اور تبدیل مجلس کی مزید تفصیل شامی باب تفویض الطلاق میں معلوم ہو سکتی ہے۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ عنین کو سال بھر کی مہلت دینا اور سال گزرنے پر عورت کو اختیار دینا اور اس کے بعد بھی اگر خاوند طلاق سے انکار کرے تو تفریق

کردیناوغیرہ یہ سب امور بالا، قضاءِ قاضی کے محتاج ہیں بغیر حکم قاضی کے از خود عورت کو تفریق کا اختیار نہیں اور جہاں قاضی نہ ہو تو شرعی پنچایت کے ذریعہ تفریق ہوگی یا نہیں تو کسی عالم دین کے ذریعہ جس کو دونوں فریق حکم تسلیم کریں۔ (اس کی تفصیل انشاءاللہ آگے آئے گی)۔

(نوٹ) بوجہ خلوت صحیحہ عنین شوہر پر پورا مہر واجب ہوچکا تھا وہ تفریق کے بعد بھی ادا کرنا لازم ہوگا نیز عورت پر عدت بھی واجب ہوگی۔[1]

خصی مرد سے علیحدگی

وہ مرد جس نے خصی کروالیا کہ اس کا آلہ تناسل منتشر ہی نہیں ہوتا وہ بھی عنین ہی کے حکم میں ہے یعنی اسکو بھی ایک سال علاج کیلئے مہلت دینے کے بعد اگر جماع پر قادر نہ ہوسکا تو اس کی بیوی کے مقدمہ پیش کرنے پر قاضی تحقیق حال کے بعد عورت کو اختیار دیدیگا پھر عورت کے مطالبہ تفریق پر قاضی شوہر کو طلاق کیلئے حکم کرے گا شوہر کے طلاق سے انکار پر قاضی خود تفریق کردے گا۔[2]

مقطوع الذکر یا خلقۃً چھوٹے ذکر والے شوہر سے علیحدگی کا حکم

شوہر مقطوع الذکر ہے (یعنی جس کا عضو تناسل کٹ گیا خواہ تنہا یا مع الانثیین) جس کو اصطلاح میں مجبوب کہتے ہیں اور اسی طرح وہ شخص جس کا عضو مخصوص پیدائشی بہت چھوٹا ہے مثل نہ ہونے کے تو اس کو سال بھر کی مہلت دینے کی ضرورت نہیں بلکہ پہلی ہی درخواست پر قاضی مجبوب وغیرہ کی تحقیق کرکے عورت کو اختیار دیدیگا جیسا کہ عالم گیری میں ہے (ولو وجدت المرأة زوجھا مجبوبا خیرھا القاضی للحال لایؤجل)

---

(۱) الحیلة الناجز للحیلة العاجزہ ۱۷۵۔۱۷۶

(۲) والخصی الذی لاینتشر ذکرہ ملحق بالعنین (الحیلة الناجزہ للحیلة العاجز صفحہ ۶۰)

نیز۔ اگر عورت دعویٰ کرے کہ میرا شوہر مجبوب وغیرہ ہے اور مرد اس کا انکار کرے اور بغیر معائنہ کے اس کا فیصلہ نہ ہو سکے تو معائنہ بھی جائز ہے پس قاضی کسی معتبر شخص کو کہدے کہ معائنہ کرکے بتلاؤ کہ عورت سچ کہتی ہے یا مرد۔[1]

مجنون، یعنی پاگل شوہر سے علیحدگی کا حکم

زوجۂ مجنون کو بھی تفریق کرانے کا حق ہے مگر جنون کی حد جس سے تفریق کا حق حاصل ہوتا ہے حضرت امام محمدؒ سے مختلف طور سے منقول ہے مبسوط میں ہے (لاتطیق المقام معه) یعنی جنون اس درجہ ہو کہ اس کے ساتھ رہنا مشکل اور قدرت سے باہر ہو اور کتاب الآثار میں ہے (یخاف علیها قتله) یعنی اس کے ساتھ رہنے میں اندیشہ ہے کہ قتل کر بیٹھے۔ دونوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جو مجنون ایذا پہنچایا کرتا ہو اس کے متعلق عادت غالبہ سے اکثر یہ بھی اندیشہ ہوتا ہے کہ شاید قتل کر بیٹھے خلاصہ یہ ہوا کہ جس مجنون سے ناقابل برداشت ایذاء پہنچتی ہو تو اس سے تفریق کا حق حاصل ہوگا۔

تفریق کی صورت

تفریق کی صورت یہ ہے کہ زوجۂ مجنون قاضی کی عدالت میں درخواست دے اور خاوند کا خطرناک جنون ثابت کرے اس کے بعد قاضی واقعہ کی تحقیق کرے اگر صحیح ثابت ہو جائے تو مجنون کو مطلق ایک سال کی مہلت علاج کیلئے دیدے خواہ جنون مطبق ہو یا حادث ہر حال میں احتیاطاً یہی حکم ہے کیونکہ فقہ کی کتاب میں دونوں کا حکم واضح نہیں اس لئے بہر صورت ایک سال کی مہلت دیدی جائے گی ایک سال گزرنے کے بعد پھر عورت درخواست کرے اگر شوہر کا جنون اس وقت بھی باقی ہے تو عورت کو اختیار دیدیا جائے اس پر اگر عورت اسی مجلس میں فرقت طلب کرے تو قاضی تفریق کردے۔[2]

(۱) الحیلة الناجز للحیلة العاجزہ ۱۷۶ (۲) الحیلة الناجزہ للحیلة العاجزة ۱۷۷

شرائطِ تفریق

جو شرائط زوجۂ عنین کیلئے ہیں جن کی تفصیل گذر چکی ان میں سے اکثر شرائط زوجۂ مجنون کیلئے بھی ہیں جن کا اجمال یہ ہے (۱) نکاح سے پہلے عورت کو خاوند کے مجنون ہونے کا علم نہ ہو (۲) نکاح کے بعد علم ہونے پر رضامندی کا اظہار نہ کیا ہو (۳) مہلت کا سال گزرنے کے بعد جب دوبارہ درخواست پر قاضی عورت کو اختیار دیدے تو عورت اسی مجلس میں فرقت کو اختیار کرلے اگر مجلس برخاست ہوگئی یا عورت خود یا کسی کے اٹھانے سے کھڑی ہوگئی تو اختیار نہیں رہے گا (۴) جنون موجب للفسخ کا علم ہوجانے کے بعد اپنے اختیار سے عورت نے جماع یا دواعی جماع کا موقع نہ دیا ہو لہٰذا اگر مجنون نے بالجبر ہمبستری کرلی تو عورت کا اختیار ختم نہیں ہوگا۔ (۵) زوجۂ عنین کی طرح زوجۂ مجنون بھی اپنے خاوند سے علیحدہ ہونے میں خود مختار نہیں بلکہ قضاء قاضی شرط ہے جس جگہ قاضی نہ ہو تو وہاں شرعی پنچایت قائم مقام قاضی کے ہوگی۔

فائدہ:- مہر اور عدت کا حکم یہ ہے کہ اگر فسخ نکاح خلوت صحیحہ سے قبل ہوا ہے تب تو مہر بالکل ساقط ہوجائے گا اور عدت کی بھی ضرورت نہیں رہے گی اور اگر عیب جنون معلوم ہونے سے پہلے خلوت صحیحہ ہوچکی بعد ازاں علم جنون ہونے پر فسخ نکاح کی نوبت آئی ہے تو پورا مہر لازم ہوگا اور عدت بھی واجب ہوگی۔

(نوٹ) زوجۂ مجنون کا نکاح فسخ ہونے کے لئے جو شرائط مذکور ہوئے ہیں اگر کسی جگہ وہ شرائط موجود نہ ہوں تو جنون کی وجہ سے تو تفریق نہیں ہوسکتی لیکن اگر مجنون آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ رکھتا ہو اور نہ اس کو کسب معاش پر قدرت ہو اور زوجہ کیلئے نفقہ کی کوئی دوسری سبیل بھی نہیں تو ایسی صورت میں مفتی کے لئے عورت کے اضطرار کی پوری تحقیق ہوجانے اور چند علماء سے مشورہ کے بعد اس فتویٰ کی بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کی بناء پر عدم نفقہ کی وجہ سے قاضی یا اس

کے قائم مقام جو ہو وہ ان دونوں میں تفریق کر دے اور یہ تفریق طلاق رجعی کے حکم میں ہوگی مگر اس کیلئے بھی یہ شرط ہے کہ عورت کو عقد نکاح سے قبل خاوند کے فقر و نادار ہونے کا علم نہ ہو ورنہ اگر ناداری کا علم ہوتے ہوئے عقد نکاح کیا گیا تو اب بوجہ عدم نفقہ کے بھی اس کو مطالبۂ تفریق کا حق نہ ہوگا۔[1]

شوہر کا جذام، برص یا اس جیسے کسی موذی مرض میں مبتلا ہونا

شوہر کے جذام، برص یا اس جیسے دیگر موذی امراض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے عورت ساتھ رہنا نہیں چاہتی اور مرد طلاق یا خلع پر بھی راضی نہیں تو اس سلسلے میں حضرت امام محمدؒ نے تفریق کی اجازت دی ہے اور آج کل اسی پر فتویٰ بھی ہے لہٰذا عورت اپنا معاملہ قاضی شرعی کے پاس پیش کر کے تفریق کا مطالبہ کرے قاضی تحقیق حال اور ثبوت شرعی کے بعد شوہر کو ایک قمری سال تک علاج کیلئے مہلت دیگا اس کے بعد بھی افاقہ نہیں ہوا اور عورت نے دوبارہ تفریق کا مطالبہ کیا تو قاضی تفریق کرا دیگا۔

لیکن اگر شوہر نکاح سے قبل ان امراض میں مبتلا تھا اور اس کا علم عورت اور اس کے اولیاء کو بھی تھا اس کے باوجود نکاح کیا تو اب اس کو تفریق کے مطالبہ کا حق حاصل نہ ہوگا۔[2]

مرد نے اپنی حالت کے بارے میں عورت کو دھوکا میں ڈالکر نکاح کیا

اگر کسی مرد نے اپنے عقیدہ کے صحیح ہونے یا اپنی مالی حالت یعنی مہر و نفقہ پر قدرت یا مرض قبیح جذام، برص وغیرہ سے صحت یا اپنے خاندان وغیرہ کے بارے

---

(۱) الحیلۃ الناجزۃ للحیلۃ العاجزہ ۱۷۸ تا ۱۷۹

(۲) واذا کان بالزوج جنون او برص او جزام فلا خیار لها عند ابی حنیفة وابی یوسف وقال محمد لها الخیار دفعا للضرر عنها کما فی الجب والعنة (هدایة) قوله لها الخیار لانه تعذر علیها الوصول الی حقها لمعنی فیه فکان بمنزلة الجب والعنة فتخیر دفعا للضرر حیث لاطریق لها سواه (حاشیه هدایه صفحه ۴۲۲ جلد۲)

میں غلط بیانی کی۔ اور اس طرح لڑکی اور اس کے اولیاء کو دھوکا دیکر نکاح کیا یا یوں کہا کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ اس کا بیٹا نہیں بلکہ ولد الزنا ہے یا لقیط مجہول النسب ہے۔ تو ان صورتوں میں بھی لڑکی اور اس کے اولیاء کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہے لہٰذا عورت اپنا معاملہ قاضی شرعی کے پاس پیش کر کے تفریق کا مطالبہ کر سکتی ہے قاضی اس بنیاد پر ثبوت شرعی کے بعد مرد کو طلاق کیلئے حکم کرے اگر وہ طلاق سے انکار کرے تو خود سے تفریق کر دے۔[1]

فساد نکاح کیوجہ سے تفریق

خزینۃ الفقہ جلد اول میں شرائط نکاح کے بیان میں گزر چکا ہے کہ شرائط نکاح نہ پائے جانے کی صورت میں نکاح فاسد ہو جاتا ہے اس صورت میں زوجین پر متارکت لازم ہے اگر دونوں خود سے علیحدہ نہ ہوں تو قاضی دونوں کے درمیان تفریق کر دیگا۔

متارکت کی صورت یہ ہے کہ زوجین میں سے کوئی دوسرے کے متعلق یوں کہے کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا میں اس سے علیحدہ ہو گیا یا اس کے ہم معنی کوئی اور جملہ کہے پھر متارکت یا تفریق قاضی کے بعد عورت پر عدت لازم ہو گی بشرطیکہ وطی کر لی گئی ہو یہاں خلوت وطی کے قائم مقام نہیں ہو گی نیز عدت صرف فرقت اور طلاق کیوجہ سے ہو گی موت کیوجہ سے نہیں اور عدت کا شمار تفریق یا متارکت کے وقت سے ہو گا۔[2]

---

(۱) لو تزوجته علی انه حر او سنی او قادر علی المهر والنفقة فبان بخلافه او علی انه فلان ابن فلان فاذا هو لقیط او ابن زنا کان لها الخیار (درمختار علی هامش شامی صفحه ۱۷۶ جلد ۵)

(۲) ویجب مهر المثل فی نکاح فاسد الخ ویثبت لکل واحد منهما فسخه ولو بغیر محضر عن صاحبه ودخل بها اولا فی الاصح خروجا عن المعصیة فلا ینافی بل یجب علی القاضی التفریق بینهما وتجب العدة بعد الوط لا الخلوة للطلاق لا للموت من وقت التفریق او متارکة الزوج (درمختار) المتارکة فی الفاسد بعد الدخول لاتکون الا بالقول کخلیت سبیلك او ترکتك (شامی صفحه ۲۷٤ تا ۲۷۷ جلد٤)

تفریق بسبب حرمت مصاہرت

خزینۃ الفقہ باب المحرمات میں تفصیل سے حوالہ کے ساتھ یہ مسئلہ آچکا ہے کہ کچھ ایسے ناجائز اسباب ہیں جن کی وجہ سے رشتۂ نکاح ختم ہو کر زوجین کے مابین حرمت مؤبدہ ثابت ہو جاتی ہے لہٰذا وہاں ایک نظر دیکھ لیا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب عورت نے یہ دعویٰ کیا کہ شوہر کے اصول مثلاً باپ، دادا وغیرہ یا اس کے فروع مثلاً بیٹا پوتا وغیرہ میں سے کسی نے اس سے زنا کیا ہے یا اسے شہوت کیساتھ مس کیا ہے یا فرج داخل کی طرف بشہوت دیکھا ہے۔ یا شوہر نے میرے اصول مؤنث مثلاً میری ماں یا دادی یا میرے فروع مؤنث بیٹی پوتی وغیرہ میں سے کسی کیساتھ زنا کیا ہے یا ان میں سے کسی کو شہوت کیساتھ چھوا ہے یا فرج داخل کی طرف شہوت کیساتھ دیکھا ہے اور شوہر نے بیوی کے اس بیان کی تصدیق کر دی۔ یا شوہر کے انکار کی صورت میں قاضی کے پاس اپنا معاملہ گواہوں کے ذریعہ ثابت کر دیا تو میاں بیوی کے درمیان ہمیشہ ہمیش کیلئے حرمت ثابت ہو جائے گی اب شوہر کی ذمہ داری ہے کہ وہ بیوی سے متارکت کے الفاظ مثلاً میں نے تمہیں چھوڑ دیا یا میں تم سے علیحدہ ہو گیا وغیرہ کہہ کر اس کو الگ کر دے۔ اگر شوہر اپنی تصدیق یا بیوی کے اپنے دعویٰ پر بینہ قائم کرنے کے باوجود متارکت سے گریز کرے تو قاضی نیابۃً عن الزوج تفریق کر دیگا اور یہ تفریق ظاہراً و باطناً دونوں طرح سے نافذ ہو گی۔

اور اگر بیوی کے دعویٰ کو شوہر نے تسلیم نہیں کیا اور عورت گواہوں کے ذریعہ اس کو ثابت بھی نہیں کر سکی تو خاوند سے حلف لیا جائے گا اگر اس نے حلف لے لیا تو مقدمہ خارج کر دیا جائیگا اور عورت کو شوہر کے پاس رہنے کا حکم کر دیا جائے گا اور اگر شوہر حلف سے انکار کرے تو تفریق کر دی جائے گی۔

تنبیہ:- اگر خاوند کو غالب گمان ہو کہ ایسا واقعہ ضرور ہوا ہے جس سے حرمت مصاہرت متحقق ہو گئی تو پھر اس کا انکار کرنا حرام ہے اگر اس نے جھوٹا حلف

لیااور قاضی نے فیصلہ کر دیا تو اس سے بیوی حلال نہیں ہو گی نیز اسی طرح عورت اس بات کو جانتی ہے کہ میرا نکاح ٹوٹ گیا مگر شہادت معتبرہ پیش نہیں کر سکی اور شوہر نے حلف بھی اٹھالیا جس کی وجہ سے قاضی نے مقدمہ خارج کر دیا تو اس عورت کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے اختیار سے شوہر کو اپنے نفس پر قدرت دے بلکہ خلع وغیرہ کے ذریعہ اس مرد سے چھٹکارے کا کوئی راستہ اختیار کرے اگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہو تو جب تک اپنا بس چلے شوہر کو پاس نہ آنے دے مگر جب تک خاوند متارکت نہ کرے یا قاضی تفریق نہ کر دے اس وقت تک دوسری جگہ بھی اس عورت کا نکاح درست نہیں ہو سکتا۔(۱)

حرمت مصاہرت ثابت ہونے کی شرائط

تقبیل اور مس یا شہوت سے حرمت ثابت ہونے کے لئے چند شرائط ہیں ان کے بغیر حرمت ثابت نہیں ہو گی۔(۱) مرد و عورت دونوں قابل شہوت ہوں یعنی مرد کم از کم بارہ سال کا اور عورت نو سال کی ہو۔(۲) چھونا اور اندرون شرمگاہ کو دیکھنا قصداً ضروری نہیں بلکہ سہواً، نسیاناً، خطاءً، جہالۃً کسی طرح سے بھی مس بشہوت یا داخل فرج کی طرف نظر بشہوت کافی ہے (۳) مس اور فرج داخل کو دیکھنا، شہوت کیساتھ شرط ہے لہٰذا اگر چھونے یا دیکھنے کے وقت شہوت نہیں تھی بلکہ بعد میں پیدا ہوئی تو حرمت ثابت نہیں ہو گی۔(۴) مس اور تقبیل سے ثبوت حرمت کے لئے دونوں میں شہوت کا ہونا ضروری نہیں عورت یا مرد کسی ایک میں شہوت کا پایا جانا کافی ہے۔(۵) اندرون فرج اور آلہ تناسل کے دیکھنے میں شہوت دیکھنے والے میں شرط ہے صرف دوسری طرف سے شہوت کا ہونا موجب حرمت نہیں۔(۶) بیوی کا دعوی بذریعہ شہادت مسموع ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ صرف ہونٹ یا رخسار کا بوسہ لینے یا شرمگاہ یا عضو مخصوص یا پستان کے چھونے کی شہادت

(۱) مستفاد الحیلۃ الناجزۃ للحلیۃ العاجزۃ صفحہ ۹۲ تا ۹۷ زیر عنوان حرمت مصاہرت

معتبر ہو جائیگی شہوت کا انکار مسموع نہ ہوگا بلکہ تفریق کردی جائے گی اس کے برخلاف سر یا پیشانی اور باقی بدن کے چھونے میں اس بات پر شہادت ضروری ہوگی کہ یہ فعل شہوت کیساتھ ہوا ہے گواہوں کو اس کا علم انتشار آلہ یا دیگر قرائن سے ہوا ہے ورنہ شہوت کو چھوڑ کر صرف اس فعل پر گواہی دینا کالعدم قرار دیا جائے گا البتہ خاوند سے حلف لیا جائے گا کہ یہ فعل شہوت سے تھا یا نہیں اگر اس نے حلف لے لیا تو قاضی تفریق نہیں کریگا ورنہ تفریق کردی جائیگی۔ (۷) بوسہ اور مس یا شہوت سے حرمت مصاہرت ثابت ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ بیچ میں کوئی کپڑا حائل نہ ہو جو بدن کی گرمی محسوس ہونے کو روک دے اگر کسی نے ایسے موٹے کپڑے کے اوپر سے بوسہ لیا یا مس بالشہوت کیا جس سے بدن کی حرارت محسوس نہ ہوتی ہو تو حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ (۸) حرمت ثابت ہونے کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مس یا تقبیل یا نظر بالشہوت سے انزال نہ ہوا ہو اگر انزال ہو گیا تو حرمت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ یہ چیزیں جماع کا سبب نہیں ہوئیں۔[1]

غیر کفو میں نکاح کیوجہ سے تفریق

غیر کفو میں نکاح کی کل سات صورتیں ہیں ہر ایک کا حکم علیحدہ ہے خزینۃ الفقہ جلد اول باب کفائت میں تمام مسائل آچکے ہیں ایک نظر دیکھ لیا جائے تاہم خلاصہ کے طور پر یہاں بھی ذکر کردیا جاتا ہے وہ یہ کہ دو صورتوں میں تو نکاح منعقد ہو کر لازم رہے گا تفریق کا حق نہیں ہوگا۔ اس کے بعد دو صورتوں میں نکاح بالکل صحیح اور منعقد ہی نہیں ہوگا اور بعد کی تین صورتوں میں فسخ اور تفریق کا حق ہوگا وہ صورتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح پہلے اور دوسرے درجہ کے ولی یعنی باپ یا دادا نے کیا جس میں ولایت اجبار کے تمام شرائط موجود ہوں یعنی باپ یا دادا نے

(۱) خلاصہ در مختار مع الشامی ۱۰۷ تا ۱۱۵ جلد ۴)

ہوش حواس کی حالت میں نابالغ اولاد کا نکاح ان کی خیر خواہی، اور مصالح و بھلائی کے پیش نظر غیر کفو میں کر دیا۔ (۲) بالغ لڑکے نے خود سے غیر کفو میں نکاح کیا تو ان دونوں صورتوں میں نکاح منعقد ہو کر لازم رہے گا فسخ کا اختیار نہ ہوگا۔ (۳) باپ دادا کے علاوہ کسی دوسرے ولی نے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کیا۔ (۴) باپ دادا نے ہی نابالغ اولاد کا نکاح غیر کفو میں کیا مگر باپ دادا کے اندر ولایت اجبار مفقود تھی مثلاً بے غیرت یا لاپرواہی یا کسی لالچ میں یا نشہ کی حالت میں ایسے گھرانے میں نکاح کر دیا جو معاشرہ میں اسکا ہم پلہ نہ تھا تو ان دونوں صورتوں میں نکاح بالکل منعقد ہی نہ ہوگا۔ (۵) بالغہ نے اپنا نکاح خود سے ولی کی رضامندی کے بغیر غیر کفو میں کر لیا تو ولی عصبہ کو اس صورت میں حق تفریق حاصل ہوگا۔ (۶) بالغہ اور ولی دونوں نے کفائت کی شرط پر نکاح کیا یا شوہر کی بات پر اعتماد کرتے ہوئے کفو سمجھ کر نکاح کیا مگر بعد میں معلوم ہوا کہ لڑکا کفو میں نہیں ہے تو اس صورت میں ولی اور بالغہ کو قاضی کے ذریعہ تفریق کا حق ہوگا۔ (۷) باپ دادا نے بالغ اولاد کا نکاح کفائت کی شرط پر کیا یا کفائت کے سلسلے میں فریق ثانی کے بیان پر اعتماد کر کے کیا لیکن بعد میں اس کے خلاف ظاہر ہوا تو عدم کفائت کی بنیاد پر باپ دادا کو بذریعہ قضاء قاضی تفریق کا حق حاصل ہوگا۔ بلکہ نابالغ لڑکا اور لڑکی بالغ ہو چکے اور اس کے بالغ ہونے سے قبل باپ دادا نے حقیقت ظاہر ہونے کے بعد بھی نکاح کو منظور نہ کیا تو اب اولاد کو بھی عدم کفائت کی بنیاد پر بذریعہ قضاء قاضی حق تفریق حاصل ہوگا اور باپ دادا کو بھی حق رہے گا بلوغ کے بعد لڑکا لڑکی یا باپ دادا کوئی بھی نکاح کو فسخ کرا سکتا ہے اگرچہ دوسر ابقاء نکاح پر رضامند ہو جائے۔(۱)

(نوٹ) عدم کفائت کی بنیاد پر تفریق کا حق اس وقت تک حاصل ہوگا

(۱) الحیلۃ الناجزللحیلۃ العلجزہ ۱۰۴ تا ۱۰۸ زیر عنوان خیار کفائت

جب تک کہ اس شوہر سے اولاد نہ ہوئی ہو یا اس سے حمل ظاہر نہ ہوا ہو۔[1]

بالغ ہونے کے بعد اختیار فسخ کی صورتیں

جیسا کہ گزر چکا کہ اگر نابالغ اولاد کا نکاح باپ دادا نے کیا تو بہر صورت نکاح منعقد ہو گا فسخ کا اختیار کفو یا غیر کفو میں رضامندی کی تصریح کے بعد نہیں ہو گا اور اگر باپ دادا کے علاوہ ولی نے غیر کفو میں نکاح کیا تو نکاح منعقد ہی نہیں ہو گا۔ ہاں اگر باپ دادا کے علاوہ ولی نے کفو اور مہر مثل پر نکاح کیا تو نابالغ اولاد کو بالغ ہونے کے بعد فسخ نکاح کا اختیار رہتا ہے جس کی تین صورتیں ہیں (۱) لڑکی کو اپنے نکاح کی خبر پہلے سے ہے اور شوہر نے ابھی اس سے وطی بھی نہیں کی ہے تو بالغ ہوتے ہی اپنی ناراضگی اور ناپسندیدگی کا اظہار اسی مجلس میں اسی وقت کردے کہ میں اس نکاح کو ناپسند کرتی ہوں اگرچہ تنہائی میں ہو اور اگر اس نے بلوغ کے بعد ایک لحہ بھی توقف کیا تو اختیار ختم ہو جائے گا مگر ناراضگی کے اظہار کے بعد بھی قضاء قاضی ضروری ہے (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ اس کو پہلے سے اپنے نکاح کی خبر نہیں تھی تو جوان ہونے کے بعد جس وقت نکاح کی خبر ملے فوراً اسی وقت اسی مجلس میں انکار کردے اگر ایک لحہ بھی توقف کرے گی تو اختیار ختم ہو جائے گا۔ (۳) تیسری صورت یہ ہے کہ اگر جوان ہونے سے قبل لڑکی کے شوہر نے اس سے صحبت کر لی تو فوراً بالغ ہوتے ہی یا خبر نہ ہونے کی صورت میں خبر پاتے ہی انکار کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ جب تک اس کی رضامندی کا حال معلوم نہ ہو جائے تب تک نکاح میں رہنے اور نہ رہنے کا اختیار باقی رہے گا خواہ کتنا ہی زمانہ کیوں نہ گزر جائے ہاں جب اس نے صاف زبان سے منظور کر لیا کہ میں نکاح میں رہنا چاہتی ہوں یا کوئی ایسی بات پائی گئی جس سے رضامندی ثابت ہو جاتی ہے جیسے اپنے شوہر کیساتھ میاں بیوی کی

(۱) وله اي للمولى اذا كان عصبة... الاعتراض في غير الكفء فيفسخه القاضي ويتجدد بتجدد النكاح مالم يسكت حتى تلد منه لئلا يضيع الولد وينبغي الحاق الحبل الظاهر به (درمختار على هامش شامي صفحه ١٥٥ تا ١٥٦ جلد٤)

طرح خلوت صحیحہ کرلیا تو پھر اختیار جاتا رہے گا اور نکاح لازم ہو جائے گا۔[1]

مہر میں غیر معمولی کمی کیوجہ سے فسخ نکاح

بالغہ نے بغیر ولی کی اجازت کے اپنا نکاح اگرچہ کفو میں کیا ہو مگر مہر مثل سے بہت کم مہر مقرر کیا تو نکاح صحیح تو ہو جائے گا مگر ولی عصبہ کو یہ حق ہو گا کہ وہ شوہر سے مہر مثل مکمل کرائے اگر شوہر نے پورا کر دیا تو اعتراض کا حق ختم ہو جائے گا اور اگر وہ مہر مثل کے برابر مہر دینے سے گریز کرے تو ولی کو حق ہے کہ قاضی کے پاس معاملہ پیش کر کے نکاح کو فسخ کرادے۔[2]

احد الزوجین کے ارتداد یا قبول اسلام سے فسخ نکاح

الحیلۃ الناجزہ میں اس مسئلے کی مفصل بحث موجود ہے قدرے تفصیل کیساتھ خزینۃ الفقہ جلد اول کے اخیر میں بھی کچھ مسائل آچکے ہیں یہاں بھی خلاصہ یہ ہے کہ غیر مسلم میاں بیوی اگر ایک ساتھ ایمان قبول کرلیں تو نکاح باقی رہے گا بشرطیکہ زوجین کے مابین محرمیت کا رشتہ نہ ہو۔ صرف بیوی ایمان قبول کرے تو شوہر پر اسلام پیش کیا جائے گا۔ قبول کرلے، تو نکاح باقی رہے گا ورنہ تفریق کر دی جائے گی۔ اسی طرح (نعوذ باللہ) میاں بیوی دونوں مرتد ہو کر پھر ایک ساتھ اسلام قبول کرلیں تو ان کا نکاح باقی رہے گا۔ اگر زوجین میں سے کوئی ایک مرتد ہو جائے تو ان کا نکاح خود بخود ختم ہو جاتا ہے اگر پھر دوبارہ اسلام قبول کرلے تو تجدید نکاح کے بغیر ساتھ نہیں رہ سکتے لیکن اگر عورت خاوند سے پریشان ہو کر نکاح توڑنے یا کسی

---

(۱) وان کان المزوج غیرهما ای غیر الاب وابیه... لایصح النکاح من غیر کف او بغبن فاحش أصلا.. وان کان من کف وبمهر المثل صح ولکن لهما ای لصغیر وصغیرة ملحق بهما خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعده... بشرط القضاء (درمختار علی هامش شامی ۱۷۳ تا ۱۷۶ جلد۴) (۲) عما لو تزوجت بدون مهر المثل فقد علمت ان للولی الاعتراض ایضا والظاهر انه لاخلاف فی صحة العقد الخ فلذا قالوا له الاعتراض حتی یتم مهر المثل او یفرق القاضی فاذا اتم المهر زال سبب الاعتراض (شامی ۱۵۶ تا ۱۵۷ جلد۴)

اور مقصد کیلئے مرتد ہوئی تو ایسی عورت کو جبراً مسلمان کر کے شوہر اول ہی سے کم مہر پر دوبارہ نکاح کرادیا جائے بشرطیکہ شوہر اس کا طالب ہو۔ اور اگر شوہر خاموش ہے یا صراحۃً چھوڑ رکھا ہے تو پھر عورت دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے۔[1]

فرقت کی وہ صورتیں جن میں قضاء قاضی شرط نہیں

طلاق کے علاوہ بہت سی صورتیں ایسی ہیں کہ جن سے خود بخود نکاح ختم ہو جاتا ہے قضاء قاضی ان کے لئے ضروری نہیں ہے (۱) مصاہرت کیوجہ سے جو حرمت ثابت ہوتی ہے اس میں قضاء قاضی کے بغیر شوہر کا متارکت کرلینا نکاح کے ختم ہونے کے لئے کافی ہے (۲) نکاح فاسد ہونے کی صورت میں زوجین میں سے کوئی متارکت کرلے (۳) کسی نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا اور مدت ایلاء کے اندر رجوع نہیں کیا تو خود بخود نکاح ختم ہو جاتا ہے (۴) ارتداد کیوجہ سے خود بخود نکاح ختم ہو جاتا ہے قضاء قاضی شرط نہیں۔

فرقت کی وہ صورتیں جن میں قضاء قاضی شرط ہے

مذکورہ چار صورتوں کے علاوہ تفریق کے تمام مسائل میں قضاء قاضی شرط ہے۔ ہندوستان کی بعض ریاستوں اور بیرون ہند کے وہ ممالک جہاں شرعی قاضی موجود ہیں وہاں تو معاملہ سہل ہے اور جہاں شرعی قاضی موجود نہیں تو وہاں حاکم شرعی کو اس کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے اگر حاکم شرعی بھی نہیں تو شرعی پنچایت میں معاملہ پیش کرنے کی گنجائش ہے اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو کسی عالم دین کو فریقین حکم تسلیم کرلیں تو وہ بھی نکاح کو فسخ کرسکتا ہے اگر ایک فریق حکم تسلیم کرے اور دوسرا فریق اس کا انکار کرے تو اس عالم کا کیا ہوا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا دونوں فریق کا متفق ہونا ضروری ہے۔[2]

---

(۱) مستفاد الحیلة الناجزة ۱۱۵ تا ۱۲۳ (۲) وفی الفتح واذا لم یکن سلطان ولا من یجوز التقلد منه کما هو فی بعض بلاد المسلمین غلب علیهم الکفار کقرطبة الآن یجب علی المسلمین ان یتفقوا علی واحد منهم یجعلونه والیا فیولی قاضیا ویکون هوالذی یقضی بینهم وکذا ینصبوا اماما یصلی بهم الجمعة (شامی ۴۳ جلد۸ کتاب القضاء)

اہلیت قضاء کیلئے ضروری صفات

منصب قضاء پر فائز ہونے کے لئے قاضی کے اندر چند صفات کا پایا جانا ضروری ہے مثلاً قاضی کا عاقل، بالغ، مسلمان، آزاد اور بینا ہونا شرط ہے اسی طرح بولنے والا ہو گونگا نہ ہو، سننے والا ہو بالکل بہرا نہ ہو، حد قذف میں سزا یافتہ نہ ہو، صاحب علم وفضل ہو حلال و حرام اور دیگر ضروری احکام پر اس کی نگاہ ہو، کتاب وسنت اور طریقہ اجتہاد سے واقف ہو، جس ملک یا علاقہ کیلئے قاضی مقرر کیا گیا ہو وہاں کی زبان و محاورات سے آشنا ہو، علمائے دین سے مشورہ لینے میں عار محسوس نہ کرتا ہو، سچا، دیانت دار عفیف، گناہوں سے بچنے والا، مقام تہمت اور شبہات سے دور رہنے والا، رضا و غضب ہر حال میں خدا کی نافرمانی سے محفوظ اور صاحب مروت ہو، نیز محل تہمت سے بچنے والا لالچ سے پاک، ذہین و فطین ہو۔ مزاج میں عجلت نہ ہو، اپنے دین کے معاملہ میں محتاط اور قابل اعتماد ہو، اہل معاملہ کی چالوں پر نگاہ رکھنے والا، جعل سازی سے دھوکا نہ کھانے والا اور صاحب ہیبت و وقار ہو، ایسا سنجیدہ ہو جس کی سنجیدگی میں غضب اور کبر کی ملاوٹ نہ ہو، ایسا متواضع اور منکسر المزاج جس کی تواضع میں کمزوری کا دخل نہ ہو اللہ کی رضا کے مقابلہ میں کسی کی رضا کی اوراس کی ناراضگی کے مقابلہ میں مخلوق کی ناراضی اوراس کی ملامت کی پروانہ کرتا ہو، کردار کا مضبوط، دانش مند، سمجھ دار اور صالح ہو۔(۱)

حاکم شرعی

جہاں قاضی شرعی موجود نہیں وہاں حاکم جج مجسٹریٹ وغیرہ کو اس قسم کے معاملات میں اختیار رہتا ہے مگر اس کے لئے چند شرائط ہیں (۱) اول یہ کہ وہ مسلمان ہو جو گورنمنٹ کی طرف سے متعین ہو کافر حاکم کا فیصلہ مسلمانوں پر نافذ

(۱) ملخص وماخوذ اسلامی عدالت صفحہ ۱۸۴ تا ۱۹۸ جلد اول مولفہ قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ

نہیں ہوگا لقولہ تعالی (ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا) یعنی اللہ تعالی نے کافروں کیلئے اہل ایمان پر کوئی راہ نہیں رکھی ہے، کیونکہ قانون شریعت کا مسلمہ اصول ہے کہ اس قانون کے مطابق فیصلہ وہی شخص کر سکتا ہے جو خود بھی اس قانون کو تسلیم کرے (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ حاکم کے اندر اسلامی قانون کا اتنا علم اور اتنی فہم ہو کہ وہ معاملات میں ہر مقدمہ کے مخصوص حالات کو سمجھ کر اسلامی قانون کے مطابق قانون کی صحیح تعبیر مقدمہ پر کر سکے اس کیلئے فقیہانہ بصیرت ضروری ہے لہٰذا اگر روداد مقدمہ غیر مسلم مرتب کرے اور مسلمان حاکم فیصلہ کرے یا بالعکس تب بھی فیصلہ نافذ نہ ہوگا اسی طرح عنین وغیرہ کو مہلت تو مسلمان حاکم نے دی ہو لیکن تفریق سے قبل دوسرا غیر مسلم حاکم آگیا اور اس نے تفریق کر دی یا بالعکس تو وہ تفریق صحیح نہیں ہوگی کیونکہ فیصلہ کیلئے اہلیت قضاء شرط ہے اور نااہل کا فیصلہ غیر معتبر ہے اسی طرح نااہل کے سامنے شہادت بھی ناکافی ہے۔[1]

کورٹ کا فیصلہ اور تفریق

کورٹ کا فیصلہ اگر شرعی قوانین کے مطابق ہو تو نافذ ہو کر نکاح فسخ ہو سکتا ہے۔ شرعی قانون اور ضابطہ یہ ہے کہ حاکم جج مسلمان ہو اور اسلامی قانون کا علم و فہم رکھتا ہو اور مقدمہ کی پوری تحقیق دونوں فریق سے کرتا ہو یعنی اگر عورت نے مقدمہ دائر کیا تو شوہر کو بھی عدالت میں بلوائے اور اس سے عورت کے الزامات کا جواب طلب کرے اگر شوہر ان الزاموں سے انکار کر دیتا ہے تو پھر عورت سے گواہ طلب کئے جائیں اگر عورت گواہ پیش نہ کر سکے تو پھر شوہر سے قسم لی جائے اگر شوہر حلفیہ طور سے عورت کے الزام اور دعوی کو غلط قرار دیدے تو عورت کا دعوی خارج کر دیا جائے۔ اور اگر عورت گواہ پیش کر دے تو عدالت شوہر کو حقوق زوجیت ادا کرنے کی تاکید کرے۔ مگر ان سب کے باوجود اگر عدالت فیصلہ کرتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ ان دونوں کا یکجا رہنا ممکن نہیں تو شوہر کو طلاق

(۱) مستفاد الحیلۃ الناجزۃ صفحہ ٤٥

دینے کا حکم کرے اگر شوہر طلاق دینے پر آمادہ نہیں اور نہ حقوق واجبہ ادا کرتا ہے اور نہ حقوق ادا کرنے کی صلاحیت ہے جیسے عنین، اور معسر، تو پھر حاکم فسخ نکاح کا فیصلہ کرے۔ مگر یہ باتیں ہندوستانی کورٹ میں مفقود ہیں اولاً تو حاکم جج مسلمان نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ قانون شرعیہ کے خلاف صرف عورت کی شکایت پر بغیر شوہر کے بلائے نکاح ختم کر کے عورت کو نکاح ثانی کی اجازت دیدیتا ہے۔ اسلئے یہ حاکم حاکم شرعی نہیں اور یہ عدالت عدالت شرعی نہیں حاکم اگر مسلمان ہو تو بھی اس کو حاکم شرعی نہیں مانا جائے گا اور اس کے کیئے ہوئے فیصلہ سے نکاح فسخ نہیں ہوگا عورت بدستور شوہر کے نکاح میں باقی رہے گی۔[1]

شرعی پنچایت

حاکم شرعی کے بھی نہ ہونے کی صورت میں معاملہ کو شرعی پنچ کے حوالہ کرنے کی گنجائش ہے شرعی پنچ کے سب ارکان مسلمان اور اہل علم ہوں اور کم از کم تین ہوں۔ عوام کی پنچایت کا کچھ اعتبار نہیں معلوم نہیں کہاں قواعد شرعیہ کے خلاف کر بیٹھیں اگر یہ میسر نہ ہو تو پنچ میں ایک معاملہ شناس عالم جو شہادت اور قضاء کے احکام میں ماہر ہو امیر کی حیثیت سے اس پنچایت کا رکن ہو کہ پنچ اول سے اخیر تک جو بھی کام کرے اس سے پوچھ کر کرے باقی تمام ارکان کا دیندار اور عادل ہونا ضروری ہے یعنی گناہ کبیرہ سے مجتنب ہوں اور صغائر پر مصر نہ ہوں اگر کبھی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کرنے والے ہوں۔ لہٰذا وہ شخص جو سود یا رشوت وغیرہ لیتا ہو یا ڈاڑھی منڈواتا ہو یا جھوٹ بولتا ہو یا نماز روزہ کا پابند نہیں وہ اس جماعت کا رکن نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ مسئلہ مالکیہ سے لیا گیا ہے اس لئے اس کی تمام شرائط کی رعایت لازم ہے نیز تمام ارکان کا اتفاق رائے سے فیصلہ اور نکاح کو فسخ کرنا ضروری ہے کثرت رائے کا اعتبار نہیں ہوگا۔ خدانخواستہ کسی واقعہ کے متعلق

(۱) مستفاد فتاوی دار العلوم دیوبند صفحہ ۱۵۳ جلد ۸ آپ کے مسائل اور ان کا حل صفحہ ۴۰۱ جلد ۵)

پنچایت کے ارکان میں اختلاف رہا تو تفریق وغیرہ نہ ہوسکے گی۔[۱]

عدت کا بیان

(عدت کے معنی) عدت کے معنی لغت میں تعداد، گنتی اور شمار کرنے کے آتے ہیں اصطلاح شرع میں جو نکاح مؤکد ہوتا ہے (صحبت یا خلوت صحیحہ یا شوہر کی موت سے) اسکے زوال کے بعد اسکے آثار کو ختم کرنے کیلئے شریعت نے جو مدت مقرر کی ہے اتنی مدت تک عورت کو نکاح وغیرہ سے رکنے اور انتظار کرنیکا نام عدت ہے۔[۲]

وضاحت

جب کسی عورت کو اس کا شوہر طلاق دیدے یا خلع یا ایلاء یا فسخ نکاح وغیرہ سے نکاح یا نکاح جیسی چیز (مثلاً نکاح فاسد) ٹوٹ جائے بشرطیکہ اس نکاح میں جماع یا خلوت صحیحہ ہوچکی ہو یا شوہر مرجائے تو ان تمام صورتوں میں عورت مقررہ مدت تک (جس کی تفصیل آگے آئے گی) گھر میں رکی رہے جب تک وہ مدت ختم نہ ہوجائے تب تک نہ کہیں جائے اور نہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے اتنی مدت گزارنے کو عدت کہتے ہیں عدت پوری ہونے کے بعد جہاں چاہے جائے اور جس سے چاہے نکاح کرے۔

عدت کی حکمت

زوال نکاح کے بعد اللہ رب العزت نے عورت پر جو عدت واجب کی ہے وہ مبنی بر حکمت ہے اس میں بہت سے فوائد اور بہت سی مصلحتیں ہیں۔ عدت براءت رحم ہوتی ہے یعنی اس کے بعد کلی طور سے اطمینان حاصل ہوجاتا ہے کہ اب اس عورت کے رحم میں پہلے خاوند کا نطفہ بالکل نہیں رہا اب اگر وہ دوسرا نکاح

(۱) مستفاداً الحیلۃ الناجزۃ للحیلۃ العاجزہ ۵۱ تا ۵۴ زیر عنوان متعلق جماعت مسلمین

(۲) باب العدۃ هی لغۃ بالکسر الاحصاء (درمختار) وعرفها فی البدائع بانها اجل تضرب لانقضاء ما بقی من آثار النکاح (شامی صفحہ ۱۷۷ جلد۵) وفی الشریعۃ تربص یلزم المرأۃ عند زوال ملک المتعۃ مؤکداً بالدخول او الخلوۃ او الموت (حاشیہ ہدایہ ۱۰ صفحہ ۴۲۲ جلد۲)

کرے گی تو اس کا اندیشہ نہ ہوگا کہ یہ بچہ کس شوہر کا ہے، بچہ کا نسب صحیح ثابت ہو کر وہ اپنے باپ کے مال و جائداد کا وارث ہوگا، عدت شریعت کا قانونی حق ہے تاکہ شرعی ضابطے کے مطابق والد اور ولد دونوں کو ایک دوسرے سے حقوق دلوائے جائیں، عدت نعمت نکاح اور عورت کا محافظ قلعہ، بندھن نکاح کے زوال اور شوہر کی جدائی پر غم وافسوس اور اس کی موت پر سوگ کا اظہار ہے، نیز اللہ تعالی کا بڑا احسان ہے کہ اس نے عدت کا وقفہ دیکر زوجین کو باہم ملنے کا موقع دیا ہے کہ وہ اپنی ماضی کی غلطی پر اظہار ندامت کر کے دوبارہ ازدواجی زندگی استوار کر سکتے ہیں، چنانچہ طلاق رجعی کی عدت میں تو ہر وقت رجوع کا موقع ملتا ہی ہے، طلاق بائن کی عدت میں بھی غور و فکر کر کے باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔

شرائط وجوب عدت

(۱) نکاح صحیح کی صورت میں وطی یا خلوت کا پایا جانا عدت واجب ہونے کیلئے شرط ہے خواہ خلوت صحیحہ ہو یا خلوت فاسدہ، لہٰذا وطی یا خلوت سے قبل علیحدگی ہو گئی تو عدت واجب نہیں ہوگی۔ (۲) نکاح کے بعد شوہر کا انتقال کر جانا خواہ وطی یا خلوت نہ ہو سکی ہو محض نکاح ہی سے عدت وفات واجب ہو جاتی ہے۔ (۳) نکاح فاسد میں وطی کا ہونا ضروری ہے لہٰذا محض خلوت یا شوہر کے انتقال سے عدت واجب نہیں ہوگی۔[1]

عدت کی مدتیں اور اس کی شکلیں

عدت دو طرح کی ہوتی ہے (۱) عدت طلاق (۲) عدت وفات۔ پھر عورتوں کو حیض آنے اور نہ آنے کے اعتبار سے عدتِ طلاق کی مختلف صورتیں

(۱) وسبب وجوبها عقد النكاح المتأكد بالتسليم وما جرى مجراه من موت او خلوت اى صحيحة فلاعدة بخلوة الرتقاء (درمختار) وما جرى مجره الخ وهذا خاص بالنكاح الصحيح اما الفاسد فلا تجب فيه العدة الا بالوط ... (اى صحيحة) فيه نظر فان الذى تقدم فى باب المهر ان المذهب وجوب العدة للخلوة صحيحة او فاسدة (شامى صفحه ۱۸۰ جلده)

ہیں ہر ایک کو قدرے تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

مطلقہ حائضہ موطوءہ کی عدت

اگر کسی ایسی عورت کو طلاق دیدی گئی جس کو حیض آتا ہو خواہ طلاق رجعی ہو یا بائنہ یا مغلظہ یا بغیر طلاق کے زوجین کے مابین تفریق ہو گئی اور شوہر نے اس عورت سے وطی بھی کر لی ہو یا خلوت ہو چکی ہو، تو ایسی عورت کی عدت تین ماہواری کا آنا ہے جب مکمل تین حیض گزر جائیں تو عدت پوری ہو جائے گی ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ[1] کہ جن عورتوں کو طلاق دیدی گئی ہو وہ تین مرتبہ ماہواری آنے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔

مطلقہ حائضہ غیر موطوءہ کی عدت

اگر ایسی عورت کو طلاق دی گئی یا فرقت واقع ہوئی جس کو حیض تو آتا ہے مگر اسکے شوہر نے اس سے وطی نہیں کی یا خلوت نہیں پائی گئی تو اس پر طلاق کی عدت نہیں البتہ موت کی عدت ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ قرآن میں ہے کہ

ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَالَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا[2] پھر تم انکو ہاتھ لگانے سے قبل طلاق دیدو تو تمہارے لئے ان عورتوں پر کوئی عدت نہیں جس کے دنوں کو شمار کرو۔

طلاق سے قبل وطی ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف ہو

طلاق سے قبل وطی ہونے اور نہ ہونے میں زوجین کا اختلاف ہو جائے تو

---

(۱) سورۃ البقرہ آیت صفحہ ۲۲۸ واذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا او رجعيا او وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهى حرة ممن تحيض فعدتها ثلثة اقراء (هدایه ۴۲۲ جلد۲ باب العدة (۲) سورۃ الاحزاب آیت ۴۹

بیوی کے قول کا اعتبار ہو گا۔ جیسے بیوی کہتی ہے کہ تم نے مجھے وطی کے بعد طلاق دی ہے لہٰذا میں پورے مہر کی مستحق ہوں اسکے برخلاف شوہر کہتا ہے کہ نہیں میں نے وطی سے قبل تجھے طلاق دی ہے اسلئے نصف مہر تجھے ملے گا تو علامہ ابن نجیم مصری فرماتے ہیں کہ یہاں پر عورت کے قول کا اعتبار کر کے اس پر عدت کو واجب کرنے کے ساتھ اس کیلئے پورا مہر اور عدت کے زمانہ کا نفقہ و سکنیٰ بھی شوہر پر لازم کیا جائے گا۔[۱]

حالت حیض میں طلاق کی عدت

اگر خلاف سنت کسی عورت کو حالت حیض ہی میں طلاق دیدی گئی تو عدت میں اس حیض کو شمار نہیں کیا جائے گا اس کے علاوہ مزید تین حیض کا آنا عدت پوری ہونے کے لئے ضروری ہے۔[۲]

اس مطلقہ کی عدت جسکو حیض نہ آتا ہو

ایسی بیوی کو طلاق دی گئی جسکو بچپن کی وجہ سے ماہواری آنے کی ابتداء ہی نہ ہوئی ہو یا بیوی اتنی بوڑھی ہو چکی کہ ماہواری آنے کا سلسلہ بند ہو گیا یا کسی مرض کیوجہ سے ماہواری نہ آتی ہو تو اسطرح کی مطلقہ عورت کی عدت تین مہینے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالّٰئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِسَائِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ اَشْهُرٍ وَالّٰئِیْ لَمْ یَحِضْنَ [۳]

اور تمہاری عورتوں میں سے وہ جو (زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے) حیض سے مایوس ہو چکی ہوں انکے سلسلے میں اگر تم شک کرتے ہو (تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے) کہ ان کی عدت تین مہینے ہیں اور یہ ہی حکم ان عورتوں کا بھی ہے جنہیں (کم سنی کی وجہ سے) ابھی تک حیض آنا شروع نہ ہوا ہو۔

(نوٹ) مہینوں سے مراد قمری مہینے ہیں۔ لہٰذا اگر طلاق پہلی تاریخ کو دی

---

(۱) لو قال طلقتنی بعد الدخول ولی کمال المهر وقال قبله ولك نصفه فالقول لها لوجوب العدة علیها وله فی المهر والنفقة والسكنی فی العدة (الاشباه والنظائر ص ۳۳۶)

(۲) فان طلقها فی حیضها كان علیها الاعتداد بثلاث حیض كوامل ولا تحتسب هذه الحیضة من العدة (فتاوی قاضیخان علی هامش عالمگیری صفحه ۵۴۹ جلد۱)

(۳) سورة الطلاق آیت ٤

گئی تو بالاتفاق رویت ہلال کے لحاظ سے تین ماہ عدت گزاری جائے گی اور اگر درمیان مہینہ میں طلاق دی گئی ہے تو پھر ہر ماہ تیس دن کا شمار ہو کر کل نوے دن عدت کے شمار کئے جائیں گے۔[۱]

نابالغہ کو درمیان عدت حیض آجائے

کسی لڑکی کو ایسی حالت میں طلاق دی گئی کہ ابھی حیض آنا شروع نہیں ہوا تھا اس لئے وہ مہینہ کے حساب سے عدت شمار کر رہی تھی کہ اس کو درمیان عدت حیض آنا شروع ہو گیا تو اب اسی حیض سے عدت کی شروعات ہو کر حائضہ عورتوں کی طرح تین حیض عدت کیلئے شمار کرے گی۔[۲]

حیض سے مایوس بڑھیا کو درمیان عدت حیض آجائے

اسی طرح آئسہ یعنی وہ بوڑھی عورت جو زیادہ عمر کی وجہ سے حیض سے مایوس ہو چکی تھی اس لئے وہ مہینہ کے حساب سے عدت گزار رہی تھی کہ گذشتہ عادت کے مطابق درمیان عدت حیض آنا شروع ہو گیا تو اس کی گزری ہوئی عدت کا اعتبار نہیں ہو گا بلکہ اس پر از سر نو تین حیض گزارنا ضروری ہو گا۔[۳]

آئسہ عدت گذار کر نکاح کے بعد حیض کا خون دیکھے

حیض سے مایوس بوڑھی عورت نے تین ماہ عدت گزار کر کسی سے نکاح کر لیا پھر حیض کا خون نظر آیا تو کیا اس کا نکاح صحیح ہو گا یا نہیں تو بعض علماء کے

(۱) وان طلقها زوجها فی غرة الشهر تعتد ثلاثة اشهر بالاهلة وان طلقها فی خلال الشهر قال ابو حنيفة رحمه الله تعالى تعتد ثلاثة اشهر بالايام كل شهر ثلاثون يوما وقال صاحباه تعتد بعد ما مضى بقية الشهر الذى طلقها فيه شهرين بالاهلة وتكمل الشهر الاول ثلاثين يوما بالشهر الآخر (فتاوی قاضیخان علی هامش عالمگیری صفحه ۵۴۹ تا ۵۵۰ جلد۱)

(۲) وكذا اذا كانت صغيرة تعتد بالشهور فحاضت بطل حكم الشهور واستقبلت العدة بالحيض كذا في السراج الوهاج (عالمگیری صفحه ۵۲۷ جلد۱)

(۱) ان كانت آيسة فأعتدت بالشهور ثم رأت الدم انتقض ما مضى من عدتها وعليها أن تستانف العدة بالحيض ومعناه اذا رأت الدم على العادة لان عودها يبطل الاياس هو الصحيح (عالمگیری صفحه ۵۲۹ جلد۱)

نزدیک نکاح فاسد ہو جائے گا ہاں اگر قاضی نے نکاح کے جواز کا فیصلہ کیا تھا تو درست ہو گا مگر صحیح قول یہ ہے کہ بغیر قضاء قاضی کے مطلقاً نکاح درست ہو جائیگا۔[۱]

ممتدۃ الطہر کی عدت

اگر عورت کی ماہواری میں گڑبڑی پیدا ہونے کی وجہ سے حیض بند ہو گیا یا شروع ہی سے ممتدۃ الطہر ہے کہ سال یا دو سال بعد حیض آتا ہے یا اس کا معمول یہ ہے کہ ولادت کے کافی مدت بعد حیض آنا شروع ہوتا ہے اور ایسی عورت کو شوہر نے طلاق دیدی تو حنفیہ کا اصل مذہب تو یہ ہے کہ اس کے لئے سن ایاس کی مدت تک حیض کا انتظار ضروری ہے یعنی بوڑھی ہونے سے قبل حیض آجائے تو عدت حیض سے ورنہ تین ماہ عدت گذار کر نکاح سے آزاد ہو گی۔[۲]

لیکن اگر اس قدر انتظار کرنا مشکل ہو کہ گناہ میں مبتلا ہو جانے کا قوی خطرہ ہو یا کسی اور عذر شدید کیوجہ سے بغیر نکاح کے رہنا ناقابل برداشت ہو تو متاخرین حنفیہ نے مجبوراً مسلک مالکی پر عمل کی اجازت دی ہے کہ نوماہ یا ایک سال کی مدت تک انتظار کر کے نکاح سے آزاد ہو جائے گی۔[۳]

البتہ اس کے متعلق حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے تحریر فرمایا ہے کہ اس سلسلے میں چند امور کا لحاظ کیا جائے اول اس کا علاج کیا جائے (کہ حیض آنا شروع ہو جائے) اگر علاج سے بھی خون جاری نہ ہو تب اس قول پر عمل کیا جائے

(۱) فی مجموع النوازل الایسة اذا اعتدت بالاشهر وتزوجت ثم رأت الدم یکون النکاح فاسدا عند البعض اما اذا قضی القاضی بجواز النکاح ثم رأت الدم فلایکون النکاح فاسدا والاصح ان النکاح جائز ولا یشترط القضاء وفی المستقبل العدة بالحیض (عالمگیری صفحہ ۵۲۹ جلد۱)

(۲) وخرج بقوله ولم تحض الشابة الممتدة بالطهر بأن حاضت ثم امتد طهرها فتعتد بالحیض الی ان تبلغ سن الایاس جوهرة وغیرها (درمختار علی هامش شامی صفحہ ۱۸۵ جلد۵)

(۳) قال العلامة والفتوی فی زماننا علی قول مالك وعلی ما فی جامع الفصولین لوقضی قاضی بانقضاء عدتها بعد مضی تسعة اشهر نفذ الخ قلت لكن هذا ظاهر اذا امكن قضاء مالکی به او تحكيمه اما فی بلاد ولایوجد فیها مالکی ویحکم به فالضرورة متحققة الخ ولهذاقال الزاهدی وقد كان بعض اصحابنا یفتون بقول مالك فی هذه المسألة للضرورة (شامی صفحہ ۱۸۶ جلد۵)

کیونکہ ضرورت کا تحقق اسی وقت ہوگا۔

دوم اس قول پر عمل کرنے کیلئے قضاء قاضی کی حاجت ہوگی اور حاکم مسلم گو منجانب کافر بادشاہ کے ہو قاضی شرعی ہے پس سرکاری عدالت میں ایک درخواست اس کی پیش کی جائے کہ کسی مسلمان حاکم کو اس مسئلہ میں فیصلہ کرنے کا اختیار دیدیا جائے پھر وہ حاکم مسلم اس فتوی کے موافق اس عورت کو عدت گذار کر نکاح ثانی کی اجازت دیدے۔

سوم اگر اس قول کے موافق عدت شروع کی اور ایک سال ختم ہونے سے قبل اتفاقاً حیض جاری ہو گیا تو پھر عدت حیض سے شمار کی جائے گی۔[1]

سن ایاس کی مدت

جس عورت کو شروع ہی سے حیض نہ آئے۔ تو وہ تیس سال کی عمر ہو جانے کے بعد آئسہ شمار ہوگی اور اگر حیض تو آیا مگر بعد میں بند ہو گیا یا کافی مدت کے بعد آیا تو ایسی عورت کے سن ایاس کے سلسلے میں محقق اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ پچپن سال کی عمر پانے کے بعد آئسہ شمار ہوگی مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ پچپن سال پورے ہونے سے قبل چھ ماہ تک حیض بند رہا ہو۔ بہر حال ان مذکورہ دونوں آئسہ عورتوں کی عدت تین ماہ ہوں گے۔ اگر عدت کے تین ماہ سے قبل حیض جاری ہو گیا تو پھر از سر نو عدت تین حیض پوری کریں گی۔[2]

حاملہ کی عدت

اگر عورت حاملہ ہے اور اسی حالت میں شوہر نے اس کو طلاق دیدی۔ یا اسی حمل کی حالت میں اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو اس کی عدت وضع حمل یعنی

(۱) امداد الفتاوی صفحہ ۴۹۰ جلد۲) (۲) والأیاس سنة للرومیة وغیرها خمس وخمسون عند الجمهور وعلیه الفتوی وقیل الفتوی علی خمسین نهر وفی البحر عن الجامع صغیرة بلغت ثلاثین سنة ولم تحض حکم بایاسها (درمختار) وعندنا مالم تبلغ حد الإیاس لا تعتد بالاشهر وحده خمس وخمسون سنة هو المختار لکنه یشترط للحکم بالایاس فی هذه المدة ان ینقطع الدم عنها مدة طویلة وهی ستة اشهر فی الاصح (شامی صفحه ۱۹۶ جلد۵)

بچہ کی پیدائش تک ہے بچہ پیدا ہوتے ہی عدت ختم ہو جائے گی اگرچہ وقوع طلاق یا وفات زوج کے تھوڑی ہی دیر کے بعد ولادت ہو گئی ہو ارشاد باری ہے۔

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ [1]

اور حاملہ عورتوں کی عدت کی حد یہ ہے کہ وہ اپنے حمل کو جن دیں (یعنی حمل سے بالکل فارغ ہو جائے)

حضرت عمر فاروقؓ کا اس سلسلہ میں ایک اثر بھی ہے جس کو امام مالک نے موطا میں نقل کیا ہے۔

وقال عمر لو وضعت وزوجها علي سريره لم يدفن بعد لحلت [2]

حضرت عمر فاروقؓ نے ارشاد فرمایا کہ اگر عورت (شوہر کے انتقال کے بعد اتنی جلدی) بچہ جن دے کہ اس کے شوہر کو غسل دینے کیلئے ابھی تختہ پر ہی لٹایا گیا ہے اور دفن نہیں کیا گیا تو بھی اس کی عدت پوری ہو جائے گی اور اس عورت کیلئے نکاح کرنا جائز ہو جائے گا۔

نیز حضرت ابی ابن کعبؓ کی بھی ایک روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب سورۂ طلاق کی یہ مذکورہ آیت نازل ہوئی تو میں نے حضور علیہ ﷺ سے پوچھا:

للمطلقة ثلاثا او للمتوفى عنها قال هي للمطلقة ثلاثا وللمتوفى عنها [3]

کہ وضع حمل سے عدت پوری ہونے کی یہ حد مطلقہ ثلاثہ اور بیوہ دونوں کیلئے ہے؟ تو آپؐ نے جواب دیا کہ ہاں دونوں کیلئے ہے۔

اسقاط حمل کی صورت میں عدت

اگر حمل خود بخود ساقط ہو جائے یا کسی تدبیر سے ساقط کر دیا جائے تو اس سلسلہ میں مطلقہ یا متوفی عنہا زوجہا کی عدت کے متعلق فتویٰ یہ ہے کہ اگر حمل کے

(۱) سورۃ الطلاق آیت ٤ (۲) مؤطا امام مالك صفحه ۲۱٦
(۳) (الدراية في تخريج احاديث الهداية على هامش هدايه صفحه ٤٢٣ جلد۲)

کچھ اعضاء مثلاً ہاتھ یا پیر یا انگلی یا ناخن اور بال وغیرہ ظاہر ہو کر وہ انسانی شکل تیار ہو گئی تھی یا ڈاکٹر کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ صرف گوشت پوست کا لوتھڑا نہیں بلکہ آدمی کی اصل تھی جس کی حد فقہاء نے چار ماہ متعین کی ہے تو ایسے حمل کے ساقط ہونے سے عدت کی مدت ختم ہو جائے گی اور اگر حمل کی ایسی شکل نہیں ہے تو پھر اس اسقاط کے بعد تین حیض گذارنے سے عدت ختم ہو گی۔ اس آخری صورت میں اگر اسقاط کے بعد ہی فوراً تین روز مسلسل خون آیا تو اس کو ایک حیض شمار کر کے آگے دو حیض پورے کرنے ہوں گے اگر تین روز سے کم خون آیا تو اس کو حیض شمار نہیں کیا جائے گا بلکہ از سر نو تین حیض شمار کرنے ہوں گے۔[1]

حاملہ کا حمل خشک ہو جائے

مطلقہ یا متوفی عنہا زوجہا حاملہ حمل کی عدت گزار رہی تھی کہ حمل پیٹ میں خشک ہو گیا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر حمل میں بچہ کے اعضاء وغیرہ تیار ہیں تو اس کا اسقاط کرالیا جائے عدت پوری ہو جائیگی اور اگر اس قدر حمل خشک ہو گیا کہ حمل کا پتہ ہی نہیں چلتا تو اس کو شریعت میں حاملہ قرار نہیں دیا جائیگا اس کی عدت غیر حاملہ جیسی ہو گی۔ یعنی اگر متوفی عنہا زوجہا ہے تو چار ماہ دس دن اور اگر مطلقہ ہے تو تین حیض اور اگر حیض نہ آتا ہو تو اس کا حکم ممتدۃ الطہر کا ہے۔[2]

(۱) واذا اسقطت سقطا ان استبان بعض خلقه انقضت به العدة لانه ولد والا فلا (شلبی صفحه ۱۹۰ جلد ۵) فی حیض العلائية وسقط مثلث السين ای مسقوط ظهر بعض خلقه كيد او رجل او اصبع او ظفر او شعر ولا يستبين خلقه الا بعد مائة وعشرين يوما (الی قوله) وتنقضی به العدة العدة فان لم يظهر له شئ فليس بشئ وفی الشامية (قوله ای مسقوط) الذی فی البحر التعبير بالساقط وهو الحق لفظا و معنى اما لفظا فلان سقط لازم لا يبنى منه اسم المفعول واما معنى فلان المقصود سقوط الولد سواء سقط بنفسه او اسقط غيره (درمختار نعمانيه صفحه ۲۷۸ جلد ۱) بحواله احسن الفتاوى صفحه ۴۳۲ تا ۴۳۳ جلد ۵)(۱) والعدة للموت اربعة اشهر... وعشرة... مطلقا الخ فلم يخرج عنها الا الحامل (درمختار) (قوله فلم يخرج عنها الا الحامل) فان عدتها للموت وضع الحمل كما فی البحر وهذا اذا مات عنها وهی حامل اما لو حبلت فی العدة بعد موته فلا تتغير فی الصحيح (شامی صفحه ۱۸۸ تا ۱۸۹ باب العدة جلد ۵)

حمل کی مدت

حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ دو سال ہے دو سال سے زیادہ عورت حاملہ نہیں رہ سکتی دو سال کے بعد بھی ولادت نہ ہوئی تو علاج وغیرہ کے ذریعہ حیض جاری کیا جائے اور اس کی عدت تین حیض ہوگی اور متوفی عنہا زوجھا کیلئے عدت بالاشہر ہوگی اگر حیض جاری نہ ہو سکا تو پھر ایسی عورت ممتدۃ الطہر میں شمار کی جائے گی جس کی تفصیل گزر چکی ہے[1]

عدت وفات

طلاق کی عدت کی طرح عدت وفات بھی شریعت کا قانونی حق ہے اس میں بہت سے فائدے اور حکمتیں ہیں اس کے لئے شریعت اسلامیہ نے جو وقت متعین کیا ہے وہ بہت ہی کم اور آسان ہے اس میں غیر فطری اور انسانی سطح سے گری ہوئی وحشیانہ پابندیاں عائد نہیں کی گئیں ہیں۔ اسلام سے قبل دوسرے مذاہب میں جو غیر مہذب اور انسانیت سوز طریقے رائج تھے ان سب کی اصلاح کی گئی ہے عورتوں پر ہونے والے تمام تر مظالم کا سد باب کیا گیا ہے اور شوہر کی وفات پر عورت کو ہونے والے غیر اختیاری غم وسوگ کے اظہار کی جائز اور آسان صورت نکالی گئی ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں عدت وفات گزارنے کا طریقہ

اسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت میں شوہر کی وفات پر عدت وسوگ کا طریقہ بڑا بھیانک اور دردناک تھا وہ یہ کہ جب کسی عورت کا خاوند مر جاتا تو مکمل ایک سال تک اس صنف نازک کو ایک تنگ وتاریک اور بدبودار جھونپڑے میں بند کر دیا جاتا وہیں وہ نہایت خسیس میلے کچیلے کپڑے پہن کر تن تنہا بند رہکر عدت گزارتی کسی

(۱) اکثر مدة الحمل سنتان... واقلها ستة اشهر اجماعا (درمختار) لخبر عائشة هو ما اخرجه الدار قطني والبيهقي في سننهما انها قالت ماتزيد المرأة في الحمل على سنتين قدر مايتحول ظل عمود المغزل (شامي صفحه ۲۳۰ جلد۵)

سے ملنے اور اپنا دکھ و تکلیف کے اظہار کا موقع نہیں دیا جاتا جب اسی طرح سال گزر جاتا تو گدھا یا بکرا یا پرندہ یا کوئی اور جانور اس کے پاس لایا جاتا عورت اپنی شرمگاہ اس جانور سے رگڑتی اکثر یہ جانور اس عورت کے زہر سے مر جاتا پھر اس عورت کو وہاں سے باہر لایا جاتا اور جب کتا اس کے سامنے سے گزرتا تو اونٹ کی مینگنی وہ اپنے سامنے پھینکتی اور جانور کی غلاظتیں اس پر ڈالی جاتیں کتا سامنے سے نہ نکلتا تو نکلنے تک انتظار کرتی اتنی مصیبتیں جھیل کر گویا ایک قیدی مجرم کی طرح رہائی حاصل کرتی پھر اس کو نہانے اور خوشبو وغیرہ لگانے کی اجازت ہوتی۔ مگر اس رہائی کے بعد بھی اس بیوہ کو منحوس ہی تصور کیا جاتا۔[1]

شریعت اسلامیہ میں عدت وفات کی حد

شوہر کی وفات کے بعد شریعت نے جو سوگ کے دن متعین کئے ہیں وہ غیر حاملہ کیلئے قمری چار ماہ دس دن ہیں بالغہ نابالغہ اور آئسہ ہر ایک پر یہ عدت ضروری ہے خواہ شوہر نے اسکے ساتھ وطی اور خلوت کی ہو یا نہ کی ہو مگر عدت وفات عورت پر صرف نکاح صحیح کی صورت میں واجب ہے نہ کہ نکاح فاسد میں[2] چنانچہ قرآن میں بھی اللہ رب العزت نے متوفی عنہا زوجہا کی عدت کی حد بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجاً يَّتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْراً[3]

تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور ان کے پیچھے ان کی بیویاں زندہ ہوں تو وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن روکے رکھیں۔

(۱) بخاری شریف صفحہ ۸۰۳ جلد ۲ کتاب الطلاق
(۲) عدة الحرة فی الوفاة اربعة اشهر وعشرة ايام سواء كانت مدخولا بها او لامسلمة اوكتابية تحت مسلم صغيرة او كبيرة او ايسة زوجها حر او عبد حاضت فی هذه العدة او لم تحض ولم يظهر حبلها كذا فی فتح القدير هذه العدة لاتجب الا فی نكاح صحيح كذا فی السراج الوهاج (عالمگیری صفحہ ۵۲۹ جلد ۱) (۳) سورة البقرة آیت ۲۳۴

طلاق کی عدت میں شوہر وفات پاجائے

اگر کسی عورت کو اس کے شوہر نے مرض الوفات میں یا اس سے قبل ایک یا دو طلاق رجعی دی اور ابھی اس کی عدت طلاق پوری نہیں ہوئی تھی، اگرچہ ایک روز ہی باقی رہ گیا تھا۔ کہ شوہر کا انتقال ہو گیا۔ تو بالاتفاق اس عورت کو عدت وفات گزارنی ہوگی کیونکہ طلاق رجعی کی صورت میں نکاح بالکلیہ ختم نہیں ہوتا اس لئے اس کو عدت وفات چار ماہ دس دن گزرانے ہوں گے۔

اور اگر طلاق بائن یا مغلظہ دی گئی ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں مرض الوفات سے قبل طلاق دی گئی ہے یا مرض الوفات ہی میں پہلی صورت میں عورت اپنے شوہر کے مال کی وارث نہیں ہوتی اس لئے یہ عدت۔ عدت وفات کی طرف منتقل نہیں ہوگی اس کو عدت طلاق ہی گزرانی ہوگی۔ دوسری صورت یعنی اگر مرض الموت میں طلاق دی گئی ہے تو اس صورت میں عورت اپنے شوہر کے مال کی وارث ہوتی ہے اس لئے عدت طلاق عدت وفات کی طرف منتقل ہو جائے گی اور عورت پر عدت وفات چار ماہ دس دن گزارنے ہونگے۔[1]

مگر صاحب ہدایہ نے بیان کیا ہے کہ مرض الموت میں مطلقہ اگر اپنے شوہر کے مال کی وارث ہو تو اس کی عدت وہ ہوگی جس میں زیادہ دن گزارنا پڑے احتیاط اسی میں ہے۔[2]

(۱) اذا طلق امرأته ثم مات فان كان الطلاق رجعيا انتقلت عدتها الى الوفاة سواء طلقها فى حالة المرض او الصحة وانهدمت عدة الطلاق وان كان بائنا او ثلاثا فان لم ترث بان طلقها فى حالة الصحة لاتنتقل عدتها وان ورثت بان طلقها فى حالة المرض ثم مات قبل ان تنقض العدة فورثت اعتدت بلربعة اشهر وعشرة ايام فيها ثلاث حيض حتى انها لولم توف المدة الاربعة الاشهر والعشر ثلاث حيض تكمل بعد ذلك وهذا قول ابى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى كذا فى البدائع (عالمگیری صفحه ۵۳۰ جلد۱)

(۲) واذا ورثت المطلقة فى المرض فعدتها ابعد الاجلين (هدايه صفحه ۴۲۳ جلد۲ باب العدة)

نکاح فاسد کی عدت

کسی عورت کا نکاح اس طرح کیا گیا کہ شرائط نکاح کا لحاظ نہ کرنے کی وجہ سے نکاح فاسد ہو گیا۔ مثلاً کسی کی منکوحہ سے بغیر اس کے طلاق دیئے نکاح کر لیا یا کسی محرم عورت سے نکاح کیا یا بغیر شرعی گواہ کے نکاح ہوا۔ (وغیر ذالک) تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مرد نے وطی کر لی تو تفریق کے بعد عدت گزارنی پڑے گی اور اگر صحبت سے قبل تفریق ہو گئی اگرچہ خلوت پائی گئی تو اس صورت میں عورت پر عدت واجب نہیں ہو گی مگر نکاح فاسد کی صورت میں وطی کیوجہ سے جو عدت واجب ہوتی ہے وہ ہر حال میں تین حیض ہے خواہ مرد سے تفریق ہوئی ہو یا مرد کا انتقال ہو گیا ہو کیونکہ اس عدت کی مشروعیت کا مقصد صرف براءت رحم کو پہچاننا ہے حق نکاح کے ختم ہونے کی وجہ سے یہ عدت مشروع نہیں ہوئی ہے اور براءت رحم کی معرفت صرف حیض سے ہو جاتی ہے کہ عورت کا رحم صاف ہے یا نہیں۔

اگر حیض نہ آتا ہو تو قمری تین ماہ عدت کیلئے شمار کرے گی۔ اگر اس وطی سے حمل ٹھہر گیا تو پھر اس کی بھی عدت وضع حمل ہے۔[۱]

وطی بالشبہ کیوجہ سے عدت

اگر کسی نے غیر منکوحہ سے اپنی بیوی سمجھ کر وطی کر لی بعد میں معلوم ہوا کہ یہ بیوی نہیں کوئی دوسری عورت تھی تو اس عورت پر بھی تفریق و موت دونوں صورتوں میں تین حیض عدت کیلئے گزارنا ضروری ہے۔ حیض نہ آتا ہو تو قمری تین ماہ ہیں اگر اس وطی سے حمل ٹھہر گیا تو عدت وضع حمل ہے۔ جب تک عورت عدت پوری نہ کر لے اپنے شوہر سے جدا رہے اگر غیر شادی شدہ ہے تو نکاح سے باز رہے۔[۲]

(۱) والمنکوحة نکاحا فاسدا والمؤطوة بشبهة عدتها الحیض فی الفرقة والموت لانها للتعرف عن برأة الرحم لالقضاء حق النکاح والحیض هو المعرف (هدایه ص۴۲۴ ج۲ باب العدة)

(۲) اذا دخل الرجل بالمرأة علی وجه شبهة او نکاح فاسد فعلیه المهر وعلیها العدة ثلاث حیض ان کانت حرة وحیضتان ان کانت امة وسواء مات عنها او فرق بینهما وهی حیة فان کانت لاتحیض من صغر او کبر فعدة الحرة ثلاثة اشهر (عالمگیری صفحه ۵۲۷ جلد۱)

زنا کیوجہ سے عدت نہیں

اگر کسی نے کسی عورت سے یہ جاننے کے باوجود کہ یہ میری بیوی نہیں وطی کرلی تو یہ زنا ہے ایسی عورت پر عدت نہیں خواہ یہ عورت کسی کی منکوحہ ہو یا غیرمنکوحہ اور وہ غیر منکوحہ ہونے کی صورت میں چاہے تو خود زانی سے یا کسی دوسرے مرد سے فوراً نکاح کرلے۔[1]

زنا کیوجہ سے حمل بھی ٹھہر جائے تو بھی عدت نہیں

اگر کسی عورت کو زنا کیوجہ سے حمل قرار پاگیا تو بھی اس پر عدت واجب نہیں اسی حمل کی حالت میں اگر نکاح کرنا چاہے تو کرسکتی ہے اگر نکاح کرنے والا خود زانی ہے تو وہ اس سے وطی بھی کرسکتا ہے اور اگر غیر زانی ہے تو وضع حمل تک ہم بستری کرنا جائز نہیں ہے۔[2]

ایام عدت میں زنا کیوجہ سے حمل ٹھہر گیا تو اس کی عدت

اگر کسی عورت سے عدت طلاق میں زنا کرلیا گیا جس کیوجہ سے حمل قرار پاگیا تو اب اس کی عدت وضع حمل ہوگی وضع حمل سے قبل نہ تو خود زانی نکاح کرسکتا ہے اور نہ کوئی دوسرا شخص اور اگر عورت سے عدت وفات میں زنا کیا گیا جس کی وجہ سے حمل ٹھہر گیا تو اس کی عدت متغیر نہیں ہوگی یعنی اس کی عدت وضع حمل نہ ہوگی بلکہ عدت وفات ہی اس کو گزارنی ہوگی۔[3]

---

(۱) لاتجب العدة على الزانية وهذا قول ابى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى (عالمگیری صفحه ٥٢٦ جلد١)

(۲) وصح نكاح حبلى من زنى لاحبلى من غيره الخ وان حرم وطؤها ودواعية حتى تضع ... لونكحها الزانى حل له وطؤها اتفاقا (درمختار على هامش شامى صفحه ١٤١ تا ١٤٢ جلد٤)

(۲) واعلم ان المعتدة لوحملت فى عدتها ذكر الكرخى ان عدتها وضع الحمل ولم يفصل والذى ذكره محمد ان هذا فى عدة الطلاق اما فى عدة الوفاة فلا تتغير بالحمل وهو الصحيح كذا فى البدائع (شامى صفحه ١٩٠ جلد٥)

عدت میں زنا کیا گیا مگر حمل نہیں ٹھہرا تو نئی عدت نہیں

عورت عدت گزار رہی تھی کہ اس سے کسی نے زنا کرلیا مگر حمل قرار نہیں پایا تو اب اس عورت کیلئے نئی عدت ضروری نہیں بلکہ اسی عدت میں یوم زنا بھی شمار کر کے عدت پوری ہو جائے گی۔[1]

کوئی منکوحہ زنا کراتی رہی اور پھر طلاق دی گئی

کوئی منکوحہ عورت شوہر کی زوجیت میں رہتے ہوئے زنا کراتی رہی پھر اسی حالت میں شوہر نے طلاق دیدی تو بھی اس پر عدت طلاق ضروری ہے اگرچہ نکاح زانی سے ہی کرنا چاہے تو بھی بغیر عدت گزارے نہیں کر سکتی۔ اگر حاملہ ہے تو عدت وضع حمل ہوگی اگرچہ زنا کیوجہ سے ہی حمل قرار پایا ہو۔ البتہ بچہ کا نسب اس کے شوہر سے ثابت ہوگا۔ اور اگر شوہر کا انتقال ہو گیا ہے تو عدت وفات اس پر لازم ہوگی۔[2]

شوہر کو چھوڑ کر کسی غیر مرد کیساتھ رہنے لگی پھر شوہر نے طلاق دیدی

اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کو چھوڑ کر کسی غیر مرد سے دوستی کرلی اور کئی سال تک اسی مرد کیساتھ رہی شوہر کی طرف واپس نہیں ہوئی پھر شوہر نے طلاق دیدی تو ایسی عورت پر بھی عدت واجب ہے بغیر عدت کے نہ تو خود اس مرد سے نکاح کر سکتی ہے جس کے ساتھ رہ رہی ہے اور نہ ہی کسی اور جگہ نکاح کرنا جائز ہے۔ کیونکہ عدت صرف استبراء رحم ہی کیلئے مشروع نہیں ہوئی ہے بلکہ زوال نعمت نکاح کا سوگ بھی عدت کی مشروعیت کا ایک سبب ہے۔ اسی وجہ سے تو محض

(۱) اما نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدتہ فالدخول فیہ لایوجب العدۃ ان علم انہا للغیر لانہ لم یقل لاحد بجوازہ فلم ینعقد اصلا (شامی صفحہ ۲۷۴ جلد ۴)

(۲) لقولہ تعالی ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب اجلہ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۵)

خلوت سے بھی عدت لازم ہو جاتی ہے۔[1]

اپنی معتدہ سے شوہر نے وطی کرلی

کسی نے اپنی بیوی کو طلاق بائن خفیفہ دی یا مغلظہ اور پھر دوران عدت بغیر نکاح کے صحبت کرلی تو وطی کیوجہ سے اس عورت پر از سر نو عدت گزارنی ہوگی پہلی عدت کیساتھ دوسری عدت بھی گزاری گئی تو ٹھیک ہے ورنہ دوسری عدت پوری کرے۔ پہلی عدت کا دوسری عدت میں تداخل ہو جائے گا۔[2]

نکاح صحیح میں عدت کی ابتداء

نکاح صحیح میں عدت کی ابتداء شوہر کے طلاق دینے یا وفات پا جانے یا خلع ہونے یا قاضی کے تفریق کردینے یا متارکت واقع ہونے کے بعد سے ہوتی ہے خواہ عورت کو اس کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو مثلاً عورت کو یہ معلوم نہیں کہ شوہر نے اس کو طلاق دی ہے یا وفات پاچکا ہے اور اسی لاعلمی کی حالت میں عدت کا مقررہ وقت گزر چکا تو عدت پوری ہوگئی دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔[3]

نکاح فاسد میں عدت کی ابتداء

نکاح فاسد میں عدت کی ابتداء متارکت اور تفریق کے بعد سے ہوگی مثلاً

---

(۱) وسبب وجوبها عقد النكاح المتاكد بالتسليم وماجرى مجراه من موت او خلوة الخ وشرطها الفرقة (درمختار) اى زوال النكاح او سبهتة كما فى الفتح (شامی صفحہ ۱۸۰ جلد ۵)

(۲) واذا وطئت المعتدة بشبهه ولو من المطلق وجبت عدة اخرى لتجدد السبب وتداخلتا (درمختار علی ہامش شامی صفحہ ۲۰۰ تا ۲۰۱ جلد ۵

(۳) ومبدأ العدة بعد الطلاق والموت يعنى ابتداء عدة الطلاق من وقته وابتدا عدة الوفاة من وقتها سواء علمت بالطلاق والموت او لم تعلم حتى لولم تعلم ومضت مدة العدة فقد انقضت لان سبب وجوبها الطلاق او الوفاة فيعتبر ابتداؤها من وقت وجود السبب كذا فى الهداية (بحر الرائق صفحہ ۲۴۳ جلد ٤)

شوہر نے عورت کو تین طلاق دیدی پھر بغیر حلالہ کے اس سے نکاح کرلیا تو اس کی عدت قاضی کے تفریق کرنے اور شوہر سے جدائیگی کے بعد سے ہوگی۔[1]

دوران عدت معتدہ سے نکاح

اگر کسی مطلقہ سے یا متوفی عنہا زوجہا سے کسی شخص نے دوران عدت نکاح کیا تو یہ نکاح باطل ہے زوج اول کی عدت کا اتمام زوج ثانی کی متارکت کے بعد واجب ہے اور متارکت و تفریق کے بعد زوج ثانی کی بھی عدت ضروری ہے اور اگر ان دونوں عدتوں میں تداخل ہو جائے یعنی عدت اولیٰ پوری ہونے کے ساتھ عدت ثانیہ بھی پوری ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ عدت ثانیہ کی بقیہ مدت پوری کرے مثلاً زید کی مطلقہ سے عمر نے دوران عدت نکاح کرلیا تو یہ نکاح غلط ہوا۔ اب عمر سے متارکت کے بعد زید کے طلاق کی عدت تین حیض اور عمر سے متارکت کیوجہ سے بھی تین حیض گزارے گی اگر زید کے طلاق دیتے ہی یا اسی طہر میں عمر نے نکاح کر کے وطی بھی کرلی تھی پھر زید کی عدت کے پہلے حیض آنے سے قبل متارکت بھی ہوگئی تو دونوں کی عدت ساتھ ساتھ تین حیض گزر جائے گی الگ سے عمر کے متارکت کی عدت گزارنی ضروری نہیں۔ اور اگر زید کے طلاق دینے کے بعد ایک حیض آچکا پھر عمر نے نکاح کیا یا اس سے متارکت ہوئی۔ تو اس صورت میں زید کی عدت کا ایک حیض گزر چکا اب صرف دو حیض باقی رہ گئے جبکہ عمر کی متارکت والی عدت کا ایک حیض بھی نہیں گذرا ہے تو اب اس کے بعد جب دو حیض مزید آجائیں گے تو زید کی طلاق کی عدت مکمل ہونے کے ساتھ عمر کی متارکت کی عدت کے بھی دو حیض گذر جائیں گے اب متارکت کیلئے صرف ایک حیض اور گزارنا پڑیگا۔

---

(۱) ومبدؤها فی النکاح الفاسد بعد التفریق من القاضی بینهما (درمختار علی هامش شامی صفحه ۲۰۵ جلد۵)

اسی طرح زید کی وفات کے بعد اس کی بیوی عدت وفات گزار رہی تھی کہ عمر نے اس سے نکاح کر لیا اور پھر متارکت بھی ہو گئی تو اب اس کی عدت متارکت بھی گزارنی ہوگی اور ان دونوں مدتوں میں بھی تداخل ہوگا۔ اگر عدت وفات کیساتھ تین حیض بھی آچکے ہیں تو دونوں عدت پوری ہو گئی۔ ورنہ عدت وفات گزارنے کے بعد جو تین حیض میں سے ایک حیض یا دو حیض باقی رہ جائیں گے۔ اس کو بعد میں پورا کرنا ضروری ہوگا۔

مگر تداخل کی یہ ساری صورت مسئلہ اس وقت ہے جبکہ عورت زوج ثانی عمر کے علاوہ سے نکاح کرنا چاہے۔ اور اگر عورت خود اسی زوج ثانی عمر سے ہی نکاح کرنا چاہتی ہے تو اس کے لئے صرف پہلی عدت گزارنی ہوگی دوسری عدت گزارنی ضروری نہیں کیونکہ صاحب عدت خود نکاح کرنا چاہ رہا ہے اس لئے اس کے لئے استبراء رحم کی ضرورت نہیں۔[1]

نابالغ بچوں کی بیوی پر عدت

عدت کے مسئلہ میں نابالغ و بالغ کی بیوی کا حکم یکساں ہے یعنی اگر نابالغ بچہ نے بالغ ہو کر بغیر وطی یا خلوت کے طلاق دیدی تو اس کی بیوی پر عدت نہیں لقولہ تعالیٰ: وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَالَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا۔[2]

(۱) اعلم ان المرأة اذا وجب عليها عدتان فلما ان يكونا من رجلين او من واحد ففی الثانی لاشك ان العدتين تداخلتا وفي الاول ان كانتا من جنسين كالمتوفي عنها زوجها اذا وطئت بشبهة او من جنس واحد كالمطلقة اذا تزوجت فی عدتها فوطئها الثانی وفرق بينهما تداخلتا عندنا ويكون ماتراه من الحيض محتسبا منهما جميعا واذا انقضت العدة الاولى ولم تكمل الثانية فعليها اتمام الثانية (قوله والمرئی منهما) الخ بيان للتداخل فلوكانت وطئت بعد حيضة من الاولى فعليها حيضتان تكملة الاولى وتحتسب بهما من عدة الثانی فاذا حاضت واحدة بعد ذلك تمت الثانية ايضا نهر وهذا اذا كان بعد التفريق بينهما وبين الواطئ الثانی اما اذا حاضت حيضة قبله فهی من عدة الاول خاصة وتمامه فی البحر عن الجوهرة (شامی صفحه ۲۰۰ تا ۲۰۱ جلد۵) (۲) سورة البقرة آيت

اگر بچہ نے وطی کرلی یا وطی نہ کر سکا مگر خلوت ہو گئی تو اس کی مطلقہ پر عدت طلاق تین حیض بشرطیکہ اس کو حیض آتا ہو ورنہ قمری تین ماہ گزارنے ہوں گے۔[۱]

(نوٹ) نابالغ شوہر کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے جیسا کہ شرائط طلاق کے ضمن میں گزرچکا۔ نیز شوہر نابالغ ہے یا صرف بیوی نابالغہ ہے اور اسی حالت میں شوہر انتقال کر جائے تو بیوی پر ہر صورت میں عدت وفات چار ماہ دس دن گزارنے ہوں گے خواہ میاں بیوی کے درمیان وطی یا خلوت پائی گئی ہو یا نہ پائی گئی ہو۔[۲]

عنین اور خصی مرد کی بیوی پر عدت

عنین یعنی نامرد اور خصی مرد کی بیوی کی عدت کا بھی حکم عام مردوں جیسا ہے کہ اگر عنین یا خصی نے اپنی بیوی کو بغیر خلوت کے طلاق دیدی تو اس کی بیوی پر عدت نہیں اور اگر خلوت کے بعد طلاق دی ہے اگرچہ وطی نہ کر سکا ہو تو اس کی بیوی پر بھی عدت طلاق ضروری ہے۔[۳]

جو عورت قابل مجامعت نہیں اسکے ساتھ خلوت سے عدت ہے

شادی کے بعد خلوت ہونے پر معلوم ہوا کہ عورت قابل مجامعت نہیں پیشاب کے سوراخ کے علاوہ کچھ نہیں ہے تو ایسی عورت پر بھی طلاق یا شوہر کی وفات کے بعد عدت واجب ہوگی اور شوہر کو نفقہ بھی دینا پڑیگا البتہ کل مہر کے بجائے نصف ہی لازم ہوگا۔[۴]

(۱) وتجب العدة بخلوته وان كانت فاسدة لان تصريحهم بوجوبها بالخلوة الفاسدة شامل لخلوة الصبي كذ في البحر (شامی صفحه ۲۵۰ جلد٤)

(۲) والعدة للموت اربعة اشهر .... مطلقا وطئت اولا ولو صغيرة اوٓ كتابية (درمختار على هامش شامی صفحه ۱۸۸ جلد٥)

(۳) والخلوة بلا مرض احدهما... كالوط... ولو مجبوبا او عنينا او خصيا الخ وتجب العدة فيها اى تجب العدة على المطلقة بعد الخلوة احتياطا (بحر الرائق صفحه ۲٦٦ تا ۲۷۲ جلد۳) (٤) وتجب العدة بخلوته وان كانت فاسدة لان تصريحهم بوجوبها بالخلوة الفاسدة (شامی صفحه ۲۵۰ جلد۲ باب المهر)

نومسلمہ کی عدت

اگر کسی شادی شدہ عورت نے اسلام قبول کر لیا تو شوہر پر اسلام پیش کیا جائیگا قبول کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ عورت تین حیض تک عدت گزارے گی اور اگر حیض نہ آتا ہو تو تین ماہ تک اور اگر حاملہ ہو تو وضع حمل تک۔ ہاں اگر دوران عدت شوہر نے بھی اسلام قبول کر لیا تو نکاح بر قرار رہے گا۔[1]

نومسلمہ کی عدت جس کا شوہر انتقال کر گیا

شوہر کے کفر کی حالت ہی میں انتقال کے بعد عورت نے اسلام قبول کر لیا تو دیکھا جائے گا کہ کفار کے اعتقاد میں عدت اگر واجب ہوتی ہے تو پھر عدت گزارنا ضروری ہے ورنہ بغیر عدت گزارے دوسرا نکاح اسلام قبول کرنے کے بعد فوراً کر سکتی ہے۔[2]

مرتدہ اسلام لانے کے بعد عدت گزار کر نکاح کریگی

اگر عورت مرتدہ ہو کر (نعوذ باللہ من ذالک) پھر اسلام قبول کر لے اور کسی شخص سے نکاح کرنا چاہے تو نکاح نہیں کر سکتی بلکہ اس کے لئے لازم یہ ہے کہ اگر وہ مدخولہ ہے تو عدت طلاق گزارے۔[3]

---

(۱) اذا اسلم احد الزوجین المجوسین او امرأة الکتابی عرض الاسلام علی الاخر فان اسلم فیها والا بأن ابی او سکت فرق بینهما الخ ولو اسلم احدهما ای أحد المجوسین او امرأة الکتابی الخ لم تبن حتی تحیض ثلاثا او تمضی ثلاثة اشهر (درمختار) (لم تبن حتی تحیض الخ) افاد بتوقف البینونة علی الحیض ان الاخر لو اسلم قبل انقضائها فلا بینونة بحر قوله (او تمضی ثلاثة اشهر) ای ان کانت لاتحیض لصغر او کبر کما فی البحر وان کانت حاملا فحتی تضع حملها (درمختار مع الشامی ص ۳۵۴تا ۳۶۳ جلد ۴)

(۲) ذمیه غیر حامل طلقها ذمی او مات عنها لم تعتد عند ابی حنیفة اذا اعتقدوا ذلك (درمختار) قوله لم تعتد عند ابی حنیفة فلو تزوجها مسلم او ذمی فی فور طلاقها جاز (شامی صفحه ۲۱۱ جلد۵)

(۳) وارتداد احدهما ای الزوجین فسخ فلا ینقص عددا عاجل بلا قضاء الخ لو ارتد وعلیه نفقة العدة (درمختار) (وعلیه نفقة العدة) أی لومدخولا بها اذ غیرها لاعدة علیها وافادة وجوب العدة سواء ارتد اوارتدت بالحیض او بالاشهر لو صغیرة او آیسة او بوضع الحمل (شامی صفحه ۳۶۶جلد۴)

اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ عورت نے یہ کام شوہر سے علیحدگی حاصل کرنے کے لئے کیا ہے اور شوہر اس کو رکھنا بھی چاہتا ہے تو اس عورت کو مجبور علی الاسلام کر کے دوبارہ اسی شوہر سے کم مہر پر نکاح کر دیا جائے اور اگر شوہر نہ چاہے تو پھر عدت کے بعد کسی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔[1] مگر علیحدگی کیلئے ارتداد کا حیلہ اختیار کرنا بہت برا ہے خطرے اور گناہ کی بات ہے اللہ ہم لوگوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین

عدت کے احکام

مطلقہ رجعیہ کی عدت صرف یہ ہے کہ وہ مقررہ مدت تک گھر میں بیٹھی رہے گھر سے باہر نہ نکلے اور نہ کسی مرد سے نکاح کرے نہ کوئی اس کو پیغام دے اور نہ یہ قبول کرے۔ باقی اس کیلئے ایام عدت میں خوب بناؤ، سنگھار اور زیب و زینت کرنا مناسب ہے تاکہ مرد اس کی طرف راغب ہو جائے اور اپنی طلاق سے رجوع کرلے۔ اور اگر مرد کا اپنی طلاق سے رجوع کرنے کا ارادہ نہیں تو پھر عورت کے سامنے بلا تکلف نہیں بلکہ کھنکار کے آئے تاکہ عورت سنبھل جائے اور بدن کھلا ہو تو پردہ کرلے۔

نیز طلاق رجعی کی صورت میں شوہر بغیر رجوع کئے ہوئے عورت کو اپنے ساتھ سفر میں نہیں لیجا سکتا ہے اور نہ عورت کیلئے اس کے ساتھ سفر کرنا درست ہے۔ اسی طرح گھر سے باہر لیجانا بھی درست نہیں نیز اسی طرح عدم اعتماد کی بناء پر اس کے ساتھ خلوت بھی درست نہیں۔[2]

---

(۱) تجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح زجراً لها بمهر یسیر کدینار وعلیه الفتوی (درمختار) ولا یخفی ان محله ما اذا طلب الزوج ذلك اما لوسكت او تركه صریحا فانها لاتجبر وتزوج من غیره (شامی ۳۶۷ جلد۴ باب النکاح الکافر)

(۲) المطلقة الرجعیة تتشرف وتتزین ویستحب لزوجها ان لا یدخل علیها حتی یوذنها او یسمعها خفق نعلیه اذا لم یکن من قصده المراجعة ولیس له أن یسافر بها حتی یشهد علی رجعتها کذا فی الهدایة وکذا لایحل اخراجها إلی مادون السفر کذا فی النهر الفائق وکما یکره السفر بها تکره الخلوة وقال السرخسی انما تکره الخلوة اذا لم یأمن من غشیانها (عالمگیری ص ۴۷۲ ج ۱)

اور جو عورت طلاق بائن یا مغلظہ یا کسی وجہ سے زوجین کے مابین فرقت واقع ہونے کی وجہ سے یا شوہر کے وفات پانے کی وجہ سے عدت گزار رہی ہو تو وہ دورانِ عدت نہ کسی مرد سے نکاح کر سکتی ہے نہ نکاح کا پیغام اس کو کوئی دے سکتا ہے اور نہ یہ خود پیغام قبول کر سکتی ہے۔ نیز طلاق رجعی کے علاوہ علیحدگی کی تمام صورتوں میں اپنے شوہر سے بھی سخت پردہ اور احتیاط لازم ہے۔ عورت پر عدت کے تمام ایام اپنے اسی مکان میں گزارنا واجب ہے جو طلاق یا فرقت سے قبل اس کا رہائشی مکان تھا بغیر عذر شرعی کے اس مکان سے کسی وقت بھی نکلنا جائز نہیں کیونکہ زمانۂ عدت کا سکنیٰ شرعی حق ہے جس کو خود زوجین باہمی رضامندی سے بھی ساقط نہیں کر سکتے۔

اگر عورت کی عصمت کو شوہر سے خطرہ لاحق ہو تو قاضی مرد کو گھر سے باہر رہنے کا حکم دیدیگا۔[1]

شوہر کے گھر سے باہر تھی کہ طلاق پڑگئی یا شوہر کا انتقال ہوگیا

عورت میکے گئی تھی یا کسی اور جگہ تھی کہ اس کو طلاق دیدی گئی یا شوہر کا انتقال ہوگیا تو فوراً وہ چلی آئے اور شوہر کے جس گھر میں رہتی تھی وہیں رہ کر عدت پوری کرے۔[2]

---

(۱) ولا تخرج معتدة رجعي بائن باى فرقة كانت ... لو ... مكلفة من بيتها اصلا لا ليلا ولا نهارا ولا الى صحن دار فيها منازل لغيره ولو باذنه لانه حق الله تعالى (درمختار) قوله باى فرقة كانت الخ اى ولو بمعصية كتقبيلها ابن زوجها الخ (قول مكلفة) اخرج الصغيرة ومجنونة الخ (قوله من بيتها) متعلق بقوله ولاتخرج والمراد به ما يضاف اليها بالسكنى حال وقوع الفرقة والموت هدايه سواء كان مملوكا للزوج او غيره حتى لوكان غائبا وهى فى دار باجرة قادرة على دفعها فليس لها ان تخرج بل تدفع وترجع ان كان باذن الحاكم (الدرالمختار مع الشامى صفحه ۲۲۳ تا ۲۲۴ جلد۵)

(۲) طلقت او مات وهى زائرة فى غير مسكنها عادت اليه فورا لوجوبه عليها (درمختار على هامش شامى صفحه ۲۲۵ جلد۵)

بعض وہ اعذار جنکی وجہ سے عورت صرف دن میں باہر جاسکتی ہے

عدت وفات اس گھر میں گزارنا ضروری ہے جس میں شوہر کا انتقال ہوا ہو گھر سے باہر نکلنا درست نہیں ہے مگر بعض ایسے اعذار و ضروریات جن کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں جیسے نفقہ کا کوئی انتظام نہ ہو یا اس کی جائداد کی دیکھ ریکھ کرنے والا کوئی نہ ہو یا علاج وغیرہ کیلئے باہر جانا پڑتا ہو یا عدالت میں حاضری ضروری ہو تو بقدر ضرورت دن میں گھر سے باہر جاسکتی ہے مگر رات گزارنا بہر صورت گھر میں ضروری ہے[۱]

بعض وہ اعذار جنکی وجہ سے ایام عدت گھر سے باہر گزارنا جائز ہے

اگر شوہر کے گھر میں عدت گزارنا مشکل ہو جائے جیسے شوہر کا مکان منہدم ہو گیا یا گھر گرنے کا خطرہ ہو یا اس مکان میں عورت کو خوف شدید لاحق ہو یا کرایہ کا مکان تھا معتدہ کرایہ ادا کرنے سے قاصر ہو یا وہ مکان ترکہ بن کر وارثوں میں تقسیم ہو کر معتدہ کے حصہ میں اتنا کم باقی رہ گیا کہ اس کی رہائش کیلئے ناکافی ہو گیا۔ یا ان کے علاوہ دیگر مجبوریوں کیوجہ سے مکان سے باہر رہنا بیحد ضروری ہو تو معتدہ مکان سے نکل سکتی ہے۔

اب اگر وہ مفقود یا مرحوم شخص کی معتدہ ہے تو عورت اپنی پسند کی دوسری جگہ منتقل ہو جائے گی۔ اور اگر طلاق یا دوسری بینونت کی صورت میں موجود اور زندہ شخص کی معتدہ ہے تو شوہر جو مکان پسند کرے اس میں منتقل ہو گی اور بہر

(۱) (ومتعدة موت تخرج فی الجدیدین وتبیت) اکثر اللیل (فی منزلها لان نفقتها علیها فتحتاج للخروج حتی لوکان عندها کفایتها صارت کالمطلقة فلا یحل لها الخروج فتح وجوز فی القنیة خروجها لاصلاح ما لابدلها منه کزراعة ولا وکیل لها (درمختار علی هامش شامی صفحه ۲۲۴ تا ۲۲۵ جلد ۵)

صورت دوسرامکان پہلے کے حکم میں ہوگا۔[۱]

دورانِ عدت نکاح کا پیغام دینا

کسی بھی عدت کے زمانہ میں معتدہ کو پیغام نکاح دینا جائز نہیں البتہ وفات کی عدت گزارنے والی سے اور وطی بالشبہ یا نکاح فاسد میں وطی کیوجہ سے عدت گزارنے والی خاتون سے نکاح کی تعریض یعنی اشارۃً وکنایۃً نکاح کا پیغام دینا مثلاً یوں کہنا کہ تم سے تو کوئی بھی نکاح کرلے گا مجھے بھی نکاح کرنا ہے وغیرہ جائز ہے صراحۃً پیغام دینا جائز نہیں۔[۲]

سوگ یعنی ترک زینت کا حکم

موت یا طلاق بائن یا طلاق مغلظہ یا کسی طرح فرقت کیوجہ سے عدت گزارنے والی عورت کو بغیر کسی مجبوری کے تیل، سرمہ، مہندی لگانا، کنگھی کرنا، ریشم کا شوخ رنگ کا کپڑا پہننا، خضاب کرنا، یا دوسری زینت کی چیزیں استعمال کرنا جائز نہیں لہٰذا وہ عدت کیلئے زیورات اور چوڑیاں وغیرہ اتاردے البتہ طلاق رجعی یا

---

(۱) (وتعتدان) ای معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیه ولا یخرجان منه الا ان تخرج او یتهدم المنزل او تخاف انهدامه او تلف مالها او لا تجد کراء البیت ونحو ذلك من الضرورات فتخرج لاقرب موضع الیه وفی الطلاق الی حیث شاء الزوج (درمختار) (قوله او لا تجد کراء البیت) افاد انها لو قدرت علیه لزمها من مالها وترجع به المطلقة علی الزوج ان کان باذن الحاکم کمامر (قوله ونحو ذلك) منه ما فی الظهیریة لو خافت باللیل من امر المیت والموت ولا احد معها لها التحول والخوف شدیدا والا فلا (قوله فتخرج) ای معتدة الوفاة کما دل علیه ما بعده (قوله وفی الطلاق الخ) عطف علی محذوف تقدیره هذا فی الوفاة، وتعیین المنزل الثلنی للزوج فی الطلاق ولها فی الوفاة فتح وکذا اذا طلقها وهو غائب فالتعین لها معراج وفیه ایضا عین انتقلها الی اقرب المواضع مما انهدم فی الوفاة والی حیث شاء ت فی الطلاق بحرفا فادان تعیین الاقرب مفوض الیها فلفهم وحکم ما انتقلت الیه حکم المسکن الاصلی فلا تخرج منه بحر (شامی صفحه ۲۲۵ تا ۲۲۶ جلد ۵)

(۲) (والمعتدة) ای معتدة کانت عینی فتعم معتدة عتق ونکاح فاسد واما الخالیة فتخطب اذا لم یخطبها غیره وترضی به فلو سکتت فقولان (تحرم خطبتها) .... وصح التعریض کاُرید التزوج لو معتدة الوفاة لا المطلقة اجماعا لافضائه الی عداوة المطلق ومفاده جوازه لمعتدة عتق ونکاح فاسد ووطء بشبهة نهر (درمختار علی هامش شامی ۲۲۱ تا ۲۲۲ جلد ۵)

نکاح فاسد اور وطی بالشبہ کی عدت گزارنے والی خاتون یا معتدہ نابالغہ اور مجنونہ پر ترک زینت لازم نہیں ہے۔[1] ہاں گھر سے نکلنا اور دوسرا نکاح کرنا ان سب عورتوں کے لئے بھی درست نہیں۔

بعض وہ اعذار جن کی وجہ سے زینت کی بعض چیزیں استعمال کرنا جائز ہے

بعض مجبوریوں کیوجہ سے زینت کی چیزوں کا استعمال ارادۂ زینت کے بغیر جائز ہے جیسے آنکھ میں درد کیوجہ سے سرمہ لگانا، خارش کیوجہ سے ریشمی کپڑا پہننا، سر میں درد کیوجہ سے تیل لگانا، موٹے اور فاصلہ دار دندانے والی کنگھی سے سر کے بالوں کو اس طرح درست کرنا کہ اس سے خوبصورتی نہ آنے پائے، جائز ہے۔

نیز اگر عورت کے پاس شوخ رنگین کپڑے کے علاوہ کوئی دوسرا کپڑا نہیں ہے تو وہ اس کپڑے کو اس وقت تک ستر چھپانے کیلئے پہن سکتی ہے جب تک کہ کسی طرح سے بھی غیر شوخ رنگین کپڑا نہ مل جائے۔[2]

خاوند کے علاوہ میت پر سوگ

خاوند کے علاوہ کسی اور رشتہ دار کے انتقال پر سوگ منانا تین دن سے

(۱) (تحد... مكلفة مسلمة ولوامة منكوحة) بنكاح صحيح ودخل بها بدليل قوله (اذا كانت معتدة بت او موت) وان امرها المطلق او الميت بتركه لانه حق الشرع اظهاراً للتأسف على فوات النكاح بترك الزنية بحلي او حرير او امتشاط بضيق الاسنان والطيب وان لم يكن لها كسب الا فيه والدهن ولو بلا طيب كزيت خالص والكحل والحناء ولبس المعصفر والمزعفر .... الا بعذر الخ لاحداد على ... صغيره ومجنونة .... ومعتدة... نكاح فاسد او وط بشبهة او طلاق رجعي (درمختار على هامش شامي ۲۱۷ تا ۲۲۰ جلده)

(۲) الا بعذر راجع للجميع اذا الضرورت تبيح المحضورات (درمختار) فان كان وجع بالعين فتكتحل او حكة فتلبس الحرير او تشتكي رأسها فتدهن وتمشط بالاسنان الغليظة المتباعدة من غير لرادة الزينة لان هذا تداو لازينة جوهرة قال في الفتح وفي الكافي الا اذا لم يكن لها ثوب الا المصبوغ فانه لا بأس به لضرورة ستر العورة لكن لاتقصد الزينة وينبغي بتقييده بقدر ما تستحدث ثوبا غيره اما ببيعه والاستخلاف بثمنه او من ملها ان كان لها (شامي صفحه ۲۱۸ تا ۲۱۹ جلده)

زیادہ جائز نہیں چنانچہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے وہ فرماتی ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

لایحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الاخر تحد فوق ثلث الا علی زوج فانھا لاتکتحل ولا تلبس ثوبا مصبوغا الا ثوب عصب[1]

جو عورت اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کیلئے شوہر کے علاوہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں اور سوگ والی عورت نہ سرمہ لگائے نہ رنگین کپڑا پہنے مگر یمین دھاری دار کپڑا پہن سکتی ہے۔

زمانۂ عدت کا نفقہ

خزینۃ الفقہ جلد اول میں تفصیل سے یہ مسئلہ آچکا ہے۔ مختصر یہ کہ طلاق کی عدت میں عورت کو نفقہ ملے گا۔ مگر عدت وفات میں وہ نفقہ کی مستحق نہیں۔[2]

اسی طرح نکاح اگر عورت کے فعل معصیت کیوجہ سے ٹوٹا ہے جیسے اس نے اپنے سوتیلے لڑکے سے غلط حرکت کرلی یا شہوت کیساتھ چھولیا یا اسلام سے پھر گئی جس کی وجہ سے نکاح ٹوٹ گیا تو ان صورتوں میں بھی وہ عدت کے زمانہ کے نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی۔[3] البتہ رہنے کا گھر ملے گا۔ اسی طرح شرائط نکاح نہ

(۱) بخاری شریف صفحہ ۸۰۴ جلد۲ کتاب الطلاق

(۲) (ویباح الحداد الخ) ای حدیث الصحیح لایحل لامرأۃ تومن باللہ والیوم الاخر ان تحد فوق ثلاث الاعلی زوجھا فانھا تحد اربعۃ اشھر وعشرا فدل علی حلہ فی الثلاث دون مافوقھا وعلیہ حمل اطلاق محمد فی النوادر عدم الحل کما افادہ فی الفتح وفی البحر عن التاتر خانیۃ انہ یستحب لھا ترکہ ای ترکہ اصلا قولہ (وتزوج منعھا الخ) عبارۃ الفتح وینبغی انھا لوارادت ان تحد علی قرابۃ ثلاثۃ ایا ولھا زوج لہ ان یمنعھا لأن الزینۃ حقہ حتی کان لہ ان یضربھا علی ترکھا اذا امتنعت وھو یریدھا وھذا الاحداد مباح لھا لاواجب وبہ یفوت حقہ (شامی صفحہ ۲۲۰ جلد۵) (۳) واذا طلق الرجل امرأتہ فلھا النفقۃ والسکنی فی عدتھا رجعیا کان او بائنا الخ ولا نفقۃ للمتوفی عنھا زوجھا الخ وکل فرقۃ جاءت من قبل المرأۃ بمعصیۃ مثل الردۃ وتقبیل ابن الزوج فلا نفقۃ لھا (ھدایۃ ۴۴۳ تا ۴۴۴ جلد۲)

پائے جانے کی وجہ سے نکاح فاسد ہوا تو ایسی عورت کو نہ نکاح کے اندر نفقہ ملے گا اور نہ عدت کے زمانہ میں مگر وطی اور خلوت کیوجہ سے اس پر عدت واجب ہے البتہ بغیر گواہ کے بھی نکاح فاسد ہوگا مگر اس صورت میں نفقہ کی مستحق ہوگی۔

اسی طرح وطی بالشبہ کیوجہ سے عورت پر عدت تو واجب ہوتی ہے مگر زمانۂ عدت کا نفقہ وطی کرنے والے مرد پر واجب نہیں۔

نیز اگر کسی نے اپنی بیوی کی بہن یا پھوپھی یا خالہ وغیرہ سے نکاح کر لیا اور جس وقت اس عورت سے دخول کیا تھا اس وقت معلوم نہ تھا کہ یہ بیوی کی بہن یا پھوپھی، خالہ وغیرہ ہے بعد میں معلوم ہونے پر تفریق کر دی گئی تو مرد عدت کے دوران اپنی بیوی سے بھی الگ رہے گا اور عدت کے زمانہ کا نفقہ بیوی کو تو ملے گا مگر اس کی بہن کو نہیں جبکہ عدت بیوی کی بہن پر بھی واجب ہے۔[1]

عدت کے سلسلے میں ایک غلط دستور

بعض جگہ لوگ عدت کے سلسلے میں اس قدر غلو کر جاتے ہیں کہ عدت گزارنے والی خاتون کو گھر کے ایک کونے میں مقید کر دیتے ہیں گویا کہ وہ اعتکاف میں ہے نہ وہ خود وہاں سے دوسری جگہ جا سکتی ہے اور نہ اس کی چارپائی ٹلتی ہے یہ واہیات ہے شریعت میں معتدہ کو گھر کے صحن وغیرہ میں آنا اور گھریلو کام کاج کرنا سب جائز ہے۔

نیز بعض جگہ کا یہ بھی دستور ہے کہ شوہر کے مرنے کے بعد عورت سال بھر تک عدت میں رہتی ہے حالانکہ یہ رسم جاہلیت ہے جس کو اسلام نے ختم کر دیا ہے۔

نسب کا بیان

نسب کے معنی:- نسب کے لغوی معنی، نسب بیان کرنا اور نسب دریافت

---

(۱) کل من وطئت بشبهة فلا نفقة لها كذا فى الخلاصة قال ولا نفقة فى النكاح الفاسد ولا فى العدة منه الخ واجمعوا ان فى النكاح بغير شهود تستحق النفقة... ولو تزوج اخت امرأته وعمتها او خالتها ولم يعلم بذلك حين دخل بها وفرق بينهما ووجب عليه ان يعتزل عنها مدة عدة اختها فلا مرأته النفقة ولا نفقة لاختها وان وجبت عليها العدة (عالمگیری صفحہ ۵۴۷ جلد ۱)

نصیب ہونے کا سبب ہے۔

منقول ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ وحضرت عائشہؓ انساب کے ماہر تھے عرب کے لوگ ان سے نسب کا علم حاصل کرتے تھے۔[1]

بہر حال مزاج شریعت کو سامنے رکھتے ہوئے حضرات فقہاء نے کتاب وسنت سے دو اصول مستنبط کئے ہیں۔(۱) نسب کے سلسلے میں حد درجہ احتیاط کا پہلو اختیار کیا جائے۔ اسی لئے بسا اوقات نادر صورتیں فرض کر کے اسے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔(۲) ولد صاحب فراش کیلئے ہے اور زانی کیلئے پتھر یعنی اس پر سنگ ساری ہے۔ انہیں دونوں اصولوں پر مسائل کی تخریج کی گئی۔ ہے۔

ثبوت نسب کیلئے حمل کی مدت

حمل کی کم سے کم مدت بالاتفاق چھ ماہ ہے اس سے کم میں صحیح سالم بچہ پیدا نہیں ہو سکتا اور زیادہ سے زیادہ احناف کے یہاں دو سال ہے اس سے زیادہ پیٹ میں بچہ نہیں رہ سکتا۔[2]

شادی کے بعد کتنی مدت میں بچہ پیدا ہونے سے نسب ثابت ہوگا

اگر کسی مرد نے کسی عورت سے نکاح صحیح کیا اور عورت نے چھ ماہ سے کم میں بچہ جن دیا تو بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت نہیں ہوگا۔ ہاں اگر یہی بچہ نکاح کے وقت سے چھ ماہ یا اس سے زائد مدت میں پیدا ہوا تو شوہر کے اعتراف کرنے یا خاموش رہنے سے بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا اور اگر شوہر اس بچہ کا انکار کرے کہ میرا نہیں ہے تو صرف انکار سے نسب منقطع نہیں ہوگا بلکہ اس پر لعان کا حکم

(۱) الاصابۃ صفحہ ٤٦١ جلد ٥

(۲) اکثر مدۃ الحمل سنتان لخبر عائشۃ رضی اللہ عنہا کما مر فی الرضاع .... واقلھا ستۃ اشھر اجماعا (درمختار علی ھامش شامی صفحہ ۲۳۰ جلد ٥)

ہوگا۔ [۱] نکاح فاسد کا بھی یہی حکم ہے کہ چھ ماہ یا اس سے زائد مدت میں ولادت سے نسب ثابت ہو جائے گا شوہر کی طرف سے دعویٰ ضروری نہیں۔ [۲]

وطی بالشبہ سے نسب

اگر کسی نے کسی عورت سے بطور شبہ کے یہ سمجھ کر وطی کرلی کہ یہ میری بیوی ہے حالانکہ اس کی بیوی نہیں تھی تو اس سے نسب ثابت ہونے کے لئے وطی کرنے والے کا دعویٰ شرط ہے۔ اگر اس نے دعوی کردیا کہ یہ بچہ میرا ہے تو بچہ کا نسب اس سے ثابت ہوگا ورنہ نہیں۔ [۳]

طلاق رجعی کے بعد بچہ پیدا ہونے کی صورت میں نسب

اگر مطلقہ رجعیہ ہے تو اس کی تین صورتیں ہیں (۱) اول یہ کہ مطلقہ رجعیہ کو حیض آتا ہو اور اس نے عدت پوری ہونے کے اقرار سے قبل دو سال یا دو سال کے بعد بچہ جنا ہے اور شوہر اس سے انکار بھی نہیں کرتا تو بچہ کا نسب اسی طلاق دینے والے شوہر سے ثابت ہوگا اور یہ سمجھا جائے گا کہ طلاق رجعی دینے کے بعد شوہر نے صحبت کر کے طلاق سے رجوع کر لیا تھا اس لئے اس صورت میں عورت نکاح سے باہر نہیں ہوگی بلکہ رجعت متحقق ہو جائے گی۔ اور اگر شوہر بچہ سے انکار

---

(۱) قال اصحابنا لثبوت النسب ثلاث مراتب (الاولی) النکاح الصحیح وما هو فی معناه من النکاح الفاسد والحکم فیه انه یثبت النسب من غیر دعوة ولا ینتفی بمجرد النفی وانما ینتفیی باللعان فان کانا ممن لالعان بینهما لاینتفی نسب الولد کذا فی المحیط الخ واذا تزوج الرجل امرأة فجاء ت بالولد لاقل من ستة اشهر منذ تزوجها لم یثبت نسبه وان جاء ت به لستة اشهر فصاعدا یثبت نسبه منه اعترف به الزوج او سکت (عالمگیری صفحه ۵۳۶ جلد۱)

(۲) ویثبت نسب الولد المولود فی النکاح الفاسد وتعتبر مدة النسب من وقت الدخول عند محمد رحمه الله تعالی وعلیه الفتوی قاله ابواللیث کذا فی التبیین والنکاح الفاسد لاحکم له قبل الدخول (عالمگیری صفحه ۳۳۰ جلد۱)

(۳) ان من وطی امرأة اجنبیة زفت الیه وقیل له انها امرأتك فهی شبهة فی الفعل وان النسب یثبت اذا ادعاه (بحر الرائق۲۶۸ جلد٤ باب ثبوت النسب)

کرے تو لعان کا حکم ہوگا۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ مطلقہ رجعیہ کو حیض آتا ہو اور اس نے عدت کے ایام مکمل ہونے کے اقرار سے قبل دو سال سے کم میں بچہ جنا ہے اور شوہر اس کا انکار بھی نہیں کرتا تو اس بچہ کا نسب اسی شوہر سے ثابت ہوگا۔ مگر عورت اس صورت میں عدت گزر جانے کی وجہ سے بائنہ ہو جائے گی کیونکہ طلاق کے بعد وطی کے ذریعہ رجعت، کرنے اور نہ کرنے دونوں کا احتمال ہے اور شک سے رجعت ثابت نہیں ہوتی ہے اور بچہ کا نسب اسلئے ثابت ہوگا کہ مدت حمل میں ولادت ہوئی ہے۔

(۳) اور اگر عورت نے عدت پوری ہونے کا اقرار کر لیا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اقرار کے بعد چھ ماہ سے کم میں ولادت ہوئی ہے تو نسب ثابت ہوگا اور اگر چھ ماہ یا زائد مدت میں ولادت ہوئی ہے تو بچہ کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔[1]

طلاق بائنہ یا مغلظہ کے بعد پیدائش کی صورت میں نسب

اگر عورت کو طلاق بائن یا مغلظہ دی گئی اور اس نے طلاق کے بعد چھ ماہ سے کم میں بچہ جن دیا تو بچہ کا نسب اسی طلاق دینے والے شوہر سے ثابت ہوگا اور اگر چھ ماہ سے زائد اور دو سال کے اندر اندر ہی ولادت ہو گئی اور اس سے قبل عورت نے عدت گزر جانے کا اقرار بھی نہیں کیا تھا تو بھی بچہ کا نسب اسی شوہر سے ثابت ہوگا۔

اور اگر دو سال کے اندر یا دو سال کے بعد ولادت ہوئی تو شوہر کے دعوی پر موقوف رہے گا شوہر بچہ کا دعوی کریگا تو اس سے نسب ثابت ہوگا ورنہ نہیں۔

(۱) معتدة الرجعی ... وان ولدت لاكثر من سنتين ولو لعشرين سنة فاكثر لاحتمال امتداد طهرها وعلوقها فی العدة مالم تقر بمضی العدة والمدة تحتمله وكانت الولادة رجعة لو فی الاكثر منهما او لتملهما لعلوقها فی العدة لافی الاقل للشك وان ثبت نسبه (درمختار) وعبارة الفتح وغيره مالم تقر بانقضاء العدة فان اقرت بانقضائها والمدة تحتمله بان تكون ستين يوما على قول الامام وتسعة وثلاثين على قولهما ثم جاءت بولد لايثبت نسبه الا اذا جاءت به لأقل من ستة اشهر من وقت الاقرار فانه يثبت نسبه للتيقن بقيام الحمل وقت الاقرار فيظهر كذبها (شامی صفحه ۲۳۱ جلده)

اور اگر مطلقہ بائنہ یا مغلظہ نے عدت گزرنے کا اقرار کر لیا تو چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہونے کی صورت میں بچہ کا نسب اسی شوہر سے ثابت ہوگا لیکن اگر چھ ماہ یا اس سے زائد مدت کے بعد ولادت ہوئی تو بچہ کا نسب اس سے ثابت نہیں ہوگا۔[1]

طلاق کے بعد مراہقہ کے بطن سے پیدا ہونے والے بچہ کا نسب

اگر کوئی لڑکی بالکل جوان تو نہیں مگر جوانی کے قریب ہے اور اسی حالت میں طلاق واقع ہو گئی تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر نو ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب اسی طلاق دینے والے شوہر سے ثابت ہوگا اور اگر اس کی طلاق کے بعد پورے نو ماہ میں بچہ پیدا ہوا تو بچہ کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔ ہاں اگر لڑکی تین مہینے کی عدت کے اندر یہ اقرار کر لے کہ مجھے حمل ہے تو بچہ حرامی نہ ہوگا بلکہ اس اقرار کے بعد بچہ دو سال کے اندر اندر تک پیدا ہونے میں بھی نسب اسی شوہر سے ثابت ہوگا۔[2]

شوہر کی وفات کے بعد ولادت سے بچہ کا نسب

شوہر کی وفات کے بعد اگر بچہ چھ ماہ کے اندر اندر پیدا ہو گیا تو اس کا نسب مطلقاً باپ سے ثابت ہوگا اور اگر چھ ماہ کے بعد اور دو سال کے اندر اندر بچہ پیدا ہوا اور عورت نے عدت گزار لینے کا اقرار بھی نہیں کیا تو بھی بچہ ثابت النسب ہوگا اور اگر عدت گزار لینے کا اقرار کر لیا اور چھ ماہ سے کم مدت میں ولادت ہوئی تو بھی

(۱) کما یثبت بلا دعوۃ احتیاطا فی مبتوتۃ جاء ت بہ لاقل منہما من وقت الطلاق لجواز وجودہ وقتہ ولم تقر بمضیہا کما مر ولو لتمامہا لایثبت النسب الخ الا بدعوتہ لانہ التزمہ (درمختار) فلو اقرت بہ فکالرجعی کما قدمناہ عن الفتح (شامی صفحہ ۲۳۲ جلد ۵)

(۲) فان کانت المبتوتۃ صغیرۃ یجامع مثلہا فجاء ت بولد لتسعۃ اشہر لم یلزمہ حتی تاتی بہ لاقل من تسعۃ اشہر عند ابی حنیفۃ ومحمد وقال ابو یوسف یثبت النسب منہ الی سنتین والخ وان کانت مطلقۃ طلاقا رجعیا وکذلک الجواب عندہما وعندہ یثبت الی سبعۃ وعشرین شہرا لانہ یجعل واطیا فی آخر العدۃ وہی الثلثۃ الاشہر ثم تأتی بہ لاکثر مدۃ الحمل وہو سنتان وان کانت الصغیرۃ ادعت الحبل فی العدۃ فالجواب فیہا او فی الکبیرۃ سواء (ہدایۃ صفحہ ۴۳۱ جلد ۲)

بچہ ثابت النسب ہوگا مگر چھ ماہ یا اس سے زیادہ مدت میں ولادت سے بچہ کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔[1]

عقد نکاح کے بعد رخصتی سے قبل ولادت سے نسب

ابھی صرف عقد نکاح ہوا تھا باضابطہ رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ بچہ پیدا ہو گیا اور شوہر انکار بھی نہیں کرتا تو بچہ اسی شوہر سے ثابت النسب ہوگا کیونکہ جب انکار نہیں کرتا ہے تو ممکن ہے کہ خفیہ طور سے دونوں کی ملاقات ہو گئی ہو۔ اور اگر شوہر انکار کرتا ہے تو لعان کا حکم ہوگا۔[2]

شوہر پردیس میں تھا کہ بچہ پیدا ہو گیا

شوہر دور دراز ملک میں ہے کئی سال سے گھر نہیں آیا اور ادھر اس کی بیوی کو بچہ پیدا ہو گیا اور شوہر انکار بھی نہیں کرتا تو بچہ کا نسب اسی شوہر سے ہوگا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کسی وقت چپکے سے آکر مل گیا ہو اور کسی قانونی مجبوری کیوجہ سے اس کو ظاہر نہ کیا ہو۔ اور اگر خدانخواستہ شوہر آکر نہ بھی ملا ہو اور پھر بھی شوہر خاموش ہے بچہ کا انکار نہیں کرتا تو بچہ کا نسب اسی شوہر سے ثابت ہوگا اور نسب ثابت ہونے کا مطلب اس وقت یہ ہوگا کہ بچہ اگرچہ ولد الزنا ہے مگر حضورؐ کی حدیث (الولد للفراش وللعاهر الحجر) کیوجہ سے ہم کو منع کر دیا گیا ہے کہ ہم اس کو حرامی کہیں اس لئے بچہ اسی شوہر کی طرف منسوب ہوگا۔

---

(۱) ولو مات عنها قبل الدخول او بعده ثم جاءت بولد من وقت الوفاة الى سنتين يثبت النسب منه وان جاءت به لاكثر من سنتين من وقت الوفات لايثبت النسب هذا كله اذا لم تقر بانقضاء العدة وان اقرت وذلك في مدة تنقضى فى مثلها العدة الطلاق والوفاة سواء ثم جاءت به لاقل من ستة اشهر من وقت الاقرار يثبت النسب والا فلا (عالمگیری صفحه ۵۳۷ جلد ۱)

(۲) قال اصحابنا لثبوت ثلاث النسب مراتب (الاولى) النكاح الصحيح وما هو فى معناه من النكاح الفاسد والحكم فيه انه يثبت النسب من غير دعوة ولا ينتفى بمجرد انتفى وانما ينتفى باللعان فان كانا ممن لا لعان بينهما لاينتفى نسب الولد كذا فى المحيط (عالمگیری صفحه ۵۳۶ جلد ۱)

اور اگر شوہر بچہ کا انکار کرے تو لعان کا حکم ہوگا۔[1]

زنا سے بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب ثابت نہیں

اگر کسی شخص کے زنا سے بچہ پیدا ہوا اور عورت و مرد اس کا خود اقرار بھی کرتے ہیں کہ ہم دونوں سے یہ بچہ ہے تو بھی اس بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت نہیں ہوگا اور اس بچہ کے سلسلے میں اس کو کوئی شرعی حق نہیں ملے گا۔[2]

حاملہ زانیہ سے خود زانی نے نکاح کیا پھر بچہ پیدا ہوا

ایک عورت کو زنا سے حمل قرار پا گیا پھر خود زنا کرنے والے نے اس زانیہ سے نکاح کر لیا تو اگر نکاح کے بعد چھ ماہ یا چھ ماہ سے زائد مدت میں بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب اس زنا کرنے والے مرد سے ثابت ہو جائے گا۔ (مگر یہ نسب نکاح کیوجہ سے ثابت ہوگا نہ کہ زنا سے) اور اگر نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم ہی مدت میں بچہ پیدا ہو گیا تو اس بچہ کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔[3]

منکوحہ غیر مطلقہ سے دوسرے مرد کا نکاح اور اسکی اولاد کا نسب

ایسی عورت سے کسی نے نکاح کر لیا جس کا خاوند زندہ ہے اور اس نے اس کو طلاق بھی نہیں دی ہے اور نکاح کرنے والے کو اس کا علم بھی ہے تو یہ نکاح ناجائز اور باطل ہے اس سے جو اولاد ہوگی اس کا نسب زوج ثانی سے ثابت نہیں زوج اول

---

(۱) ان الفراش علی اربع مراتب وقد أکتفو بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیة بینهما سنة فولدت لستة اشهر مذ تزوجها لتصوره کرامة او استخداما فتح (درمختار) بلا دخول) المراد نفیه ظاهرا والا فلا بد من تصوره وامکانه ولذا لم یثبتو النسب من زوجة الطفل ولا ممن ولدت لاقل من ستة اشهر علی ما مر تفصیله (شامی صفحه ۲۴۵ جلد۵)

(۲) اذا اقر انه زنی بهذه الحرة وان هذا الولد منها من الزنا وصدقته المرأة فی ذلك لایثبت الولد من الرجل (فتاوی عبدالحی صحفه ۲۴۶ باب ثبوت النسب)

(۳) ولو زنی بامرأة فحملت ثم تزوجها فولدت ان جاء ت به لستة اشهر فصاعدا ثبت نسبه وان جأت به لاقل من ستة اشهر لم یثبت نسبه (عالمگیری صفحه ۵۴۰ جلد۱)

اگر انکار نہ کرے تو اسی سے نسب ثابت ہوگا۔ (لقوله علیه السلام الولد للفراش وللعاهر الحجر) اگر شوہر اول انکار کردے تو بچہ ولد حرام ہوگا۔[۱]

اور اگر زوج ثانی کو اس کا علم نہیں کہ وہ عورت منکوحہ ہے یا غیر منکوحہ بلکہ لاعلمی کی وجہ سے نکاح کرلیا تھا پھر اس سے بچہ پیدا ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ اس کا شوہر اول موجود ہے میں نے بغیر طلاق کے نکاح کیا تھا تو بیوی اول ہی کو ملے گی مگر بچہ کا نسب شوہر ثانی سے ثابت ہوگا۔[۲]

مفقود کی بیوی سے نکاح کے بعد اولاد کا نسب

مفقود شخص کی بیوی سے قانون فسخ کے بعد نکاح کیا اور اس سے اولاد ہوئی پھر مفقود شخص واپس آگیا تو عورت شوہر اول کو ملے گی مگر اولاد کا نسب دوسرے شوہر سے ثابت ہوگا۔[۳]

نکاح باطل وفاسد کے نسب کے سلسلے میں فرق

نکاح باطل کے ذریعہ ولادت سے نسب ثابت نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں وطی کرنا زنا ہے جیسے محارم سے نکاح کرنا باطل ہے خواہ محرمات نسبیہ ہوں یا صہریہ یا رضاعیہ اسی طرح غیر مذہب مثلاً کافر یا قادیانی وغیرہ سے نکاح باطل ہے۔ مگر میاں بیوی دونوں کافر ہوں تو ان کی اولاد کا نسب اسلام کے بعد بھی ثابت ہوگا۔ نیز اس طرح یکے بعد دیگرے دو بہنوں کو نکاح میں جمع کیا یا دیگر محارم کو جمع کیا یا بغیر گواہ کے نکاح ہوا تو یہ نکاح باطل ہے ان تمام صورتوں میں نسب ثابت نہیں ہوگا۔

اور اگر نکاح فاسد کے ذریعہ ولادت ہوئی تو اس نکاح کو ختم کردیا جائے گا

(۱) وهذا اذا لم يعلم بان لها زوجا غيره فكيف اذا ظهر زوج غيره فلا شك في عدم ثبوته من الثاني (شامی ۲۴۸ جلد ۵)

(۳،۲) غاب عن امرأته فتزوجت باخر وولدت اولاداً ثم جاء الزوج الاول فالاولاد للثاني على المذاهب (درمختار) غاب عن امرأته الخ) شامل لما اذا بلغها موته او طلاقه فاعتدت وتزوجت ثم بان خلافه (شامی صفحہ ۲۴۷ جلد ۵)

مگر نسب اس سے ثابت ہوگا کیونکہ اس میں شبہ کے طور پر وطی کی گئی ہے اور وطی بالشبہ سے نسب ثابت ہوتا ہے جیسے دو بہنوں یا دو باہمی رشتہ دار عورتوں سے ایک ساتھ ایک ہی عقد میں نکاح کرلیا یا ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح کیا یا کسی عدت گزارنے والی عورت سے نکاح کرلیا۔ یا چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرلیا یا پانچویں سے چوتھی کی عدت میں نکاح کیا۔ یا آزاد عورت کے ہوتے ہوئے باندی سے نکاح کیا یا کسی ذمی کافر نے مسلمان عورت سے نکاح کرلیا تو یہ تمام نکاح فاسد ہیں۔ اگر ان نکاحوں کے بعد بچہ پیدا ہوگا تو اس بچہ کا نسب نکاح کرنے والے سے ثابت ہوگا۔

یہی حکم نکاح موقوف (جیسے نکاح فضولی) کا بھی ہے اس میں بھی ولادت سے نسب ثابت ہو جائے گا۔[1]

(نوٹ) فقہ و فتاویٰ کی کتابوں میں نکاح باطل پر بھی فاسد کا اطلاق کردیا جاتا ہے لیکن مبسوط و معتمد کتب میں کہیں اس کی تصریح بھی کردی جاتی ہے اس لئے اس کی تحقیق کرلینی چاہئے۔

ٹیسٹ ٹیوب سے بچہ کی پیدائش سے نسب

موجودہ سائنسی دور میں ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ تناسل و تولید کا عمل کیا

(۱) (لانه نكاح باطل) اى فالوط فيه زنا لايثبت به النسب بخلاف الفاسد فانه وطء بشبهة فيثبت به النسب ولذا تكون بالفاسد فراشا لا بالباطل (شامى صفحه ۲۵۲ جلد۵) قوله (فى نكاح فاسد) وحكم الدخول فى النكاح الموقوف كالدخول فى الفاسد فيسقط الحد ويثبت النسب الخ ومثله تزوج الاختين معا ونكاح الاخت فى عدة الاخت ونكاح المعتدة والخامسة فى عدة الرابعة والامة على الحرة وفي المحيط تزوج ذمى مسلمة فرق بينهما لانه وقع فاسدا فظاهر انهما لايحدان وان النسب يثبت فيه والعدة ان دخل الخ نكح كافر مسلمة فولدت منه لايثبت النسب منه ولا تجب العدة لانه نكاح باطل الخ وفسر القهستانى هنا الفاسد بالباطل ومثله بنكاح المحارم وباكراه من جهتها او بغير شهود الخ ونكاح المعتدة بما اذا لم يعلم بانها معتدة لكن يرد على ما فى المجتبى مثل نكاح الاختين معا الخ اذ لو تأخر احدهما عن الاخر فالمتاخر باطل قطعا (شامى صفحه ۲۷۴ تا ۲۷۵ جلد۴)

جاتا ہے اس سے نسب ثابت ہونے کی دو صورتیں ہیں۔(۱)اول یہ کہ جن عورت ومرد کا مادۂ منویہ اور بیضۃ المنی کو باہم خلط کیا گیا ہے اگر وہ اجنبی ہیں شرعی نکاح کا رشتہ ان کے مابین نہیں ہے تو ظاہر بات ہے کہ یہ صورت ناجائز اور زنا کے حکم میں ہے لہٰذا اس شکل میں بچہ کا نسب کسی سے ثابت نہیں ہوگا۔

(۲)دوسری صورت یہ ہے کہ جن دو مرد و عورت کے مادۂ منویہ کو خلط کیا گیا ہے وہ آپس میں شرعی میاں بیوی ہیں۔خواہ مادہ کو انجکشن کے ذریعہ رحم تک پہنچایا جائے یا دونوں کے مادہ کو کسی ٹیوب میں مخصوص مدت تک رکھ کر اس میں تولید کی صلاحیت پیدا کی جائے اور پھر اسے رحم میں منتقل کیا جائے یا ایک بیوی کے مادہ کو (جو حمل کی متحمل نہیں) شوہر کے مادہ کیساتھ دوسری بیوی کے رحم میں منتقل کیا جائے۔تو راقم الحروف کی رائے میں اگر یہ صورت بھی بلاضرورت ہو تو ناجائز ہوگی کیونکہ اس سے کریم انسان کے تناسل کیساتھ کھلواڑ اور خالق قدرت کے تخلیقی نظام میں تغیر و تبدل کی جرأت کرنا ہے۔نیز اس میں مرد کو جلق کرنا اور عورت کی دایہ وغیرہ کے سامنے بے پردگی بھی ہوتی ہے جو بلاوجہ حرام ہے۔

البتہ اگر عورت استقرار حمل کی صلاحیت نہیں رکھتی اور تناسل کی سخت حاجت ہو تو جائز طریقہ سے خالص میاں بیوی کے مادہ کو خلط کر کے جس میں کسی غیر کے مادہ کا ذرا بھی شائبہ نہ ہو تو جواز کی صورت نکل سکتی ہے مگر احوط اجتناب کرنا ہی ہے۔

خیر اگر ممانعت کے باوجود بھی کوئی اس طرح میاں بیوی کے مادہ سے تولید کرا ہی لے تو بچہ کا نسب اس کے باپ سے ثابت ہو جائے گا اور اس کی ماں وہ ہوگی جس کے بطن سے ولادت ہوئی ہے البتہ جس عورت کے مادے کو لیا گیا ہے اس کو بھی ماں کہنا اور ماں جیسا برتاؤ کرنا چاہئے ایک بچہ کو دو ماں کی طرف منسوب کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔[1]

---

(۱) مستفاد حلال وحرام

حضرت فاطمہؓ کے علاوہ سب کا نسب باپ سے ثابت ہوتا ہے

شریعت حقہ میں نسب باپ کی طرف سے ثابت ہوتا ہے یعنی باپ جس خاندان اور جس برادری کا ہوگا اولاد بھی اسی سے شمار ہوگی اگرچہ ماں کا نسب اس کے خلاف ہو مثلاً باپ سید ہے اور ماں غیر سیدہ تو بچہ باپ کی طرف منسوب ہوکر سید شمار ہوگا۔ لیکن بنی فاطمہ اس سے مستثنیٰ ہیں حضرت امام حسن اور امام حسینؓ کا نسب حضرت فاطمہؓ کے واسطہ سے حضورؐ کی طرف منسوب ہوتا ہے اور یہ صرف حضرت فاطمہؓ ہی کی خصوصیت ہے آپؐ نے ان کو سیدۃ النساء فرمایا ہے اور حضرت حسن وحسین کی غایت شرافت وخصوصیت ہے کہ ان دونوں کو بھی آپؐ نے سیدا شباب اہل الجنۃ سے موسوم کیا ہے لہٰذا حضرت فاطمہ کی اولاد کے علاوہ کسی عورت کی جانب سے نسب ثابت نہیں ہوگا خواہ وہ سیدہ ہی کیوں نہ ہو اس میں باپ کا ہی اعتبار کیا جائے گا چنانچہ حضرت جابرؓ سے مرفوع روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

کل بنی انثی ینتمون الی عصبة الا ولدی فاطمة فانا ولیها وعصبتها[1]	تمام اولاد مؤنث اپنے (مذکر) عصبہ (یعنی باپ کی طرف) منسوب ہوتی ہے مگر میری فاطمہ کی اولاد کا میں ولی اور میں عصبہ ہوں۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

خدائے وحدہ لاشریک لہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے خزینۃ الفقہ جلد ثانی کو تکمیل تک پہنچایا اب اس کی بارگاہ میں امید کی لو لگا کر دست بدعا ہوں کہ آگے کام کو آسان سے آسان تر کردے اور اس حقیری خدمت کو شرف قبولیت سے نواز کر ذخیرہ آخرت بنادے۔ ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم۔ آمین

العبد محمد کوثر علی سبحانی مظاہری

(۱) (روی الحاکم ماخوذ فتاوی دارالعلوم دیوبند صفحہ ۷۵ جلد۱۱) ویوخذ من هذا ان من كانت امها علوية مثلا وابوها عجمي يكون العجمي كفؤالها وان كان شرف ما لان النسب للابلء ولهذ جا دفع الزكاة اليها فلا يعتبرالتفاوت بينهما من جهة شرف الام ولم ار من صرح بهذا والله عالم (شامی صفحہ ۲۱۰ تا ۲۱۱ جلد۴)

مراجع و مآخذ

نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ
قرآن مجید		
احادیث		
صحیح البخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری	اصح المطابع ،رشیدیہ دہلی
الصحیح المسلم	ابوالحسین مسلمبن الحجاج بن مسلم القشیری	اصح المطابع ،رشیدیہ دہلی
سنن ابوداؤد	ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی	اصح المطابع ،نبراس بکڈپو دیوبند
جامع الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	اسلامی کتب دیوبند
سنن نسائی	ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی	اصح المطابع
		مکتبہ ندیم اینڈ کمپنی دیوبند
سنن ابن ماجہ	ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند
مسند احمد	امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی	مطبع میمنہ مصری
شرح معانی الآثار	امام ابوجعفر احمد بن محمد الازدی الطحاوی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند
مؤطا امام مالکؒ		
مشکوٰۃ المصابیح	محی السنۃ محمد بن مسعود البغوی (ولی الدین محمد الخطیب الترمذی)	اصح المطابع اینڈ کمپنی دہلی
تفاسیر		
تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر)	حافظ عماد الدین بن کثیر	مکتبہ دارالاشاعت دیوبند
روح المعانی	علامہ شہاب الدین السید محمود آلوسی البغدادی	مکتبہ زکریا دیوبند
تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی	حافظ کتب خانہ مسجد روڈ کوئٹہ
تفسیر القاسمی المسمی محاسن التاویل	علامہ الشام محمد جمال الدین قاسمی	لدار احیاء التراث العربی بیروت لبنان

نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ
بیان القرآن	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	تاج پبلشرز دہلی
معارف القرآن	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ پاکستانی	ربانی بکڈپو لال کنواں دہلی
شروح حدیث		
نووی شرح مسلم (برصحیح مسلم)	محی الدین ابوزکریا یحی بن شرف النووی	اصح المطابع، رشیدیہ دہلی
فتح الباری (شرح صحیح البخاری)	حافظ احمد بن حجر العسقلانی	دار الفکر بیروت لبنان
عمدۃ القاری (شرح صحیح البخاری)	علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی	دار الطباعۃ العامرۃ مصر
مرقاۃ المفاتیح (شرح مشکوۃ المصابیح)	ملا علی ابن السلطان القاری	بنگلہ اسلامک اکیڈمی دیوبند
حجۃ اللہ البالغۃ	حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی	
الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ (برحاشیہ ہدایہ)	علامہ ابوالفضل احمد بن علی بن محمد العسقلانی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند
تکملہ فتح الملہم (شرح مسلم)	حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب پاکستان	المکتبۃ الاشرفیہ دیوبند
اعلاء السنن	علامہ ومولانا ظفر احمد العثمانی التھانوی	ادارۃ القرآن دار العلوم الاسلامیہ کراچی پاکستان
مظاہر حق جدید (شرح مشکوۃ)	علامہ نواب قطب الدین خاں دہلوی	ادارۂ اسلامیات دیوبند
حاشیہ ابوداؤد	محدث کبیر محمد حیاۃ السنبھلی	اصح المطابع، یاسر اینڈ کمپنی دیوبند
معارف الحدیث	حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی	الفرقان بکڈپو نظیر آباد لکھنؤ
فقہ اسلامی		
المختصر القدوری	ابوالحسن بن احمد بن محمد بن جعفر بغدادی	تاج کمپنی چوک بازار سہارنپور

نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ
ہدایہ	علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	کتب خانہ رشیدیہ دہلی
فتح القدیر (شرح ہدایہ)	محقق کمال الدین محمد ابن ہمام الحنفی	دار احیاء التراث العربی بیروت
بدائع الصنائع	ملک العلماء علاء الدین الکاسانی	مطبع شرکات العلمیہ مصر
بحر الرائق (شرح کنز الدقائق)	علامہ زین الدین ابن نجیم المصری	دار الکتاب دیوبند
الدر المختار (مطبوعہ برحاشیہ شامی)	علاء الدین الحصکفی	مکتبہ زکریا دیوبند
رد المحتار (معروف بہ شامی)	علامہ محمد امین ابن عابد بن الشامی	مکتبہ زکریا دیوبند
الجوہرۃ النیرہ علی مختصر القدوری	شیخ الاسلام ابوبکر بن علی بن محمد الحداد	دار الکتاب دیوبند
الفتاوی الہندیہ (عالمگیری)	شیخ نظام و جماعۃ من علماء الہند	دار الکتاب دیوبند
شرح الوقایہ	علامہ عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشرعیۃ	مکتبہ تھانوی دیوبند
عمدۃ الرعایہ (حاشیہ شرح وقایہ)	حضرت مولانا عبد الحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ تھانوی دیوبند
فتاوی قاضیخاں (برحاشیہ عالمگیری)	امام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی	دار الکتاب دیوبند
فتاوی بزازیہ (برحاشیہ عالمگیری)	محمد بن شہاب المعروف بابن البزاز الکردی	دار الکتاب دیوبند
الاشباہ والنظائر	شیخ زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم	دار الکتاب العلمیہ بیروت لبنان
حاشیہ ہدایہ (برہدایہ)	ابو الحسنات محمد عبد الحی بن عبد الحلیم اللکنوی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند
فتاوی رشیدیہ	امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	درسی کتب خانہ دہلی
فتاوی عبد الحی	حضرت مولانا ابو الحسنات محمد عبد الحی لکھنویؒ	مکتبہ تھانوی دیوبند
بہشتی زیور	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	فرید بکڈپو مٹیا محل دہلی
امداد الفتاوی	حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ	زکریا بک ڈپو دیوبند
الحیلۃ الناجزہ للحلیلۃ العاجزہ	مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	مکتبہ رضی دیوبند
تبیین الحقائق (شرح کنز)	الامام فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی الحنفی	دار الکتاب العلمیہ بیروت لبنان

نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ
طحطاوی علی مراقی الفلاح	العالم العلامہ احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی	دارالکتاب دیوبند
جواہر الفقہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانیؒ	مکتبہ سیرت النبی جامع مسجد دیوبند
کتاب الفسخ والتفریق	حضرت علامہ ومولانا عبدالصمد صاحب رحمانیؒ	شعبہ نشر واشاعت امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ
فتاوی دارالعلوم دیوبند	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند	زکریا بک ڈپو دیوبند
کفایت المفتی	مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحبؒ	نعمانی پریس دہلی
فتاوی محمودیہ	فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحبؒ مفتی اعظم ہند	زکریا بک ڈپو دیوبند
احسن الفتاوی	فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ	زکریا بک ڈپو دیوبند
آپکے مسائل اور انکا حل	حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانویؒ	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
فتاوی نظامیہ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب اعظمیؒ	مساجد بکڈپو دہلی
فتاوی رحیمیہ	حضرت قاری مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری	مکتبہ رحیمیہ منشی اسٹریٹ راندیر سورت گجرات
اسلامی عدالت	فقیہ العصر حضرت مولانا حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمیؒ	قاضی پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز وبج بلڈنگ نظام الدین دہلی
مجموعہ قوانین اسلامی	حضرت مولانا سنت اللہ صاحب رحمانیؒ	آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اوکھلا دہلی

حضرت سبحانی کی دیگر تصنیفات

۱۔ خزینۃ الفقہ فی مسائل النکاح (جلد اول)

۲۔ خزینۃ الفقہ فی مسائل الطلاق (جلد دوم)

۳۔ خزینۃ الفقہ فی مسائل الوقف (جلد سوم)

۴۔ الجہد الکوثری علی ختم البخاری

۵۔ محسن مومن قوم حضرت پیر مشائخ رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ سلسلہ شطاریہ اور اس کے چند بزرگان

۷۔ تذکرہ حضرت شیخ عبدالرحیم متالا اور ان کی دینی خدمات

۸۔ دینی کارندوں کے لئے رہنما

۹۔ آہ میرے والد حاجی محمد کلیم اور ان کی شب بیداری

۱۰۔ مدارس کو تبلیغی وخانقاہی نظام سے جوڑنے کی درخواست اور چند فائدے